عالیجناب کرنل بشیر حسن زیدی صاحب بالقابہ
کی خدمت میں
از
[illegible] جواہر میوزیم اٹاوہ
[illegible]
۲۴ ستمبر ۱۹۵۹ء

تذکرۂ جواہر زواہر

جلد اوّل

یعنی

جواہر میوزیم اٹاوہ کے صرف ایک سو بیاسی (۱۸۲) فارسی مخطوطات

کا

تشریحی و تفصیلی تذکرہ

مرتبہ
محمد ابرار حسین فاروقی
جوائنٹ سکریٹری
جواہر میوزیم و اسلامیہ انٹرمیڈیٹ کالج

اٹاوہ
۱۳۷۸ھ
۱۹۵۹ء

قیمت مجلد دس روپے علاوہ محصول ڈاک

طبع اوّل (۵۰۰)

تذکرہ جواہر زواہر

نذر

بہ روح پرفتوح ۔ منبع العلوم والسعادۃ ۔ مخزن الحکمۃ والسیاسۃ ۔ فخر آل الرسول ۔ فلذۃ کبد البتول ۔ انوار عین الزہراء ۔ ضیاء الملۃ البیضاء ۔ فخر الملۃ والدین ۔ امام الہند والمسلمین ناصح المتعلمین ۔ دلیل المعلمین ۔ قدوۃ الفضلاء ۔ زعیم العلماء ۔ زینۃ الوزراء ۔ فرید الدہر فقید العصر ۔ المغفور لہ **حضرت مولانا ابوالکلام سید احمد آزاد** طاب اللہ ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ ۔ جس ذات ستودہ صفات کی علم پرور توجہ اور فیاضانہ اعانت نے بر وقت دستگیری فرما کر ان قیمتی "جواہر زواہر" کو ۔ جو نیم جاں ہو کر اپنی فیض بخش حیات سے مایوس ہو چکے تھے ۔ نہ صرف حیات تازہ و نو بخشی ۔ بلکہ ان جواہر پاروں کی اس سرگزشت الموسوم بہ

تذکرہ جواہر زواہر

کو اپنے مطالعہ سے سرفراز فرما کر اس کو منظر عام پر لانے کے قابل بنایا ۔ ابوالعتاھیہ رحمۃ اللہ کی اس نشید کے ساتھ :۔

ولم تکُ تصلحُ الا لہٗ　　ولم یکُ یَصلحُ الا لہا

بطور نذر پیش کرتا ہوں ۔

اللھم اغفر وارحم وانت خیر الراحمین

ناچیز

محمد ابرار حسین فاروقی عفی

"تذکرہ جواھر زواھر"

جواھر میوزیم

اٹاوہ

جلد اول

فہرست مندرجات

تمہیدیہ

تذکرہ جواہر زواہر

دیباچہ

هذا الکتاب بفضل اللّٰہ ذی الکرم — انشأت سحراً لصید الجن والنسم
فاللّٰہ نوّر اعیان الکرام بہ — مالاح حرفٌ علی القرطاس من قلم

(حضرت امیر خسروؒ)

(ترجمہ :- خدائے کریم کے فضل سے یہ وہ کتاب میں نے جادو بھری لکھی ہے جو جن و انس دونوں کو فریفتہ کرے گی

اللہ تبارک تعالیٰ ان تمام بزرگان مطالعہ کنندگان کی آنکھوں کو اس وقت تک روشن رکھے جب تک کہ قلم سے کاغذ پر حرف ظاہر ہے (یعنی تا قیام قیامت۔)

تمہید اس مختصر لیکن جامع منظوم حمد کے بعد میں نفس تذکرہ کے متعلق کچھ لکھنے سے پہلے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اٹاوہ کی اپنی پنج سالہ مصروف زندگی سے بھی ناظرین کو روشناس کردوں تاکہ اس "تذکرہ جواہر زواہر" کے پس منظر سے قارئین تذکرہ کو پوری پوری آگاہی ہو جائے۔

میں اپنے قدیم کرمفرما مکرمی و معظمی جناب عبدالمجید خواجہ صاحب : بیرسٹر ایٹ لا رئیس علی گڑھ و آنریری سکریٹری و منیجر اسلامیہ انٹر کالج اٹاوہ کے ایما و حکم پر جنوری سنہ ۱۹۵۲ء میں اٹاوہ اس لئے گیا تاکہ میں کالج کے جملہ شعبوں کو دیکھ کر زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ کے اندر مکمل رپورٹ جس میں نہ صرف تمام شعبوں کا جائزہ ہو بلکہ ان کے لئے اصلاحی تجاویز بھی ہوں۔ پیش کردوں چنانچہ میں نے اس کی تکمیل کی اور اٹاوہ کالج کے جملہ شعبہ جات درسی و غیر درسی کو ۱۸ - ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۵۲ء کو سرسری مگر تفصیلاً دیکھا اور ان کے متعلق میں نے دو علیحدہ علیحدہ رپورٹیں پیش کیں ایک کالج کے متعلق اور دوسری اس میوزیم کے متعلق جس کا نام "کریسی میوزیم" تھا۔ اس میوزیم کی کتابیں وغیرہ چند الماریاں اور صندوقوں میں محفوظ کالج کے دو اوپری کمروں میں رکھدی گئی تھیں۔ خواجہ صاحب ممدوح نے دونوں رپورٹیں

پوری توجہ سے پڑھیں اور ان پر غور کیا ۔ آخر کار اپنے بعض احباب ذی اختصاص سے مشورہ کے بعد مجھے جوائنٹ سکریٹری کی خدمت پر مامور کرکے حکم دیا کہ میں نہ صرف کالج کے انتظامی امور کو ہاتھ میں لے کر اپنے تیس سالہ تعلیمی تجربہ سے کالج کے لئے خیر و بہبود کی تدابیر کروں بلکہ میوزیم کو بھی صحیح معنوں میں میوزیم بناؤں ۔ کیونکہ انھیں یہ معلوم تھا کہ مجھے بہرحال ان علمی ذخیروں کا بھی عملی تجربہ ہے جو اس زمانہ میں میوزیم کے نام سے معروف ہیں ۔ غرض کہ میں نے یکم فروری ۱۹۵۴ء کو کالج پہنچ کر اپنی خدمت کا جائزہ لیا اور اپنی پیش کردہ رپورٹ کے اعتبار سے اصلاحی تدابیر کے لئے قدم اٹھایا ۔

کالج کے مختصر حالات

خواجہ صاحب کو ۱۹۵۳ء میں ٹرسٹیوں کی مجلس عام نے آنریری سکریٹری و منیجر کالج منتخب کیا ۔ اس وقت کالج میں ایک طرف پرنسپل اور اساتذہ میں باہم چپقلش تھی جس سے تعلیمی کام متاثر ہونا ضروری تھا نیز قدرتاً طلبا بھی اس مسموم اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتے تھے ۔ دوسری طرف کئی مہینے سے اساتذہ کو تنخواہ نہ ملنے سے پریشانی تھی ۔ یہ سب باتیں ایسی تھیں کہ ان سے نہ صرف کالج کی کارکردگی پر برا اثر پڑ رہا تھا بلکہ اس کی سابقہ شہرت و خدمت پر بھی ایک بدنما داغ تھا ۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے مینجنگ کمیٹی کے چند ارکان پر مشتمل ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا تاکہ وہ معاملات کی پوری تحقیقات کرکے ایک مفصل رپورٹ پیش کرے جس سے ان خرابیوں کا ازالہ اور ارتفاع ہو جو کچھ عرصہ سے کالج میں پیدا ہوگئی تھیں ۔ اس کے ساتھ ممدوح نے اصحاب خیر سے مالی امداد کی اپیل کرکے معقول امداد بھی حاصل فرمائی جس سے نہ صرف اساتذہ کو تنخواہیں ادا کی گئیں بلکہ وہ ضروری قرضہ بھی ادا کیا گیا جو بعض ناگزیر وجوہ سے کالج پر ہوگیا تھا ۔ ان حالات میں مجھے وہاں بحیثیت جوائنٹ سکریٹری کے مامور کیا گیا ۔ ان پر قابو پانا جبکہ کمیشن مصروف تحقیقات تھا نہ صرف ایک دشوار گزار مسئلہ تھا ۔ بلکہ ایسی حالت میں کوئی اصلاحی قدم اٹھانا بھی ممکن نہیں تھا ۔ بہرحال تحقیقات مکمل ہوئی اور رپورٹ مینیجنگ کمیٹی کے سامنے پیش ہوکر بعد منظوری اس پر عملدرآمد کیا گیا ۔ اور اس طرح سے کالج کی مکدر فضا میں سکون کارفرما ہوا اور کام بخوش اسلوبی ہونے لگا ۔ کالج کے مالیہ کی طرف بھی حسب تقاضاء وقت توجہ اور سعی کی گئی جو کسی حد تک مشکور ہوئی اور وہ انتظامی و مالی خلفشار جس نے کالج کی کارکردگی کو ایک حد تک مفلوج کر دیا تھا دور ہوا ۔ اس سلسلہ میں مسلسل کئی سال تک جو محنت میں کرسکا اس کی تفصیل خودستائی کے مترادف ہے ۔ لہٰذا اس تمام تفصیل کو اپنے محترم حضرت خواجہ صاحب آنریری سکریٹری و منیجر کالج کے لفظوں میں لکھے دیتا ہوں جو ممدوح نے اپنی رپورٹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۵۶ء میں مندرج فرمائے اور جس کو ممدوح الصدر نے اسی تاریخ کے جلسہ مجلس منتظمہ منعقدہ علی گڑھ میں پیش فرمایا ۔

"آخر میں میرا فرض ہے کہ میں اپنے جوائنٹ سکریٹری
مولانا محمد ابراہیم صاحب فاروقی۔ ایم۔ اے۔ کی
جن کا نام اس سے پہلے میں نے بار بار لیا ہے۔ ان تھک
کوششوں کو۔ جو نہ صرف کالج کی مادی اور
معنوی اصلاح کے متعلق انھوں نے کیں بلکہ میوزیم
کی جدید تنظیم میں انہی کا ہاتھ ہے۔ دل سے سراہوں
خاص طور پر اس لئے اور بھی کہ انھوں نے کوئی کام
بغیر میرے مشورہ یا میری ہدایت کے نہیں کیا۔ اور
نہایت اطاعت گزاری اور فرض شناسی سے
میرا ہاتھ بٹایا اور میری مشکلات کا حتی الامکان
ارتفاع کیا۔"

ناظرین اس مختصر تر تصریح سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ مجھے ان پیچ در پیچ مشکلات پر غلبہ پانے اور کالج و میوزیم کی صلاح اور بہبود کے لئے کیا کچھ نہیں کرنا پڑا ہوگا۔ جس کے لئے حضرت محترمی خواجہ صاحب آنریری سکریٹری و منیجر کالج کی متذکرہ بالا رپورٹ شاہد عادل ہے۔ جو اگرچہ مختصر و مجمل ہے لیکن بہرحال ضروری باتیں اس میں سموئی ہوئی ہیں۔

میوزیم کا نام اور اس کی مختصر تاریخ

خان بہادر ڈاکٹر بشیر الدین احمد صاحب مرحوم و مغفور نے ایک طرف اسلامیہ اسکول کی بنیاد ڈالی۔ جو اب اسلامیہ انٹرمیڈیٹ کالج ہے اور دوسری طرف قدیم قلمی کتابوں کی فراہمی کی طرف بھی توجہ کی۔ جو علمی خاندانوں کے لاقیمت ذخیرے تھے اور جو افرادِ خاندان کے جہل کی قربان گاہ پر نثار ہو رہے تھے۔ کتنے یہ لاقیمت خزانے ضائع ہو گئے۔ ان کی تفصیلات بے محل ہیں۔ اگر صرف اس بات پر تحقیقات کی جائے کہ ہندوستان کے علمی گھرانوں کے کتنے بے بہا ذخیرے نذرِ آتش و آب ہوئے۔ یا یورپ کے قدر دانوں نے کوڑیوں مول خرید کر اور اپنی ذاتی و قومی الماریوں کو مزین کر کے لاقیمت خزانوں سے اپنے ملک کو معمور کیا تو معلوم نہیں کتنی مجلدات اس افسوسناک تاریخ کی تیار ہو جائیں۔ اور اس کی تیاری میں کتنا زمانہ گذر جائے۔ پھر بھی یہ تاریخی اور ثقافتی موضوع ناقص ہی رہے گا۔ بہرحال خان بہادر صاحب مرحوم کے سامنے یہی واقعات تھے جنھوں نے انہیں ان بکھرے خزانوں کی حفاظت کے لئے قدم اٹھایا۔ اور میں یہ کہوں گا کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے اس مشن میں بھی اسی قدر کامیاب ہوئے جس قدر کہ وہ تعلیمی مشن میں کامیاب ہوئے۔ غفر اللہ لہ ولنا۔

فلسفہ کا ایک مسئلہ ہے کہ "کسی کام کی ابتدا مشکل ہے مگر اس کا دوام آسان ہے"۔ یہی وہ کلیہ ہے جس میں استثنا کو دخل نہیں ہے۔ ابتدائی مشکلات اسقدر متنوع ہوتی ہیں کہ جن پر غلبہ پانا اسی انسان کا کام ہے جو نہ ناکامیوں سے مایوس ہوتا ہے اور نہ مایوسیوں سے مغلوب۔ بلکہ اس کے برعکس یہ پسپائیاں اور ناکامیاں اس کی سعی اور کاوش میں معاون ہوتی ہیں۔ چنانچہ خان بہادر صاحب مرحوم نے غالباً سنہ ۱۹۱۰ء میں اس کا آغاز کیا وہ بھی اس طرح سے کہ پہلے اپنے چند احباب و اعزہ سے کچھ قلمی کتابیں لے کر ان کو اسکول کی لائبریری میں محفوظ کیا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً اسی طرح سے نہ صرف کتابیں بلکہ پرانے فرامین اور خوش خطی کی بہترین قدیم وصلیاں حاصل کرکے اضافہ فرماتے رہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ مرحوم کے پاس نہ تو اس کے لئے سرمایہ تھا کہ وہ ایسی کتابیں خرید کر رکھتے اور نہ اس کے لئے کوئی سرمایہ دار معاون تھا جو اس مسئلہ میں ان کا ہاتھ بٹاتا۔ بہرحال کسی حد تک جب ذخیرہ قابل اعتنا ہوگیا تو انھوں نے اس کو اسکول کی لائبریری سے علیحدہ کرکے اسکول ہی کی عمارت کے ایک کمرہ میں منتقل کردیا اور غالباً ۱۹۱۱ء یا سنہ ۱۹۱۲ء میں اس وقت کے کلکٹر اٹاوہ مسٹر ایچ۔ کے۔ گریسی۔ بی۔ اے۔ آئی۔ سی۔ ایس کے نام سے اسکو موسوم کرکے اس کا نام "گریسی میوزیم" رکھا جو وقت کا تقاضہ تھا۔

اپنے جن احباب و اعزہ سے مرحوم نے کتابیں حاصل کیں ان کے تفصیلی نام افسوس ہے کہ میوزیم میں محفوظ نہیں ہیں۔ البتہ بعض بعض کتابوں پر عطیہ دینے والوں کے نام یا ان کی مہریں ہیں۔

سنہ ۱۹۵۲ء میں مارہرہ (ضلع ایٹہ۔ یوپی) کے ایک رئیس سید محمد موسیٰ صاحب خلف حافظ سید عبدالجلیل صاحب مرحوم ومغفور نے کافی بڑا اور اچھا ذخیرہ کتب مطبوعات ومخطوطات عطا کیا اس میں کل کتابوں کی تعداد (۱۷۰۹) تھی جن میں (۱۵۹۸) مطبوعات اور (۱۱۱) قلمی نادر کتابیں۔

سنہ ۱۹۵۵ء میں میرے ایک عزیز قریب عزیزم ایم رشید احمد صاحب صدیقی پنشنر سشن جج حیدرآباد (دکن) نے بزمانہ مختصر قیام حیدرآباد میری درخواست پر اپنے والد بزرگوار حضرت قبلہ مرحوم ومغفور مولوی مسعود علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ (پنشنر سشن جج حیدرآباد دکن) کا مطبوعہ و مخطوطہ ذخیرہ میوزیم کو عطا کیا۔ اس میں اردو۔ انگریزی۔ عربی اور فارسی کی بہترین کتابیں تھیں گورننگ کمیٹی نے اُن کے عطیہ کا شکریہ ادا کردیا ہے لیکن میرا بھی فریضہ ہے کہ میں عزیزم موصوف کا شکریہ ادا کروں۔۔ یہ میوزیم کے ذخیرہ میں گویا آخری اضافہ ہے جس میں کل کتابیں تقریباً ایک ہزار ہیں۔ ان میں ایک سو سے زیادہ مخطوطات ہیں ـــــ اگر اسی طرح سے کوشش جاری رکھی جائے تو کتب کا بطور عطیہ ملنا کچھ زیادہ دشوار نہیں ہے کیونکہ ملک میں ابھی کافی ذخیرہ کتب ایسے گھرانوں میں ہے جو دینا چاہتے ہیں بشرطیکہ ان کو یہ کامل یقین ہوجائے اور دلا دیا جائے کہ معطی کے نام کتب خانہ رہے گا اور اس کی

پوری پوری حفاظت کی جائے گی۔ اس ضمانت حفاظت پر مجھے یقین ہے کہ یہ نادر کتابیں مل جائیں گی

اس قیمتی کتب خانہ کے لیے جس کو درسگاہ کی لائبریری سے علیحدہ کر دیا گیا تھا کچھ الماریاں وغیرہ مہیا کی گئیں اور کتابوں کو مجلد کرایا اور محفوظ کر دیا گیا اور درسگاہ کے ایک عربی مدرس مولوی سید محمد مشتاق صاحب کو اس کی نگرانی سپرد کی گئی جنھوں نے کافی محنت اور کاوش سے ان کتابوں کی ایک فہرست باعتبار موضوع تیار کر لی لیکن پھر بھی بہت سی کتابیں غیر مجلد اور بوسیدہ صندوقوں میں بند رہیں جن میں بہت سی وہ مطبوعات بھی تھیں جن کی دستیابی کا امکان اب بہت کم ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے جو کچھ اس کے لئے۔ باوجود محدود ذرائع کے محنت کی وہ یقیناً قابل تحسین ہے۔ کتابوں کے ناموں کی جو فہرست انھوں نے تیار کی وہ اگرچہ تشریح کے ساتھ جدید انداز پر نہیں تھی لیکن جدید انداز پر لانے کا کام ضرور نسبتاً آسان ہو گیا۔

جواہر میوزیم کا نام اور اس کی جدید تنظیم

میں اس سے قبل اس رپورٹ کا ذکر کر چکا ہوں جس میں میوزیم کی جدید تنظیم کے متعلق چند ضروری اور مفید تر تجاویز بھی تھیں۔ چنانچہ میں نے جائزہ لینے کے بعد اطاکالج کے ضروری انتظامی امور سے نسبتاً فراغت حاصل کر کے میوزیم کی طرف توجہ کی۔ سب سے پہلے تو میں نے کافی وقت کتب کے بالاستیعاب مطالعہ میں صرف کیا۔ اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کی مدد سے کسی حد تک اس محدود جگہ میں ان کو فن وار تقسیم کیا اور یہ دیکھا کہ ان میں نوادرات کتنی ہیں۔ بہرحال یہ محنت بھی اس وقت تک بے نتیجہ رہی جب تک کہ میوزیم کے لئے کوئی موزوں جگہ متعین نہ ہوئی۔ چنانچہ ۱۹۵۵ء میں جب خواجہ صاحب آنریری سکریٹری کی سعی بلیغ سے مبلغ دس ہزار روپیہ کی دوسری گرانٹ ہندسرکار نے مرحمت فرمائی اس وقت میوزیم کے مسئلہ پر خصوصی توجہ کی گئی۔ جناب خواجہ صاحب آنریری سکریٹری نے بعد مشورہ عالی جناب مولانا آزاد رحمتہ اللہ علیہ میٹنگ کمیٹی میں یہ رزولیوشن پیش فرمایا کہ میوزیم کا موجودہ نام بدل کر اس کا نام ہردلعزیز وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو جی کے نام نامی واسم گرامی پر "جواہر میوزیم" رکھا جائے چنانچہ یہ تجویز بالاتفاق منظور ہوئی اور میوزیم کا نام بدل دیا گیا۔ جواہر کا خزانہ "جواہر" ہی سے موسوم ہونا چاہیئے تھا۔ بہرحال اس تبدیلی کے بعد جگہ کی تبدیلی پر غور کیا گیا۔ چنانچہ "نیول ہوسٹل" کا وہ بڑا اور وسیع ہال جو ابتک ایک تیل کے دکاندار کو کرایہ پر دے دیا گیا تھا میری تحریک اور تجویز پر اس خزانہ کے لئے موزوں قرار پایا۔ دکاندار سے وہ ہال خالی کرایا گیا اور رقم کثیر صرف کر کے نہ صرف اس کی درستی کرائی گئی۔ کیونکہ تیل کے گودام بننے سے اس کی حالت انتہائی متعفن ہو گئی تھی۔ بلکہ میوزیم کے لحاظ سے اس میں ضروری ترمیم بھی کرائی گئی اور اس کو کسی نہ کسی طرح میوزیم کے قابل بنایا گیا۔ مہینوں کے بعد

جب قابل اطمینان درستی ہوگئی تو اس خزانہ کتب کو معہ الماریوں وغیرہ کے منتقل کیا گیا۔ کتب خانہ کے دوسری جگہ منتقلی پر اس کو دوبارہ منظم و مرتب کرنے کی محنت و کاوش کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو ایسے کاموں سے سابقہ رہا ہے۔ بہر حال اس منتقلی اور جدید تنظیم کے بعد اب دو ضرورتیں۔ جو اس وسیع جگہ کے لئے ضروری تھیں۔ اہم تھیں۔ اول ایک ٹائپ رائیٹنگ مشین اور چند لوہے کی الماریاں۔ دوسرے برقی روشنی کا معقول انتظام۔ ٹائپ رائٹر مشین اور چند [illegible] کی الماریاں تو اس رقم عطیہ سرکار ہند سے خرید لی گئیں جو دوبارہ ملی لیکن برقی روشنی کے لئے میں نے اپنے ایک دوست کے ذریعہ حافظ حلیم صاحب مرحوم ملک التجار کانپور کے صاحبزادہ ایم۔ ایم بشیر صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے والد صاحب مرحوم کے بنوائے ہوئے کالج ہوسٹل الموسوم بہ حلیم ہوسٹل کی اس ضرورت کو اپنی مالی امداد سے پورا کریں تاکہ اس رقم سے اس پورے حصہ میں بجلی کا انتظام کیا جا سکے۔ موصوف نے ازراہ کرم اس کام کے لئے سات سو روپے عنایت کئے جس سے بحمد اللہ روشنی کا خاطر خواہ انتظام ہو گیا۔ سرکار ہند کے عطیہ کی رقم سے چار لوہے کی الماریاں ایک ٹائپ رائٹر اور کچھ شوکیس خریدے گئے اور کچھ مرمت طلب شوکیسوں کی مرمت کرائی گئی نیز پالش کا انتظام کیا گیا۔ اور کچھ کتابوں کی جلدیں بندھوائی گئیں۔ کچھ پرانی تصویروں اور بعض قرآن کو فریم کرایا گیا۔ اسی سلسلہ میں ان مطبوعات کے رکھنے کا بھی انتظام کیا گیا جو اسی میوزیم کی ملکیت ہیں۔ ان کے لئے اسی ہال کے برابر کے ایک کمرے میں چوڑے چوڑے تختے دیوار و جڑوا کر ان کو کھلی الماریوں کی شکل دے دی گئی اور ان میں وہ کتابیں محفوظ کر دی گئیں۔ میوزیم کے لئے بورڈنگ ہاوس کا یہ وسیع ہال معہ نیچے اوپر کے چاروں کمروں کے کالج سے پچپن ۵۵ روپے ماہوار پر کرایہ پر لیا گیا۔ اس کے علاوہ مولوی سید محمد مشتاق صاحب کو تیس ۳۰ روپے ماہوار کی ایک حقیر رقم میوزیم کی نگرانی کے لئے بطور الاونس دی گئی اور ایک فراش بھی اس جگہ اور کتابوں کی صفائی کے لئے تیس ۳۰ روپے ماہوار پر رکھا گیا۔ اس متوالی (Recurring) خرچ کو بھی اس گرانٹ کی رقم سے پورا کیا گیا۔ لیکن چونکہ یہ غیر متوالی (Non recurring) گرانٹ تھی اس لئے آئندہ کی امید پر ان اخراجات کو جنکی ماہوار میزان متفرق اخراجات از قسم روشنی وغیرہ مبلغ ایکسو بیس ۱۲۰ روپے یا اس سے کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ جاری رکھا گیا اور گرانٹ ختم ہونے کے بعد قرض سے کام چلایا گیا۔

اسی عرصہ میں اس کی بقا اور بہبود کے لئے اترپردیش سرکار سے بھی مستقل امداد کی درخواست کی گئی تاکہ اس کی بقا اور بہبود کی ضمانت ہو جائے چنانچہ حکومت اترپردیش نے مسٹر ناگر ڈائرکٹر سررشتہ میوزیم کو اس کے معائنہ اور رپورٹ کے لئے بھیجا۔ موصوف نے تکریم فرمایا اور بجائے سرسری معائنہ کے دو روز قیام فرما کر اس کا تفصیلی معائنہ کیا اور اس کے ذخیرہ اور تنظیم پر بے حد مسرت کا اظہار فرمایا جیسا کہ ان کی معائنہ رپورٹ سے ظاہر ہے۔ اور امید دلائی کہ حکومت ایسے بہتر خزانے اور ذخیرہ

کی بقا اور بہبود کے لئے ضرور مدد کرے گی۔ انھوں نے واپس جا کر معہ اپنی تجویز کے رپورٹ گورنمنٹ میں پیش کر دی۔ میں نے اس سلسلہ میں لکھنؤ جا کر موصوف سے ملاقات کی اور نتیجہ کے متعلق دریافت کیا انھوں نے فرمایا کہ آپ کی درخواست اور میری تجویز گورنمنٹ کے زیر غور ہے۔ میں نے اس کے بعد بعض ارباب حکومت سے بھی ملاقات کر کے گفتگو کی اور درخواست پر زبانی توجہ دلائی۔ بہرحال کچھ عرصہ کے بعد اس تمام دوڑ دھوپ کا افسوس ہے نتیجہ مایوس کن نکلا اور حکومت نے صرف ایک ہزار روپیہ سے نوازا جس کو مجلس منتظمہ نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ اور اس کو چند ضروری کاموں پر صرف کر کے حسب دستور "یوٹیلائزیشن" سرٹیفکیٹ مرتب کر کے حکومت کو پیش کر دیا۔

چونکہ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد قلمدان وزارت تعلیمات و ثقافت کو سرکار ہند نے تقسیم کر دیا تھا اور اس کی دو علیحدہ علیحدہ وزارتیں کر دی تھیں۔ اس لئے جناب خواجہ صاحب نے مزید امداد کی درخواست وزیر ثقافت عالی جناب پروفیسر ہمایوں کبیر صاحب کی خدمت میں مولانا مرحوم کی توجہات خصوصی کے حوالہ سے بھیجی۔ اس کے جواب میں وزارت تعلیمات سے بمسرت ہدایت آئی کہ سابقہ عطیہ دس ہزار کا حساب باضابطہ آڈٹ کرا کر بھیج دیا جائے تو پانچ ہزار کی گراں قدر مزید رقم دے دی جائے گی۔ وہ روپیہ نہ صرف ہو چکا تھا بلکہ اب میوزیم پر ماہانہ اخراجات کی وجہ سے قرض بھی تھا۔ حساب تیار تھا فوراً اس کو باضابطہ آڈٹ کرا کر معہ مطلوبہ سرٹیفکیٹ اور آڈیٹر رپورٹ کے پیش کر دیا گیا۔ وہ حساب منظور ہوا اور پانچ ہزار روپیہ کی خطیر رقم ۲۴ دسمبر ۱۹۵۸ء کو وصول ہو گئی۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے فوراً حکم دے دیا کہ سب سے پہلے حسب تجویز منظورہ منیجنگ کمیٹی "کیٹلاگ" (catalogue) (جلد اوّل) کی طباعت ہونی چاہیئے تاکہ یہ بند خزانہ منظر عام پر آ جائے۔ کیٹلاگ کی پہلی جلد ایک حد تک تیار تھی۔ مختلف مطابع علی گڑھ و دہلی سے تخمینہ جات لئے گئے۔ جناب خواجہ صاحب نے جید پریس دہلی کے تخمینہ کو منظور فرمایا اور کتابت و طباعت کے کام کو شروع کر دیا گیا۔ اس مزید اہم اور ذمہ دارانہ کام کی تفصیلات آئندہ اوراق میں دی جائیں گی۔

میوزیم کی تشریحی فہرست کی تدوین اور اس کی طباعت کا کام۔

میوزیم کی تنظیم میں اس تمام ذخیرہ کی ایک تشریحی فہرست کی تدوین و ترتیب ایک اہم عنصر ہے۔ اس سے دو فائدے ہیں۔ ایک یہ کہ اس تمام ذخیرہ کی بقا کی ضمانت ہو جاتی ہے۔ دوسرے تشنگان علم کے لئے اس پورے ذخیرہ کی تصویر سامنے آ جاتی ہے۔ چنانچہ میں نے کتنا بولئے اور فراہمی

وغیرہ کو نئی عمارت میں کسی حد تک ترتیب سے رکھوا کر فہرست کی تدوین کی طرف توجہ کی۔ سب سے پہلے فارسی اور عربی کے مخطوطات کو علیحدہ علیحدہ کر کے نئے شوکیسیز میں رکھوایا۔ اس کے بعد فارسی مخطوطات کو فنون وار علیحدہ علیحدہ کر کے یہ طے کیا کہ سب سے پہلے فارسی مخطوطات کے چند اہم فنون کی فہرست مرتب کی جانی چاہئے تاکہ فارسی داں طبقہ اس سے باآسانی مستفید ہو سکے۔

چونکہ میں نے موجودہ زمانہ کے طریق ترتیب یعنی "ڈیوی سسٹم" (Dewy System) کو زیادہ آسان سمجھا لہذا اسی طریقہ کو اپنے کام کے لئے منتخب کیا جس کا اصول یہ ہے کہ ہر فن کے نمبر مخصوص ہیں جو "صفر" سے شروع ہوتے ہیں مثلاً متفرقات کے (...) "تین صفر" اس کے بعد فنون کے نمبر علیحدہ علیحدہ (۱۰۰) سے (۱۰۰۰) تک ہوتے ہیں۔ ذیلی فنون میں حسب تعداد ذیلی فنون اسی میں دہائی اور اعشاریہ کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح سے جملہ فنون اور ان کے ذیلی قسموں کو نمبروں اور اعشاریہ سے مزین کر دیا جاتا ہے۔ تشریحی فہرست کا جس کو آجکل کی اصطلاح میں کیٹلاگ کہتے ہیں اصولاً آغاز اسی نمبر سے ہوتا ہے جو پہلی جلد میں آتا ہے۔ لیکن میں نے حسب ضرورت اس میں اس قدر تبدیلی کر دی کہ پہلی جلد میں۔ فنون "تصوف" "سیرت" "تذکرہ" "تاریخ اسلام" اور "تاریخ ہند" کی تشریحات کو مناسب سمجھا۔ حالانکہ پہلی جلد (...) سے شروع ہونی چاہئے تھی۔ بہرحال اس تبدیلی سے صرف جلد کا فرق ہو گیا ورنہ فنون کے نمبروں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس جلد میں ان چاروں فنون کے (۱۸۲) مخطوطات کی تشریح ہے۔ جو لوگ تشریح کے مالہ و ماعلیہ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایک کتاب کی تشریح کے لئے۔ اس کی ضخامت اور موضوع کے اعتبار سے اس کے مطالعہ میں کتنا وقت درکار ہوتا ہے بالخصوص اس صورت میں جبکہ وہ قلمی کتاب بدخط اور بد املا بھی ہو یا پرانے شکست آمیز خط میں وہ مخطوطہ لکھا ہو۔ کسی کتاب کی تشریح اور اس پر تبصرہ اس وقت تک ممکن ہی نہیں ہے جب تک اس کو بالاستیعاب نہ پڑھا جائے اور حوالہ جات کو نہ دیکھا جائے۔ اس کے ساتھ اس کی ندرت اور اہمیت پر بھی نظر رکھنی ضروری ہوتی ہے۔ کسی کتاب کی ندرت اور اہمیت کا حصہ چار خصوصی عناصر پر ہوتا ہے۔ (اول) موضوع کتاب دویم قدامت تصنیف۔ سویم خطاطی اور طلاکاری وغیرہ اور چہارم قدامت کتابت۔ یہی چار اعتبارات ایسے ہیں جو کتاب کے مرتبہ کو قائم کرتے ہیں۔ اگر کسی کتاب میں یہ چاروں خصوصیات ہیں تو کتاب یقیناً لاقیمت ہوتی ہے۔ لیکن اب جبکہ ایسی کتابیں طبع ہو کر منظر عام پر آ رہی ہیں اس لئے ایسا اب تقریباً دشوار ہے بہرحال ان چاروں میں سے جو خصوصیت بھی کسی کتاب میں موجود ہو وہ کتاب کی ندرت کے لئے کافی ہے۔ میں نے انھیں اعتبارات کو ملحوظ رکھ کر مندرجہ بالا چاروں فنون کی کتابوں کی تشریحات لکھی ہیں اور بعض پر نقد تبصرہ بھی کیا ہے۔ بہرحال میں نے پہلی جلد رات دن کی محنت کے بعد چھ مہینے میں تیار

کرلی جو فنڈ نہ ہونے کی وجہ سے اب تک زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکی "کُل اَمرٍ مرھُونٌ باو قاتھا"۔ اب عالی جناب پروفیسر ہمایوں کبیر صاحب کی دنیز گورنمنٹ آف انڈیا کی کرم گستری اور حضرت خواجہ صاحب کے حکم سے اس کی طباعت کا وقت آگیا۔ چنانچہ اس وقت وہ زیر طبع ہے اور امید ہے کہ اگر کام کی یہی رفتار اور صاحب مطبع کی یہی امداد رہی تو ایک ماہ میں یہ ضخیم اور مفید جلد طبع ہو جائے گا۔

چونکہ یہ کتاب لیتھو میں طبع ہو رہی ہے لہذا اس موقع پر اس کی دقتوں کا بیان کر دینا بے محل نہ ہوگا جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا تمام انجمنوں میں خواجہ صاحب نے تجدید پریس دہلی اور یونیورسٹی پرنٹرز علی گڑھ کے تخمینے منظور فرمائے۔ اور ان دونوں کو کام دیدیا گیا کچھ دنوں سے کاغذ کی دستیابی میں کافی دشواری ہوگئی ہے۔ نہ صرف قیمت بڑھ گئی ہے بلکہ حسب پسند کاغذ ملنا بھی دشوار ہوگیا ہے۔ بہرحال صاحب مطبع کی توجہ اور امداد سے اس مشکل پر بھی قابو پا لیا گیا ہے۔ گرانی کا مرض لاعلاج ہے۔ لہذا اس کو مجبوراً برداشت کرنا پڑا اب پروف کا پڑھنا اور اس کی صحت یہ مسئلہ بھی محنت چاہتا ہے ٹائپ کی طباعت میں صرف "پروف" کی اصلاح کر دینی کافی ہوتی ہے لیکن لیتھو میں دوہری محنت پڑتی ہے۔ یعنی پہلے تو کاپیاں پڑھی جائیں اور وہ صحیح کی جائیں صحیح ہو جانے کے بعد پھر نظر ثانی کی جائے اس کے بعد وہ پریس میں جائیں اور پھر اس کے چھپے ہوئے پروف کو پڑھ کر ان کی صحت کی جائے لیکن باوجود ان تمام محنتوں اور احتیاطوں کے کتاب غلطی سے محفوظ نہیں رہتی ہے۔ خدا جانے اردو کی حد تک اس ملک کی تصانیف کو اس لیتھو گردی سے کب نجات ملے گی۔ درحالیکہ دنیا کے تمام ملکوں نے اس ترقی یافتہ زمانہ میں طباعت میں بھی ترقی کی ہے اور بجائے لیتھو کے ٹائپ اختیار کر لیا ہے اس سے نہ ایرانی مستثنیٰ ہیں نہ عرب کا کوئی ملک۔ حتیٰ کہ افغانستان نے بھی ٹائپ ہی کو زبان کی ترقی کے لئے ضروری سمجھا لیکن ہندوستان کا اُردو داں اور اُردو نویس طبقہ خدا جانے اس ترقی کو کیوں غیر ضروری سمجھتا ہے اور لیتھو کا شیدائی ہے اُردو کے انحطاط کا یہ سب سے بڑا سبب ہے۔ انحطاط اس لئے کہ باوجود اپنی ہمہ گیری اور عمومی مقبولیت کے دنیا کی دوسری ترقی یافتہ زبانوں کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں ہے اور پھر شکایت دوسروں سے ہے کہ باوجود اُردو دانی کے اُردو دشمنی پر تلے ہوئے ہیں۔ اس مسئلہ پر رہنمایان اُردو کو جلد سے جلد غور کرنا چاہیئے۔ اور اس گتھی کو سلجھا کر کم از کم اُردو کی ترقی میں جو میرے نزدیک سب سے بڑا روڑا ہے اس کو دور کرنا چاہیئے کاپیوں اور پروف کی تکمیل بعد تصحیح کے بعد بھی غلطیوں کا ازالہ نہیں ہوتا ہے بلکہ ان کا خیال دل میں چبھتا رہتا ہے اور آخر میں جب دیکھا جاتا ہے کہ غلطیاں رہ گئی ہیں تو سوائے اس کے کہ دوسری غلطی یہ کی جائے۔ جیسا کہ دستور ہے کہ "صحت و غلط نامہ" آخر میں لگایا جائے اور کوئی راستہ نہیں رہتا لیکن میری رائے میں یہ اس سے زیادہ غلط راستہ ہے جس میں کتاب پڑھنے

والے کو مبتلا کیا جاتا ہے۔

میوزیم میں علاوہ فرامین وغیرہ کے مخطوطات کی تخمینی تعداد

علاوہ فرامین و وصلیوں وغیرہ کے میوزیم میں قیمتی کتب عربی و فارسی کی تعداد تخمیناً دو ہزار ہے۔ تخمیناً اس لئے کہ ابھی بہت سے پریشان اوراق کے ڈھیر ایسے موجود ہیں جن کو کتابی شکل میں لانا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ جو کتابیں مجلد ہو چکی ہیں ان سب کی ابھی تک (Classification) فنون واری تقسیم بھی نہیں ہوئی ہے۔ اس پہلی جلد کی تکمیل کے بعد اس کام کو کرنے کا خیال تھا۔ کیونکہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ کتب خانہ کی حفاظت کے لئے جہاں اور تدابیر ضروری ہیں وہاں تشریحی فہرستوں کی تدوین بھی ضروری ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی مجلد کیوں نہ ہو جائیں۔ ان فہرستوں کے علاوہ فرامین اور خطاطی کے اعلیٰ۔ اوسط اور ادنیٰ نمونوں کی تشریحی فہرست کی جلد ان سب سے علیحدہ ہونی چاہیئے۔ غرضکہ تمام مجلدات کی تدوین و طباعت اور کتابوں پر نمبر اندازی اور ان کو لوہے کی الماریوں میں محفوظ کرنے کا انتظام یہ ایسے کام نہیں ہیں جو چند دنوں یا چند مہینوں میں تکمیل پا جائیں بلکہ اس کے لئے سالہا سال کی میعاد بھی کم ہے۔ اس کے علاوہ محض فارسی و عربی داں اس کام کو کر دے۔ میری رائے میں اس کا امکان کم ہے۔ اس میں نہ صرف غیر معمولی محنت و کاوش۔ علمی ذوق۔ کام سے دلچسپی اور تشریح نگاری میں مہارت کی ضرورت ہے بلکہ انگریزی یا دیگر مغربی زبانوں سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ بطور خود ستائی نہیں ہے بلکہ ذاتی تجربہ کا نتیجہ ہے میرے لئے ایسی تشریحی فہرست کی تدوین کا یہ پہلا اتفاق نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے۔ اگر مبالغہ نہ سمجھا جائے تو میں یہ کہنے میں ذرا تامل نہ کروں گا کہ حیدرآباد کے محکمہ تعلیمات سے پنشن پر سبکدوش ہونے کے بعد میں نے ہزاروں قلمی کتابوں۔ (عربی اور فارسی) کا مطالعہ کر کے تشریحی اور تصریحی فہرستوں کے مجلدات لکھے ہیں۔ ۲۷ء و ۲۸ء میں جبکہ میں مسلم یونیورسٹی میں دینیات کا لکچرر تھا میں نے سبحان اللہ لائبریری" کے ایک حصہ کی فہرست تیار کی تھی جو طبع ہو چکی ہے۔ وہ اگرچہ تشریحی نہیں ہے لیکن "ڈلوی سسٹم" پر میرے قلم کی وہ پہلی فہرست ہے۔ بہرحال اس سابقہ تجربہ کا یہ طفیل ہے کہ میں نے اس میوزیم کی تنظیم جدید بھی کی اور بہت ہی مختصر وقت میں ۱۸۲ کتابوں کی تشریحی فہرست کا ایک مجلد رات و دن محنت کر کے تیار کر دیا کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے۔ ع

"آسان کرد جملہ دشواریہا"

تذکرہ جواہر زواہر اور اس میں کے بعض نادر مخطوطات کی تفصیل

"جواہر میوزیم" کے نام کی مناسبت سے میں نے اس فہرست کا نام "تذکرہ جواہر زواہر" رکھنا اس لئے موزوں سمجھا کہ یہ وہ درخشاں اور روشن جواہر ہیں جنکی چمک اور درخشانی سے اصحاب استعداد کے دماغ روشن ہوتے ہیں۔ یہی وہ روشنی ہے جو کبھی مدھم نہیں ہوتی ہے بلکہ اس روشنی سے جس قدر زیادہ کام لیا جائے اسی قدر زیادہ یہ روشنی بڑھتی جاتی ہے۔ بقولیکہ

هو المسک ما کررته یتضوع

خدائے علیم کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے بندوں کو اپنی صفت علم سے مزین فرما کر ان کے دماغوں کو روشنی عطا فرمائی۔ ایسی روشنی جو تا قیام قیامت مدھم نہیں ہوگی۔ بلکہ سینہ بہ سینہ اصحاب علم وفضل میں منتقل ہوتی رہے گی۔ مبارک ہیں وہ ہستیاں جو علم سے بہرور ہو کر خود بھی روشن رہتی ہیں اور دوسروں کو بھی روشن کرتی رہتی ہیں۔

فطوبی لعبد خصّهٔ خالق الوریٰ

باحسانه فضلا و اعطاه مارجا

(امیر خسروؒ)

(ترجمہ: مبارک ہے وہ بندہ جس کو خالق عالم نے اپنے احسان فضل وکرم سے مخصوص فرماتے ہوئے اسے وہ چیز (اپنی صفت علم) عطا کی جس کی اس نے آرزو کی)

لفظ تذکرہ کے معنی یادگار کے ہیں۔ لیکن اصطلاح میں تذکرہ ان تفصیلات کو کہتے ہیں جو کسی کی زندگی کے حالات کے متعلق ہوں چونکہ اس فہرست میں ان جواہر پاروں کی زندگی کا تفصیلی بیان ہے جو اپنی ضیا پاشی سے دلوں کو منور کرتے ہیں اس لئے اس کا نام تذکرہ موزوں تر ہے۔

قبل اس کے کہ میں بعض نوادرات کی تفصیلات بطور نمونہ پیش کروں کتابوں کی تشریحات کے متعلق یہ ظاہر کردوں کہ کسی کتاب کی تشریح کے لئے نہ صرف کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کرلینا ہی کافی ہے جس سے موضوع کتاب، مصنف اور کاتب کا پتہ چل سکے بلکہ اس کی بھی جستجو کی جائے کہ یہ کتاب اور کسی دوسرے کتب خانہ میں ہے یا نہیں' اور ہے تو کس کتب خانہ میں ہے۔ اور آیا وہ قدیم تر مکتوبہ نسخہ ہے یا زیر نظر نسخہ کے بعد کا مکتوبہ ہے۔ اس تلاش کے لئے جو ذریعہ ہے وہ دوسرے کتبخانوں کی فہرستیں ہیں جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ مصنف یا مولف کے حالات کا بھی علم ہونا چاہیئے جو مختلف تذکروں میں ملتے ہیں اور جو وقتاً فوقتاً لکھے گئے اور شائع ہوئے بہرحال اس قسم کی فہرستوں اور تذکروں کا دستیاب ہونا بظاہر

شکل تو نہیں ہو سکتا ہے اور نہ ہو سکتا تھا۔ مگر اس کے لئے کافی رقم کی ضرورت تھی۔ اٹاوہ جیسی جگہ میں بیٹھکر یہ حوالہ جات بغیر کافی رقم کے مہیا نہیں ہو سکتے تھے غرضکہ فنڈ کی بساط بھر جس قدر حوالہ جات کی کتابیں جنکی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔ مل سکیں ان سے استفادہ کیا گیا اور کچھ میوزیم کی قلمی کتابوں سے مدد لی گئی۔ اس کے علاوہ چونکہ میں نے اس سے پہلے بہت سی کتابوں کے تذکرے لکھے تھے جو شائع نہ ہو سکے ان سے بھی مدد لی۔ بہرحال ان دشواریوں کے ساتھ اس فہرست کو مدون کیا گیا۔

تفصیلات کتب حوالہ جات

۱۔ تشریحی فہرست مخطوطات فارسی وعربی آصفیہ لائبریری حیدرآباد (دکن) (فارسی میں) دو جلد

۲۔ فہرست مخطوطات فارسی آصفیہ لائبریری حیدرآباد (دکن) دو جلد

۳۔ تذکرہ مخطوطات فارسی و اردو۔ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد (دکن) (اردو میں) دو جلد۔

۴۔ "محبوب الالباب فی تعریف الکتب والکتاب"۔ مرتبہ خان بہادر خدابخش خاں صاحب مرحوم بانیٔ پٹنہ لائبریری وسابق جج حیدرآباد دکن (فارسی میں)

۵۔ مختصر تشریحی فہرست مخطوطات فارسی (کیٹلاگ) بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ مطبوعہ ۱۹۲۴ء (انگریزی میں)

۶۔ خزینۃ الاصفیا جلد اول و دوم مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ۔

۷۔ "مرآۃ الاشباح" (مصور) (فارسی) تیموری حکمرانان ہند کے مختصر حالات از [illegible]ء تا آخری تاجدار ہند بہادر شاہ ظفر (۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۲ء) جس کو حسب فرمان شاہی درباری مورخ محمد فخرالدین حسین نے ۱۲۶۶ھ میں مرتب کیا اور جس کو مطبع سلطانی لال قلعہ دہلی نے ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۲ء میں شائع کیا۔

۸۔ اخبار الاخیار مصنفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

۹۔ نفحات الانس مصنفہ حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ

ان کتب کے علاوہ ان حوالہ جات سے بھی کام لیا گیا جس کا ذکر اوپر کیا گیا۔ مگر مجھے افسوس ضرور ہے کہ پٹنہ لائبریری اور برٹش میوزیم وغیرہ کی فہرستیں میری دسترس سے باہر تھیں اس لئے بالضرور میری تشریحات میں خامی رہ گئی ہوگی۔ اس خامی اور سقم میں میری کم مائگی کو

بھی اسی قدر دخل ہے جس قدر بیشتر اور مفید ترکتب حوالہ جات کی عدم دستیابی کو۔ بہرحال کوشش میں نے یہ ضرور کی ہے کہ کتاب کی تشریح بحیثیت موضوع کے تشنہ نہ رہے۔ بعض مصنفین کا نام وغیرہ بیشتر تو اس وجہ سے نہ معلوم ہوا کہ کتاب یا تو ناقص الاول ہے یا ناقص الطرفین اور پھر مطلوبہ فہرستیں نہ ملیں۔ بہرحال یہ خامیاں ایسی ہیں جن کے وجوہ بیان کرکے میں یہ عرض کرکے معذرت بھی کروں گا۔

العفو عند کرام الناس مقبول

چند اہم مخطوطات کی تشریح بطور نمونہ

جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ قارئین کی ضروری معلومات کے لئے میں چند نادر مخطوطات کی مختصر تشریح بطور نمونہ ذیل میں پیش کر رہا ہوں جس سے نفس ذخیرہ کی ندرت کا اندازہ بآسانی ہوجائے گا۔

چند فرامین و دستاویزات

۱۔ فرمان شہنشاہ اکبر بابت واگزاشت جائداد حامد و محمود برادران (۹۸۱ھ)

۲۔ پروانہ ازطرف صدرالصدور بابت (۷۰) بیگھہ آراضی مدد معاش بیوہ ناصر جنگ (مکتوبہ ۲۷ الہی عہد شہنشاہ اکبر)

۳۔ پروانہ ازطرف مدار المہام افضل خان بابت عطیہ ۸۵ بیگھہ آراضی مدد معاش عالم خاتون و عائشہ خاتون (بہ عہد شاہنشاہ شاہ جہاں)

۴۔ وقف نامہ خانقاہ معلیٰ واقع کشمیر بہ مہر و دستخط میر سید محمد ہمدانی مکتوبہ ۷۹۶ھ

۵۔ سند الاجازت (عربی) از شیخ محمد بن علی بن شہاب الدین ہمدانیؒ (بہ خط نسخ پاکیزہ۔ پیشانی اور جداول مطلا و مذہب مکتوبہ ۱۱۹۹ھ)

تفصیل چند قرآن پاک و بعض اہم مخطوطات حدیث شریف وغیرہ

۱۔ قرآن پاک تقطیع کلاں۔ مکتوبہ ۱۰۶۰ھ بخط ثلث۔ بین السطور میں فارسی ترجمہ اور حواشی پر تفسیر فارسی

۲۔ قرآن پاک۔ یہ بخط نسخ اخفی تین گز لمبی اور ساڑھے تین انچ چوڑی کاغذی پٹی پر خط گلزار کے ساتھ ۱۱۵۶ھ میں لکھا گیا ہے۔

۳۔ "شمائل ترمذی":۔ مکتوبہ ۸۵۵ھ بخط نسخ پاکیزہ اور دیدہ زیب سرورق اور جداول

مطلّا اور مذہب ہیں۔ یہ نسخہ نواب افراسیاب خاں رومی نے شاہنشاہ اورنگ زیب کو پیش کیا تھا۔

۴۔ "بخاری شریف" سال کتابت نامعلوم۔ اول سے آخر تک مطلا و مذہب بخط نسخ لکھا ہوا ہے۔ یہ نسخہ بھی شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے مطالعہ میں رہا ہے۔ تحویلدار نے سنہ ۲۶ جلوس عالمگیری لکھ کر مطالعہ شاہی کی طرف "عرض دیدہ شد" لکھ کر اشارہ کیا ہے۔

۵۔ "مشکوٰۃ شریف" مکتوبہ سنہ ۹۹۹ھ (دو جلد) بخط نسخ پاکیزہ اول سے آخر تک مطلا و مذہب۔ حاشیہ پر ملا علی قاریؒ کی "کتاب المناسک" بھی لکھی ہوئی ہے۔ یہ کتاب بھی شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے مطالعہ میں رہی ہے جس پر شاہنشاہ نے اپنے قلم سے بعض احادیث کی تصریح فرمائی ہے۔

۶۔ ترجیعات عراقی۔ مکتوبہ سنہ ۹۸۸ھ کاتب اظہر یاقوت خط۔ نسخہ بخط نستعلیق خفی نہایت خوبصورت لکھا ہوا ہے اور اول سے آخر تک مطلا و مذہب ہے۔ حاشیہ پر "ترجیع اوحدیؒ و ترجیع خواجو کرمانی" بھی لکھی ہوئی ہے۔ پہلے صفحہ پر شاہنشاہ جہانگیر کے قلم کی یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

اللہ اکبر

"پنجم آذر سنہ جلوس داخل کتب خانہ
این نیاز مند درگاہ الٰہی شد در
دار الخلافہ آگرہ۔ حررہ جہانگیر
سنہ ۱۰۱۴ھ بن اکبر بادشاہ"

حال ہی میں "کلیات عراقی" ایران میں چھپی ہے لیکن اس میں ترجعات عراقی نہیں ہیں۔

۷۔ سراج الہدایت:۔ ملفوظات سید جلال الدین بخاریؒ مرتبہ ۷۸۶ھ ان ملفوظات کو حضرت سید نور الدین مبارک غزنویؒ کے پوتے احمد ملے سیاہ پوش علویؒ کے اصل ملفوظ سے حضرت مخدومؒ کے صاحبزادہ کے اصل نسخہ سے نقل کر کے معہ مقدمہ کے از سر نو ترتیب دیا۔

۸۔ کتاب اسولہ و اجوبہ رشیدی۔ مصنفہ شیخ رشید الدین فضل اللہؒ المشہور بہ طبیب ہمدانی۔ سال تصنیف سنہ ۷۰۱ھ سال کتابت سنہ ۹۲۲ھ بخط نسخ خراسانی خفی۔

تقطیع ۸ × ۱۲ ۔ اوراق (۳۰۰) شیخ رشید الدین فضل اللہؒ سلطان محمد الجایتو خدابندہ والئی خراسان کے وہ مشہور وزیر اعظم تھے جن کی علمیت کا شہرہ اسی زمانہ میں ہو چکا تھا۔ یہ ہندوستان میں آ کر سلطان علاؤ الدین خلجی کے بھی مہمان رہے تھے اور سلطان کے غیر شرعی اعمال پر انہیں نصیحت بھی کر گئے تھے ان کے مکتوبات رشیدی" طبع ہو چکے ہیں لیکن یہ کتاب ابھی تک طبع نہیں ہوئی ہے۔ اور نہ غالباً دنیا کے کسی کتب خانہ میں اس کا کوئی دوسرا نسخہ ہے غالباً اس لئے کہ جتنے کیٹلاگ (Catalogue) میری نظر سے گذرے ہیں ان میں یہ کتاب نہیں ہے حال ہی میں ایران کا بھی ایک کیٹلاگ شائع ہوا ہے۔ اس میں بھی یہ کتاب نہیں ہے۔ کتاب اپنی جامعیت کے اعتبار سے "مجمع العلوم" یا "مخزن الفنون" ہے۔

۹۔ معرفۃ القلب یا عشقیہ۔ مصنفہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ سال تصنیف تقریباً ۶۷۸ھ۔ مکتوبہ ۱۲۰۰ھ بخط نستعلیق قدیم تر مکتوبہ نسخہ ہے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ مخطوطات میں اس کتاب کے کئی نسخہ جات ہیں لیکن اس قدر قدیم اور خوبصورت لکھا ہوا نسخہ کوئی نہیں ہے اس لئے زیر نظر نسخہ اہم اور نادر ہے۔ (۲۹۷/۷ع)

۱۰۔ عنایات الٰہیہ:۔ سال تصنیف ۱۱۶۲ھ۔ مسائل تصوف پر ایک یہ لاجواب رسالہ ہے جس میں مصنف نے اپنے دادا شاہ عنایت اللہؒ نقشبندی بالاپوری (دکن) کی سوانح کو بھی لکھا ہے۔ شاہ صاحبؒ کا وصال شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے انتقال سے ایک سال پہلے ۱۱۱۷ھ میں ہوا۔ (۲۹۷/۷)

۱۱۔ درجات خمس۔ سال تصنیف ۱۰۲۷ھ ۱۰۲۷ھ۔ تصوف و سلوک میں یہ ایک لاجواب رسالہ ہے۔ جو حضرت پیر محمد لکھنویؒ کا مصنفہ ہے (۲۹۷/۷ / ۱۸)

۱۲۔ خلاصۃ الاخبار فی بیان احوال الاخیار:۔ سال تصنیف ۹۰۵ھ مکتوبہ ۹۲۰ھ یہ کتاب مستند حوالہ جات کے بہت ہی اہم تاریخ اسلام ہے جو خلق آدم سے شروع کر کے مصنف نے اپنے ولی نعمت امیر نظام الدین علی شیر والئی ہرات پر ختم کی ہے اس نسخہ کی کتابت مصنف کی زندگی ہی میں ہوئی ہے اور مصنف نے غالباً اس پر نظر ثانی بھی کی ہے۔ کیونکہ جگہ جگہ اصلاحات اس کی شاہد ہیں۔ یہ سودۃ المصنف ہے جیسا کہ بعض فہرست نگاروں کا خیال ہے خلاصہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک بڑے ذخیرہ تاریخ کا ملخص یا نچوڑ ہے۔ (۹۰۰/۶۶ / ۲)۔

۱۳۔ نفحات الانس:۔ سال تصنیف ۸۸۳ھ مکتوبہ ۱۰۸۱ھ مشہور نفحات کا یہ نسخہ نہایت پاکیزہ نستعلیق خط میں مطلا و مذہب ہے سر ورق پر سلطان محمد صفوی کے کتب خانہ کی

سنہری مہر ہے۔ جس میں سلطان اور کتب خانہ شاہی کے تحویلدار محمد آسمعیل ترکمان کے نام ہیں۔ اور ۱۰۰۹ھ لکھا ہے۔ نسخہ کے آخری ورق کی پشت پر شہزادی جہان آرا بنت شہنشاہ شاہجہاں کے قلم کی ایک مختصر عبارت ہے جس میں شہزادی نے اپنا نام لکھتے ہوئے ۱۰۵۰ھ لکھا ہے۔ اس سے قدیم مکتوبہ نسخہ شاید ہی کسی کتب خانہ میں ہو۔ (۹۲۰/۹۰)

۱۴:- تذکرہ بے نظیر ۔ مصنفہ ۱۱۷۲ھ گیارھویں اور بارھویں صدی ہجری کے فارسی شعراء کا واقعی بے نظیر تذکرہ ہے۔ جن میں سے بیشتر مصنف کے معاصرین ہیں :- (۹۲۰/۸۶ / ۳۰)

۱۵- تصنیف الملوک مرتبہ ملوک چند مرلی دھر۔ سال تصنیف ۱۰۹۵ھ جس میں بادشاہوں کے فرامین و نشانات امراء کے نام اور امرا کی عرضداشتیں وغیرہ ہیں۔ مکتوبہ شکست آمیز قدیم ہے۔ غالباً مرتب کے ہاتھ کا ہی نسخہ ہے۔ (۹۵۴/۱۴۸)

۱۶- دستور السیاق :- یہ حساب وکتاب و مال گزاری کے فن میں مشہور ہندی کتاب "مدھ پرکاش" کا فارسی ترجمہ ہے جو لالہ اودے لال کے قلم کا رہین منت ہے۔ جس کو انھوں نے ۱۲۳۶ھ میں لکھا (۹۵۴/۱۷۷ / ۳۷)

۱۷- انشاء دستور الہی — مرتبہ میر عبد الجلیل بلگرامی مرحوم ۔ یہ حضرت سید ضیاء اللہ بلگرامی ؒ کے خطوط کا مجموعہ ہے جس کو مرتب نے ۱۱۱۷ھ میں ترتیب دیا اور مرتب کے صاحبزادے سید ضیاء الدین مرحوم نے اس کو نقل کیا۔ طلباء تاریخ کے لئے یہ بہت مفید مجموعہ ہے (۹۵۴/۱۵۰ / ۶۶)

دیباچہ میں ان چند کتابوں کو اس لئے مجملاً بیان کر دیا گیا ہے تاکہ قارئین کرام پہلی ہی نظر میں میوزیم کے اس ذخیرہ کی اہمیت اور ندرت کا اندازہ کر لیں۔ ان درست شدہ کتب کے علاوہ جو میوزیم میں ہیں۔ ایک ڈھیر اور بھی ہے جس میں یقیناً کچھ مفید کتابیں ہوں گی۔ اس ڈھیر میں منتشر اوراق کی جستجو کرنی اور پھر ان کو کتاب کی شکل دینی کافی محنت اور وقت چاہتا ہے۔ مگر اس کو جلد سے جلد کرنا چاہیئے ورنہ وہ ڈھیر بھی کچھ دنوں کے بعد ردی یا خاک کا ڈھیر ہو جائیگا۔

خاتمہ

احباب و معاونین کی سپاس گزاری صرف ایک دستور ہی نہیں ہے بلکہ فی الحقیقت ہمارے ایمان کا وہ ایک جز ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

یعنی شکر انسان شکر اللہ کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اس لئے میں احباب کی شکر گذاری کو ضروری سمجھتے ہوئے سب سے پہلے :-

۱۔ مکرراً اپنے محترم و مخدوم کرم فرما حضرت خواجہ صاحب کا شکریہ ادا کروں گا جن کی ذات گرامی ہم جیسے کم مایہ لوگوں کے لئے ایک بے بہا نعمت ہے۔

اطال اللہ عمرہٗ و ظلہٗ

۲۔ میرے قدیم دوست شیخ عبدالرشید صاحب سابق پروفیسر و چیرمین شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میرے شکریہ کے خاص طور پر مستحق ہیں جن سے میری ملاقات (۳۵) سال کی ہے۔ اور جنھوں نے اس تذکرہ کی طباعت میں مجھے مفید مشورے دیے۔ خصوصیت سے "انگریزی مقدمہ" کے پروف کی صحت میں کافی مدد دی۔ یہ ان کا محبانہ اور مخلصانہ بیلاجذبہ نہیں ہے بلکہ ہمیشہ انھوں نے میری تصانیف میں جو اس سے پہلے (اردو اور انگریزی میں) چھپیں ایسی ہی مخلصانہ دلچسپی لی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ ہستی ہے جو اب تک اپنے تئیں صحیح معنوں میں طالب علم سمجھتی ہے۔

اللھم زِد فزِد :-

۳۔ بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اس موقع پر اپنے عزیز دوست عزیزم خلیق احمد نظامی سلمہ اللہ تعالیٰ پروفیسر شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا ذکر نہ کروں۔ جن کے اخلاص و اخلاق ، محبت و الفت ، علمی محنت و کاوش اور تحقیقی وسیع النظری کا میں دل سے معترف ہوں۔ فی الحقیقت اگر بعض کتابوں کی تشریحات کے متعلق ان کے بروقت مفید مشورے میرے معاون نہ ہوتے تو ان تشریحات میں ناقابل تلافی خامی رہ جاتی۔ جس کا بعد میں مجھ کو بہت افسوس ہوتا۔

اللھم زِدہٗ توفیقاً حسناً و ارزقہ علماً واسعاً و عملاً صالحاً

۴۔ اس کے بعد اسلامیہ کالج اٹاوہ کے ان تمام اساتذہ کا شکریہ ادا کروں گا جنھوں نے ہمیشہ میرے ساتھ تعاون کیا اور محبت سے پیش آکر میرے منشا کو عملی جامہ پہنایا۔

میں نے جس طرح سے دیباچہ کا آغاز حضرت امیر خسروؒ کے عربی شعر سے کیا دیباچہ کا اختتام بھی میں انہی کے شعر سے کرتا ہوں۔

ولا تجعل غراسی مثل دوح | تقاطر منہ دُرٌّ کان سما

ترجمہ :- اے اللہ میرے درختوں کو ایسا درخت نہ بنا جس سے کم قیمت مروارید ٹپکیں)

وما توفیقی الا باللہ والیہ المرجع والمآب

خاکسار
محمد ابراہیم فاروقی

علی گڑھ ــــ ۱۵ اپریل ۱۹۵۹ء

تعارف

(از جناب محترم عبدالمجید خواجہ صاحب بیرسٹرایٹ لا۔ علی گڑھ ۔ آنریری سکریٹری و منیجر اسلامیہ انٹر کالج اٹاوہ)

یوں تو میں عزیزم مولانا محمد ابرار حسین صاحب فاروقی ایم۔ اے (علیگ) سے تقریباً (۳۸) (۳۹) سال سے واقف ہوں جبکہ عزیزم موصوف حضرت مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بزمانہ تحریک ترک موالات۔ پرائیویٹ سکریٹری تھے مگر ان کی علمی اور انتظامی صلاحیتوں سے مجھے پوری پوری واقفیت اس وقت ہوئی جبکہ میں نے ۱۹۵۴ء میں آن کو جوائنٹ سکریٹری کی خدمت پر مامور کر کے اسلامیہ انٹر کالج اٹاوہ کے انتظامی امور سپرد کئے۔ اس پانچ سال میں انھوں نے۔ میری زیر ہدایت۔ کالج کی جو ہمہ جہتی خدمات انجام دی ہیں ان کی تفصیلات کا محل نہیں ہے۔ بس اس کے لئے صرف یہی کہدینا کافی ہے کہ ان کی غیر معمولی محنت۔ انتظامی قابلیت اور ان کا علمی ذوق قابل صد ہزار تحسین ہے جنھوں نے میری ہدایات پر بے کم و کاست عمل کر کے میرا پورا پورا ہاتھ بٹایا جس کا میں شکر گذار ہوں اور رہوں گا۔ کالج کے انتظامی امور سے قطع نظر کر کے "جواہر میوزیم" کی تنظیم کا سہرا انھیں کے سر ہے جس کے ذخیرہ کے ایک چھوٹے جزو کا تذکرہ بنام "تذکرہ جواہر زواہر" (جلد اول) اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ جس کسی نے پرانی قلمی کتب۔ عربی۔ فارسی۔ اردو کی ورق گردانی کر کے ان کی تشریحات اصحاب علم و دانش کے سامنے پیش کی ہیں وہ جانتے ہیں کہ صرف یہی کام کس قدر مشکل اور صبر آزما ہے اور پھر اس وقت جبکہ اس کو ذمہ دارانہ حیثیت سے دوسرے متنوع انتظامی امور بھی ایک تعلیمی ادارہ کے سپرد ہوں تو یقیناً اس وقت یہ کام مشکل تر ہو جاتا ہے۔ عزیزم موصوف نے ان دونوں خدمتوں کو مساویانہ اہمیت دی اور دونوں میں کامیابی حاصل کر کے اپنی غیر معمولی قابلیت اور صلاحیتوں کا ثبوت دیا۔ ورنہ عموماً محنتی سے محنتی شخص کے لئے یہ بہت دشوار امر ہے کہ بالخصوص اپنی مدت ملازمت پوری کر کے اور پنشن لینے کے بعد جبکہ اس کے قوائے جسمانی و دماغی محنت سے کنارہ کش ہو کر آرام و راحت کے متقاضی ہوتے ہیں۔ ایک طرف تعلیمی ادارہ کے پیچ در پیچ مسائل کو حل کرے اور دوسری

طرف مخطوطات کے ذخیرہ کی تنظیم کرکے اس کو بہترین "میوزیم" کی شکل دے۔ مگر عزیزم موصوف ان شاذ لوگوں میں سے ہیں جو اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ حکومت حیدرآباد کے انسپکٹری مدارس اور پرنسپلی کالج سے سبکدوشی کے بعد ان کے قوائے جسمانی و دماغی اس وقت تک ان کے ایسے ہی فرمانبردار و مطیع ہیں جیسے کہ زمانہ شباب و عروج میں تھے۔

کسی کتاب پر صحیح تبصرہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ تبصرہ بالشریح نگار نہ صرف اس کا بالاستیعاب مطالعہ کرکے زیادہ سے زیادہ کتب حوالہ جات اور ماخذوں سے ہی استفادہ کرے جو تشریح لکھنے والے کے لئے ضروری ہے بلکہ اس علم اور موضوع پر بھی اس کو کافی دوائی عبور ہو جس کے مکمل خلاصہ کو وہ علمی دنیا میں پیش کرنا چاہتا ہو۔ عزیزم موصوف نے اپنی تشریحات میں جو کتب تصوف۔ سیرت وتذکرہ۔ تاریخ اسلام اور تاریخ ہند پر لکھی ہیں۔ اس کا پورا پورا ثبوت پیش کردیا۔ میں بلامبالغہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ انھوں نے اس مجلد کو منظر عام پر لاکر تشریح نگاری کا حق ادا کرتے ہوئے اس کا سبق آموز نمونہ پیش کردیا۔

غرضکہ "جواہر میوزیم" کی موجودہ دلکش شکل عزیزم موصوف الصدر کی ان تھک علمی اور عملی کوششوں کا ثمرہ ہے۔ جنھوں نے "تذکرہ جواہر زواہر" کے ذریعہ سے "جواہر میوزیم" کو علمی دنیا سے متعارف کرکے اس ضرورت کو۔ جو بالخصوص اس ثقافتی اور علمی تحقیقات کے زمانہ میں اشد ضروری تھی اس کو بدرجہ اتم پورا کیا اور اس طرح سے ایک طرف "جواہر میوزیم" کو حیات تقیض انسان بخشی اور دوسری طرف علمی پیاسوں کی پیاس بھی بجھائی۔ آخر میں اپنے "پیش لفظ" کو اسی دعائیہ حدیث شریف پر ختم کرتا ہوں۔

اللھم فقہہُ فی الدین

واکرمہ بحق الیقین

والحمد للہ رب العالمین

عبدالمجید خواجہ عفی عنہ ۲ر مئی ۱۹۵۹ء

فہرست مخطوطات باعتبار فنون بہ قید صفحات

کتب فن تصوف ۲۹۷/۷ بہ قید صفحات

کتب تاریخ اسلام
نمبر ۹

ضمیمہ فہرست

تذکرہ جواہر زواہر

یعنی

فارسی مخطوطات

معہ ضمیمہ تذکرہ

جواہر میوزیم

اٹاوہ

از حمسه نطامی۔ مثنوی شیریں خسرو مصور و مطلا و مذهب مکتوبه ٥٦١١

۱۔ ملفوظ حضرت شاہ عالمؒ احمد آبادی گجراتی

تصوف ۲۹۷/۷

مصنف : نامعلوم الاسم سالِ کتابت : غالباً دسویں صدی ہجری اوراق (۲۳) تقطیع ۵" × ۸½"

یہ ملفوظ مشتمل حکایات ہیں جن میں مصنف نے نہ صرف مسائل تصوف کو بیان کیا ہے بلکہ حضرت شاہ عالم کی کرامات و اقوال کو بھی بیان کیا ہے۔

آغاز۔

حمد بےحد خداوندے را سزد کہ خاندان نبوت را بتشریف طہارت ازلی برگزید

کما قال جل جلالہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا

اختتام۔

و فرمودند کہ باعتماد کرم او کشفے نمودم و بہ یقین می دانستم کہ لطف لطیف شامل حال است

اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء و ھو القوی العزیز والحمد للہ علی ذلک و صلی اللہ علی محمد و آلہ الطاھرین

حضرت شاہ عالم قدس اللہ سرہ العزیز احمد آباد کے اقطاب میں سے گذرے ہیں۔ سلطان محمود بیگڑہ والی گجرات کے عہد سلطنت میں مرجع خلائق تھے۔ سلطان بھی جس نے ۸۶۳ھ سے ۹۱۷ھ تک کامل (۵۴) سال حکومت کی حضرت ممدوح الشانؒ کا معتقد تھا۔ حضرت ممدوح قدس سرہ کا جو حضرت قطب المشائخ شیخ احمد کھتوؒ کے معاصر اور اپنے والد کے وصال کے بعد شیخ المشائخؒ سے طالب بھی ہوئے تھے۔ وصال بقول مصنف مراۃ احمدی ۸۸۰ھ میں بہ عمر ۶۳ سال ہوا اور احمد آباد کے خطہ رسول آباد میں مدفون ہوئے۔ رسول آباد کو حضرت ممدوحؒ ہی نے آباد کیا تھا۔ آپ کے والد کا نام سید برہان الدین عبداللہ تھا اور لقب قطب العالم۔ شاہ عالمؒ کے متعلق ممدوح کے والد کو ان کی پیدائش کی بشارت ہوئی تھی اور یہ حکم ہوا تھا کہ ان کا نام "محمد" رکھو۔ چنانچہ ان کا نام و لقب محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم محبوب اللہ ہوا۔ آپ عالم متبحر بھی تھے اور ولی صاحب کشف و کرامات بھی۔ اپنے باپ کے شاگرد، مرید اور خلیفہ تھے دور دور سے لوگ حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے تھے۔ زندگی بالکل شاہانہ انداز کی تھی۔ ہزاروں متوسلین کا ہر وقت مجمع رہتا تھا اور مادی و روحانی فیوض سے مالا مال ہوتے رہتے تھے۔

کتاب میں چالیس حکایتیں ہیں۔ ان حکایات میں آپ کی تعلیم و تربیت۔ اقوال اور کرامات اور اس زمانہ کے بہت سے واقعات کی تفصیلات ہیں۔ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے نادر معلوم ہوتی ہے۔

کتاب خط نسخ نہایت صاف لکھی ہوئی ہے کتابت بھی بہت قدیم ہے جو دسویں صدی ہجری کی معلوم ہوتی ہے بعض بعض جگہ کرم خوردہ ہے۔ اول آخر کسی جگہ [illegible]

نام نہیں لکھا ہے لیکن سیاق عبارات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب ممدوح الشان کے آخر زمانہ یا وصال کے کچھ دنوں بعد ہی ان کے کسی مرید یا خلیفہ نے ترتیب دی۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے جس سے نام کاتب یا سال کتابت معلوم ہو سکتا البتہ کسی دوسرے کاتب نے آخر میں بہ سلسلۂ مقابلہ صرف اس قدر لکھا ہے "بلغ مقابلته بالاصل" اسی طرح سر ورق پر کسی اور کاتب نے "ملفوظ حضرت شاہ عالم احمد آبادی گجراتی سہروردی قدس سرہ ۱۰۳۰ھ ہجری رمضان" لکھا ہے۔ یقیناً یہ سال کتابت نہیں ہے۔ بلکہ جس کی ملکیت میں یہ کتاب آئی ہے اس نے اپنی ملکیت کے زمانہ کا سال لکھ دیا۔

حضرت سید شاہ عالم قدس سرہ العزیز کی تاریخ پیدائش ۸۱۷ھ اور تاریخ وفات ۸۸۰ھ ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں تاریخ وفات "بروز شنبہ ہشتم جمادی الاول بسال ہشت صد وہشتاد ہجری" لکھتے ہوئے عمر مبارک (۶۳) سال لکھی مصنف معارج الولایت نے بھی یہی تاریخ لکھی ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے لفظ "فخر" سے تاریخ وفات نکالی ہے اور مصنف معارج الولایت نے "شمع عشق" سے۔ مصنف خزینۃ الاصفیا (جلد دوم صفحہ (۱۷) نے جو ممدوح علیہ الرحمۃ کے متعلق ایک چھوٹی سی نظم لکھی ہے اس کے اشعار بابت تاریخ پیدائش و وفات یہ ہیں۔ ؎

تاریخ پیدائش = سال تولید شہ دیں ہم از خرد گفت بالقب "شاہ عالم شاہ دیں"

تاریخ وفات = گشت سال انتقالش جلوہ گر از ابن اللہ امام المتقین

کتاب بہر حال کافی اہم ہے اور موضوع کے اعتبار سے دلچسپ بھی ہے۔

۲۔ انوار الحکمت

۲۹۷/۶
۲

مصنفہ حکیم یوسف بن محمد بن یوسف المعروف بہ یوسفی سال تصنیف ۹۱۹ھ۔ سال کتابت ۱۱۹۳ھ۔ تعداد اوراق (۸) تقطیع ۸ × ۵ ½ یہ مختصر تر رسالہ تجرید و تفرید کے بیان میں کافی جامع ہے۔

آغاز۔

الحمد للہ الذی نور مصابیح القلوب بانوار حکمہ
[illegible] ... والصلوٰۃ علی محمد و
[illegible]

اختتام۔

از فضل حکیم یبدت نقش جدید آمد ز وال سال کہ یوسفی می طلبید
بگزشتہ ز ازشہر ربیع الاول در نہصد و نوزدہ باتمام رسید

مصنف نے اس چھوٹے سے رسالہ میں سلوک اور تصوف کے ہر موضوع پر روشنی ڈالی ہے اور ہر مسئلہ کا عنوان "کلمہ" لکھا ہے اور اس طرح سے پورے رسالہ کو کل (۶۸) کلمات پر منقسم کیا ہے۔ رسالہ دلچسپ اور قابل مطالعہ ہے۔ بیشتر مشکل مسائل کو نہایت آسان طریقہ پر سمجھایا ہے۔ مصنف نے دیباچہ ہی میں "تجرد و ترک تعلق دنیا" کی طرف اشارہ

ے ہوئے اپنے لئے توفیق کی دعا کی ہے اور اس کے بعد ہی اس رسالہ کا نام اس طرح سے لکھا ہے:۔

دو دلِ ما را بآثار این "کلمات" کہ بہ "انوار حکمت" موسوم است منور گرداں

گویا مصنف نے لفظ "کلمات" سے ابواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسالہ کا نام "انوار حکمت" بھی بتا دیا۔
اس کا ایک نسخہ مسلم یونیورسٹی لٹن لائبریری کے شعبۂ مخطوطات (ذخیرۂ سر سلیمان شاہ) کے "فن اخلاق" میں ہے۔
ں بھی سالِ تصنیف کا مصرع وہی لکھا ہے جو اوپر درج ہے۔
مصنف نے اس رسالہ کے آخر میں جو قطعہ لکھا ہے اس میں صرف اپنا تخلص "یوسفی" لکھا ہے لیکن انہیں کی ایک
ب "جامع الفوائد" المشہور بہ "طب یوسفی" کے کئی نسخہ جات معہ دوسری طب کی کتابیں (ذخیرۂ سر سلیمان شاہ مسلم یونیورسٹی)
ے گذر چکی ہیں جن میں مصنف نے اپنا پورا نام "حکیم یوسف ولد محمد ولد یوسف طبیب صاحب علاج الامراض المعروف
ی" اور ان کتابوں کا سالِ تصنیف سنہ ۹۱۷ھ لکھا ہے۔ اس سے صاف واضح ہے کہ اس "انوار الحکمت" کے مصنف بھی حکیم
ف ہیں جو طبیب جسمانی کے ساتھ ساتھ طبیب روحانی بھی تھے (رحمتہ اللہ علیہ) رسالہ کا خط معمولی نستعلیق ہے۔ آخر
ترقیمہ ضرور ہے مگر کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا صرف تاریخ و سالِ کتابت کو اس طرح سے لکھا ہے۔

تمت ہذہ الرسالۃ "انوار الحکمت" سبع و
عشرین من شہر ذی الحجہ سنہ ۱۱۹۳ من الہجریۃ النبویۃ
المصطفویۃ صلے اللہ علیہ وسلم

۲۹۷/۷

ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔

اوراق (۲۸) تقطیع ½۵" + ۸"

یہ اس رسالہ کا دوسرا نسخہ ہے جو ۲ پر تفصیلاً درج کیا جا چکا ہے۔ نسخہ بہت ہی معمولی خط نستعلیق جلی میں لکھا ہے اس
س کے اوراق زیادہ ہو گئے ہیں۔ رسالہ کے کاغذ اور کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سابقہ نسخہ کے مقابلہ میں قدیم
کاتب نے ہر "کلمہ" کو سرخی سے "کلمہ آخری" لکھا ہے۔ کاتب نے آخری قطعہ کا آخری مصرعہ یہ لکھا ہے۔

"از یا زدہ صد پنجاہ و دو با تمام رسید"

یہ مصرعہ پہلے نسخہ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نسخے سے مطابقت نہیں کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس مصرعہ کی بحر بھی
دوسرے مصرعوں کے بڑی ہے۔ اس لئے یقیناً یہ مصرعہ سالِ تصنیف کے اعتبار سے غلط ہے۔ ممکن ہے کہ سالِ کتابت
۔ واللہ اعلم۔

۲۹۷/۷
۴

مرآۃ السالکین۔

مصنف حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ سالِ تصنیف غالباً نویں صدی ہجری اوراق (۴) تقطیع ۷" × ½۴" ۔ سالِ کتابت ۱۲۵۵ھ
ت جامیؒ نے اس میں مختصراً حضرات نقشبندیہؒ کے طریقۂ ذکر و فکر کو لکھا ہے۔
ز۔

الحمد للہ الذی خصنا وخصص بشان المعرفة و
الصلوٰۃ علی رسولہ الہادی المہدی ہدانا الی
سبیل الطریقة واذکار الباطن والاشغال والمراقبة

اختتام۔
و از علامات آں اکمل السالکین جنید رضی اللہ عنہ و اولیاء ایں سلسلۂ قدسیہ نشان تحقیق نایدانہ کسب سلوک بسیار مفہوم سالکان ھا للہ ولی۔

دیباچہ میں مصنف نے وجہ تصنیف کتاب کو لکھتے ہوئے اپنا نام بھی لکھا ہے۔ چنانچہ بعد مختصر حمد و نعت فرماتے ہیں۔
"طریقہ قدسیہ حضرت بہاؤالحق والدین المعروف بہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ انچہ از پیران سلسلہ باضعف العباد عبدالرحمٰن جامی سند بہ سند رسیدہ جہت طالبان کا سنگار و سالکان ذوی الاقتدار بزبان عمل و حال املا نمودم"
اس مختصر رسالہ میں حضرت مصنف نے لا موجود الا اللہ پر کافی زور دیا ہے جو بقول مصنف اس سلسلہ کا مسلک تھا اس کے علاوہ "حلقہ" کے طریقہ کو بھی بتایا ہے۔
رسالہ خط نستعلیق جلی میں لکھا ہے۔ خفیف آب خوردہ ہے۔

ترقیمہ۔
ایں رسالہ مرآۃ السالکین در ماہ جمادی الثانی بتاریخ نوزدہم ۱۲۵۵ھ ہجری۔ تمت از دست فقیر حقیر نصرالدین حسین بن قاضی سید احمد حسین۔

۲۹۷/۷
۵

۵۔ مناقب غوثیہ۔

مصنف شیخ حبیب اللہ بن امام الدین قادری۔ سال تصنیف ۱۱۱۳ھ ہجری۔ سال کتابت ۱۳۶۶ھ ہجری۔ تعداد اوراق (۵۰)۔ تقطیع ۴/۱ + ۲/۱۔ یہ کتاب ایک حد تک حضرت غوث اعظم کی سوانح پر مشتمل ہے جس میں آنحضرت کے سرگذشت کے ساتھ ساتھ ممدوح الشان کے اقوال۔ مواعظ۔ کرامات کو بھی مجملاً بیان کیا گیا ہے۔

آغاز۔
سپاس بے قیاس مرکسے راکہ از قید ہا منزہ؛ از دوئی معرّیست و از انچہ در وہم و فہم گنجد مبرا است و ہر تجلی موجود و ہر صفت معبودے دیدۂ عارف رابر و نظرے مدہوشان بادۂ غفلت راکجا خبرے ؟

اختتام
و آں حضرت فرمود حق تعالیٰ با من عہد بستہ است کہ ہر کہ بر آستاں رسیدہ باشد یا از لنگر تو طعام خوردیا نام تو بہ تعظیم گرفتہ باشد ہمہ را بہ تو بخشیدم ھ

شاہ جیلانی کہ مردم راچو نور دیدہ است — من غلام وے کہ ماراحق باو بخشیدہ است

بعد حمد و نعت مصنف نے ایک طویل دیباچہ لکھا ہے جس میں مصنف نے اپنا نام اور سال تصنیف "سنہ یک ہزار و یکصد و سیزدہ ہجری" ۱۱۱۳ھ لکھتے ہوئے کتاب کا نام بھی لکھا ہے جس کو مصنف نے بقولِ خود "در یک ہفتہ تالیف نمود" اور اس کے بعد سلوک و تصوف کے بنیادی مسائل کو مجملاً لکھ کر کتاب کو ایک مقدمہ پانچ مقصد اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے۔ اس کے بعد ہر مقصد کی بھی تقسیمیں کی ہیں جن کا نام "مرصد" رکھا ہے اور اس کے تحت عنوانات دئے ہیں۔ جملہ عنوانات سرخی سے لکھے گئے ہیں۔ کتاب کافی مبسوط ہے اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ طیبہ کا پر از معلومات مرقع ہے۔

مصنف کتاب کے متعلق حضرت سید غلام علی آزاد بلگرامیؒ نے اپنی کتاب مآثر الکرام میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ حبیب اللہ قادریؒ قنوج کے رہنے والے تھے اور وہیں بعد وصال ۱۱۴۰ھ ہجری میں مدفون ہوئے۔ عالم صاحب درس اور ولی صاحب کشف و کرامات تھے۔ شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کے سلسلہ کے ایک بزرگ شاہ عبد الجلیل الہ آبادیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔

کاتب نے ترقیمہ کے بعد ایک دعا بھی بخط نسخ معمولی لکھدی ہے۔ کتاب بخط شکست آمیز معمولی لکھی ہوئی ہے۔

ترقیمہ۔

"تمت تمام شد کار من نظام شد ختم رسالہ غوثیہ بہ ماہ جمادی الآخر واقع تاریخ ۱۲۶۶ھ ہجری من تصنیفات شاہ حبیب اللہ قنوجی"۔ اسی نام کا ایک رسالہ ادبیات اردو حیدر آباد کے کتب خانہ میں بھی ہے (ملاحظہ ہو تذکرہ اردو و فارسی مخطوطات حیدر آباد جلد دوم ص۳۱۹) مگر اس کے مصنف بقول تذکرہ نویس محمد صادق شیبانی صفوی قادری احمد آبادی ہیں جس کا حوالہ خزینۃ الاصفیا جلد اول میں بھی ہے (ملاحظہ ہو خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۱۰ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

کاتب نے اپنا نام و پتہ نہیں لکھا۔

۶۔ مرآۃ المعانی (مثنوی)

۲۹۷/۷
۶

مصنف حضرت شیخ فضل اللہ جمالی دہلوی کنبو قدس اللہ سرہ العزیز سالِ تصنیف قبل سنہ ۹۴۲ ہجری۔ تعداد اوراق = ۱۸ = تقطیع ۵" × ۸" اس مثنوی میں مولف نے اصطلاحات صوفیہ کو شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے۔

آغاز۔

نامہ آغازم بنامِ ذو الجلال — آنکہ بیرون است از وہم و خیال
جان عالم پر تو انوار اوست — عرش اعظم نقطۂ پرکار اوست
صانع ہفت و نہ و پنج و چہار — خالق ماہ و خور و لیل و نہار
عالمِ اعیاں کہ آیات وے ہست — حرفہائے مصحف ذات وے ست

لم

اختتام۔

خلق را از حق ہمی بیند غیر — کعبہ را بر خلق بنمایند دیر
پیش غیر از نیست ایشاں را بہ جاں — از کرمی دار ندحالِ دل نہاں

خلق را در فعل خود حیراں کند　　گندم اندر زیر جو پنہاں کند
آں خدا بیناں کہ قوم دیگر اند　　نیم جو در گندم و جو لنگر اند

مثنوی ناقص الآخر معلوم ہوتی ہے۔ غالباً کاتب نے اتنا ہی حصہ لکھا ہے جیسا کہ موجودہ مثنوی کے آخری صفحہ کے آخری شعر سے اندازہ ہوتا ہے کیونکہ مصنف نے یہ فرماتے ہوئے ؎

بشنو اے طالب بیان ایں دو قوم　　بیں بہ چشم دل میان ایں دو قوم

ان دونوں گروہوں کی جن میں سے ایک "رہروانِ کوئے یار" ہے اور ایک "بے خود و بے اختیار" مثال اس طرح سے دی ہے ؎

قوم اول پردہ پوشش پردہ در　　قوم ثانی مشتمل اندر قدر
قوم اول نیک پوشش بد نما　　قوم ثانی فارغ از خوف و رجا

اس طرح سے درویش اور صوفی کی تمام واردات کو اقسام کی شکل میں بیان کر دیا اور جو ان کے علاوہ ہیں وہ بقولِ مصنف۔

آں خدا بیناں کہ قوم دیگر اند　　نیم جو در گندم و جو لنگر اند

میں داخل ہیں۔

مصنف نے درویش با صفا کی صفت ان دو اشعار میں واضح فرما دی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

تا ترا یکساں نہ باشد مدح و ذم　　کے نہی در راہ درویشی قدم
ہر کہ یکساں نیست دشنام و دعا　　او تواند رفت در راہ خدا

مصنف نے بعد حمد و نعت۔ پیر کی بلند پائگی کو بیان کرتے ہوئے مریدوں کو اطاعت پیر کا اس طرح سے سبق دیا ہے:- ؎

ہر کہ او عاشق نہ شد بر روئے پیر　　از صفا ہرگز نہ شد نعمت پذیر
نعمت حق در جمال پیر داں　　مظہر جامع کمال پیر داں
گر تو ذاتِ پیر خود کردی قبول　　ہم حق اندر ذاتش آمد ہم رسول

اس کے بعد اپنے پیر کے نام کی طرف اس طرح سے اشارہ کرتے ہوئے ؎

در سپہر سمآ آنچناں ذاتے کجاست　　ظاہر و باطن بگو شاہ سمآ ست

"شاہ سما" سے مراد حضرت شیخ سمار الدین کمبوہؒ ہیں۔ اس کے بعد اپنے پیر کے مرتبہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

صد جنید و صد شبلی و صد بایزید　　در کمالِ او بجز دو نا پدید کو

پیر کی اطاعت کا یہ انتہائی درجہ ہے جو با کمال مرید ہی کا حق ہو سکتا ہے۔

اوکھم

تخلص کے متعلق جناب مفتی احمد صاحب بسپروی اپنی کتاب "المشاہیر" میں "مرآۃ المعانی" کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "ان کا پہلا تخلص جلی تھا بعد میں ...

اپنے پیر و مرشد حضرت سماء الدینؒ کے حکم کی تعمیل میں جمالی تخلص قرار دیا"۔ اسی مناسبت سے مصنف "المشاہیر" نے اپنے مملوکہ نسخہ سے تخلص والا یہ شعر لکھا ہے:۔

ازجمالش شد جمالِ آفتاب　　　　زاں "جلالی" راجمالی شد خطاب

لیکن زیرنظر نسخہ میں یہ شعر اس طرح سے ہے:۔

ازجمالش شد جمالِ آفتاب　　　　زاں "جمالی" راجمالی شد خطاب

میں سمجھتا ہوں کہ حسن کے اعتبار سے دوسرا ہی شعر مناسب اور موزوں ہے واللہ اعلم مصنف نے وجہ تسمیہ کتاب کے متعلق لکھا ہے۔

چوں معانی کرد حق الہامِ او　　　　گشت مرآت المعانی نامِ او
نامۂ چوں روشنائی برفزود　　　　گشت مرآتے کہ روئے من نمود

شیخ جمالیؒ نے سلطان سکندر لودی سے لے کر شہنشاہ ہمایوں تک کے عہد دیکھے ۹۴۲ھ ہجری میں ان کا وصال ہوا اور مہرولی (دہلی) میں متصل روضہ مولانا مجدالدین حاجی دفن ہوئے شیخ بلند پایہ صوفی ہونے کے علاوہ بلند پایہ شاعر اور ادیب بھی تھے۔ یہ دونوں وجہیں ایسی تھیں جن کی وجہ سے اپنے عہد کے بادشاہوں کی نظروں میں محترم اور وقیع تھے۔ ممدوحؒ کی تصانیف میں "مہر و ماہ" اور "سیر العارفین" بھی کافی مشہور ہیں۔

مثنوی مرآت المعانی کی وہی بحر ہے جو حضرت مولانا روم کی مثنوی کی مقبول و مشہور بحر ہے۔

مثنوی کے آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں جس سے سال کتابت معلوم ہوتا لیکن خط نستعلیق خفی اور کاغذ قدامت کتابت کو ظاہر کرتے ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیشتر اسلامی ممالک کی سیاحت کرتے ہوئے اکثر معاصرین صوفیا سے استفادہ بھی کیا چنانچہ وہ ہرات پہنچکر حضرت مولانا جامیؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ ایک تذکرہ نویس نے اس سلسلہ میں لطیفہ لکھا کہ حضرت شیخؒ اپنی معمولی ہیئت میں حضرت مولاناؒ کی خدمت میں پہنچے اور برابر بیٹھ گئے۔ ایک اجنبی کو اس ہیئت میں بے باکانہ بیٹھے ہوئے دیکھکر حضرت مولانا نے وطن دریافت فرماکر مزاحاً فرمایا کہ "درمیاں تو و خرچہ تفاوت است" حضرت شیخؒ نے جو حضرت مولانا سے تقریباً ایک بالشت کے فاصلہ پر تھے برجستہ جواب دیا "یک بالشت" حضرت مولاناؒ یہ جواب سنکر بہت مسرور ہوئے اور جب معلوم ہوا کہ یہ شیخ جمالی ہیں تو بے حد توقیر و عزت فرمائی۔

اس کے بعد کاتب نے تعبیر و قیافہ نامہ نقل کر دیا ہے۔ بظاہر یہ بھی شیخ جمالی کا مصنفہ معلوم ہوتا ہے۔ رسالہ کے ابتدائی اوراق نہیں معلوم ہوتے ہیں کیونکہ رسالہ میں نہ حمد ہے نہ نعت اور نہ رسالہ اور مصنف کا نام ہے۔ اسی طرح سے آخر کے بھی اوراق نہیں ہیں صرف (ایک فصل کے (۲۰) اوراق) اور دوسری فصل کی چند سطریں ہیں۔

آغاز۔

شیخ سعید را در تعبیر خواب و آدم شناسی کہ آں را علم فراست گویند مہارتے نیکو بود و دریں مقدمات کم خطا کردے۔

اختتام۔ یعنی چوں نشان دریا بدایں جا استدلال کنند وگفتہ اند آیتہ
"عرفتھم بسیماھم اشارہ بدیں علم است سو بعضے مفسران۔"

گویا پہلی فصل علم تعبیر سے متعلق ہے جس میں جگہ جگہ احادیث نبویہ کے حوالے اور روایات صحیحہ بھی ہیں۔ دوسری فصل علم قیافہ کے متعلق ہے جیسا کہ فصل کے عنوان میں لکھا ہے

"دربیان علم فراست کہ آں را علم قیافہ گویند"

اس کے بعد اسی قدر یا اس سے کم وبیش اوراق ہونے چاہئیں واللہ اعلم

۳:۔ اس کے بعد ایک ناقص الطرفین رسالہ کی نقل بعنوان۔

"لطیفۂ دوازدہم"

اسی کاتب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ اس میں باعتبار حروف تہجی "دیوان حضرت مولوی" کے مشکل الفاظ کے معنی باعتبار "اصطلاح صوفیہ" لکھے ہوئے ہیں جس کے اوراق صرف (۶) اور جو "باب الالف" سے "باب النون" تک ہے۔

آغاز:۔

دربیان معانی زلف وخال و در امثال آں۔ قال الاشرف اسرار المشائخ ... والفاظ العرا۔ اصدا فنا

اختتام:۔

واگر آں رابطہ تمام موجودات پیوستہ بنودے قیام عالم ممکن نبودے

دیں۔ اعتقادے را گویند

مصنف نے ہر لفظ کے آخری حرف کو ملحوظ رکھ کر یہ فرہنگ مرتب کی ہے۔ مثلاً باب الالف۔ (کلیسا) باب البا۔ (محب) وغیرہ وغیرہ

یہ رسالہ بھی شیخ جمالی کا مصنفہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ شیخ جمالیؒ بعد ادائے فریضہ حج واپسی وطن پر دمشق بھی پہنچے تھے اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور شیخ فخر الدین عراقی قدس اللہ سرھم العزیز کی زیارات سے مشرف ہوئے یہ دونوں بزرگ وہیں مدفون ہیں اور دونوں کی قبریں متصل ہیں۔ غالباً اسی موقع پر وہ شیخ فخر الدینؒ کے صاحبزادہ شیخ کبیر الدین عراقیؒ سے بھی مستفیض ہوئے چنانچہ اس رسالہ کے آغاز میں اس طرف اشارہ بھی فرماتے ہیں۔

"چوں بصالحیۂ دمشق بشرف ملازمت حضرت شیخ کبیر الدینؒ ابن فخر الدین عراقی"

"مشرف شدیم ربا نواع فوائد عارفانہ واصناف فوائد محققانہ بہرہ مند گشتیم"

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:۔

"دیدیم کہ برخے از اصحاب خود را دیوان حضرت مولوی درس می گفتند بطبق اصطلاح صوفیہ بخلاف معانی متعارف کہ بخط وخال عروس معنی را آراستہ اند"

حضرت شیخ جمالی کثیر التصانیف بزرگ تھے جن کی بہت سی تصانیف کا پتہ نہ چل سکا۔ یقیناً یہ قیاس غلط نہیں

ہوسکتا ہے کہ یہ (۲-۲-۳) جو ناقص دستیاب ہوئی ہیں انہیں کی ہوں۔ واللہ اعلم

۷۔ مفتاح الاسرار والابرار۔ ۲۹۷/۷

اوراق (۷) (ناقص الآخر) تقطیع:۔ ۵"×۸" سلوک و معرفت میں یہ رسالہ کافی مبسوط و مشرح ہے لیکن کاتب نے جس کا نہ خط درست ہے اور نہ املا صرف چند ورق نقل کر دیئے ہیں وہ بھی اس طرح سے کہ درمیان کے بہت سے الفاظ جو نہیں پڑھے گئے وہ چھوڑ دیئے۔

آغاز۔

"شیخ علم الدین فضل اللہ مرامہ وسہل علیہ مآرامہ بحسن ظنے کہ بر من حقیر فقیر داشتہ"

"استشراح تفصیلات و انکشاف مشکلات میخواست"

اختتام۔

"ایشاں از محبت ماسویٰ اللہ پرداختہ و خالناے..... لذات مکاشفہ و عیاں بہرہ ی (؟)

"و اسرار اتقیا و عرفا مرتوئ ...."

نہ مصنف کا نام معلوم ہوسکا اور نہ سالِ تصنیف جو غالباً ترقیمہ میں ہوگا یا مصنف نے رسالہ کے خاتمہ پر لکھا ہوگا۔ رسالہ جیسا کہ دیباچہ سے پتہ چلتا ہے ایک مقدمہ۔ تین باب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں چار فصلیں۔ باب اول میں چھ فصلیں باب دوم میں چھ فصلیں۔ باب سوم میں پانچ فصلیں اور خاتمہ میں چار فصلیں اور ایک تتمہ ہیں لیکن کاتب نے مقدمہ کی پہلی فصل کے چند اوراق کو نقل کر کے چھوڑ دیا۔ کاتب یقیناً معمولی پڑھا لکھا آدمی تھا۔ خط اور کاغذ اسی زمانہ کا ہے جو بہت معمولی اور خط نہایت گندہ ہے۔

۸۔ ملفوظات و مکتوبات سید عبد الجلیل بلگرامیؒ ۲۹۷/۸

اوراق (۷۷)۔ تقطیع۔ ۵"×۸" سال تصنیف غالباً قبل ۱۱۳۸ھ ہجری

یہ پورا مجموعہ تقریباً ناقص ہے اسی وجہ سے نہ مرتب کا نام معلوم ہوسکا اور نہ سالِ ترتیب و کتابت۔ غالباً کتاب مراقبات سے شروع کی گئی ہے جس میں کل (۱۰) مراقبے ہیں لیکن کتاب کا آغاز پانچویں مراقبہ کے آخری حصہ سے ہے۔

آغاز۔

"مراقبہ (مراقب را باید کہ از صلاحیت مقصود یعنی آیت مذکورہ خانہ ہمہ دار داز انکہ"

"بہر جائے کہ بادشاہ نزول کند غوغائے عمرو زید نماند یشہور است" "ہر جا کہ"

"سلطان خیمہ زد غوغائے مردم عام را نماند"

اختتام۔ ازیجات گفتہ اند "الاستقامۃ فوق الکرامۃ" "چوں سالک دریں مقام"
"سبح اسم ربک الاعلیٰ الذی خلق فسوی
والذی قدر فھدی" ۔ والذی "

کتاب فی الحقیقت (۴) ابواب یا فصلوں پر حسب تفصیل ذیل منقسم ہے
۱۔ مراقبات (مراقبات (۵۰) ہیں، لیکن کتاب کا آغاز مراقبۂ پنجم کے آخری نصف حصّہ سے ہے اس طرح سے گویا مراقبۂ ششم سے آغاز ہے۔ درمیان کے (۹) مراقبات نہیں ہیں۔ کاتب نے سادے دو ورق چھوڑ دیئے ہیں اور مراقبہ (۲۲) سے پھر شروع کیا ہے۔ اسی طرح سے مراقبہ (۳۳) کے بعد (۱۰) مراقبات چھوڑ دیئے اور سادے ورق رہنے دیئے اور مراقبۂ (۴۴) سے لکھا۔ گویا کم و بیش پچاس میں سے نصف مراقبات ہیں
۲۔ مشاہدات ۔ اس کو "فصلِ چہارم" کے عنوان سے شروع کرکے لکھا ہے۔
"دربیانِ مشاہدہ یعنی روبرو شدن"
ان کی کل تعداد (۹) ہے اور یہ مکمل ہیں۔
۳۔ مکتوبات ۔ یہ شاید کل (۵۰) مکتوبات ہیں مگر کاتب نے صرف (۳۸) نقل کئے اور دو اوراق سادے چھوڑ دیئے یہ جملہ مکتوبات مختلف اصحاب و احباب کے نام سلوک و تصوف کی تفصیلات اور تشریحات میں ہیں۔
۴۔ رموز ۔ یہ کل رموز جس میں مختلف حیثیتوں سے رموزِ معرفت اور تصوف کو بیان کیا گیا ہے غالباً ایک سو ہوں گے مگر کاتب نے پہلے (۵۱) نقل کئے، اس کے بعد کچھ سادے ورق چھوڑ کر (۱۲) دوسرے نقل کئے، جس کو (رموز چہل و یکم) سے شروع کیا اور پھر ورق سادے چھوڑ دیئے اور (۱۲) دوسرے اور نقل کئے، جن کو "رموز شصت و یکم" سے شروع کیا۔

ان تفصیلات سے واضح ہوتا ہے کہ نسخہ انتہائی ناقص ہے۔ رسالہ اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت بلند پایہ اور قابلِ مطالعہ ہے اور اس لئے اہم ہے اوّل اور آخر ناقص ہونے کی وجہ سے مصنف کا نام و پتہ نہ معلوم ہوسکا۔ لیکن ہر مکتوب کی ابتدا مصنف نے "از جانب فقیر عبدالجلیل" سے کی ہے اور اس کے بعد ہی مخاطب الیہ کا نام لکھا ہے۔ چونکہ موضوع عارفانہ حیثیت سے بلند ہے اس لئے یہ قیاس غلط نہیں ہوسکتا کہ یہ رسالہ مصنفہ میر عبدالجلیل بلگرامی قدس اللہ سرہ العزیز کا ہے جو اپنے وقت کے اولیاء کاملین میں سے تھے اور جن کا انتقال ۱۰۵۵ھ میں بہ عمر (۸۵) سال ہوا۔ چونکہ آخر عمر میں بلگرام سے مارہرہ (ضلع ایٹہ) چلے آئے تھے لہذا بعد انتقال وہیں دفن ہوئے۔
اسی نام کے دوسرے بزرگ بھی اسی گھرانے کے تھے جو میر غلام علی آزادؔ کے نانا تھے اور جن کا انتقال دہلی میں بہ عمر ۷۶ سال ۱۱۳۹ہجری میں ہوا اور حسب وصیت مرحوم کی نعش مبارک بلگرام لائی گئی اور وہیں دفن کی گئی مرحوم اپنے وقت کے متبحر علماء میں سے تھے اور عہد عالمگیری وغیرہ میں ممتاز شاہی عہدوں پر مامور رہے ان کو علمِ ظاہر کے ساتھ

علم باطن بھی بدرجۂ اتم تھا۔

رسالہ چونکہ اوّل و آخر و اوسط ناقص ہے اس لئے مصنف کے نام کا اندازہ جیسا کہ اوپر ظاہر کیا گیا ہے صرف مکتوبات ہی سے ہوسکتا ہے یہ مکتوبات بعض ایسے بزرگوں کے نام ہیں جو بہر حال موخر الذکر بزرگ کے معاصر نہیں ہیں اس لئے یہ رسالہ یقیناً مقدم الذکر بزرگ سید عبدالجلیل بلگرامی قدس اللہ سرہ العزیز کا مصنفہ ہے ترقیمہ نہ ہونے کی وجہ سے سال کتابت بھی نہ معلوم ہوسکا۔ خط معمولی شکست آمیز ہے جو زیادہ قدیم تو معلوم نہیں ہوتا ہے لیکن بہر حال نسبتاً پرانا ضرور ہے۔ کاتب نے اکثر جگہ املا کی بھی غلطیاں کی ہیں۔

۲۹۷/۷
۹

۹۔ عنایات الٰہیہ۔

مصنف مولانا شمس الدینؒ نبیرہ شاہ عنایت اللہؒ سالِ تصنیف ۱۱۶۲ھ ہجری۔ سالِ کتابت ۱۲۹۳ھ ہجری
اوراق (۸۶) تقطیع ۳×۸

یہ رسالہ اگرچہ تذکرہ ہے لیکن تمامتر چونکہ مسائلِ تصوف و سلوک کا حامل ہے اس لئے اس کو فن تصوف میں درج کیا گیا۔ اس کے ابتدائی شاید دو ورق نہیں ہیں جن میں دیباچہ کا تمہیدی و تمہیدی حصہ ہے۔

آغاز۔

"ماجدوم بہ مخافت نسیان خود عجالتاً در سلک تحریر کشید"
"چنانچہ یکے از ہزار واندکے از اں بسیار بنگارش پیوست"

اختتام۔

"وسوائے ایں کلمہ نبوی دیگرے ندارم کہ بزبانِ خود رانم اللّٰھم مغفرتك
اوسع من ذنوبی ورحمتك ارجی عندی من
عملی سبحان ربك رب العزة عما یصفون
وسلام علی المرسلین والحمد للّٰہ رب العلمین"

مصنف نے اپنے دادا حضرت شاہ عنایت اللہ نقشبندیؒ بالاپوری (برہان پور دکن) کا یہ تذکرہ لکھا ہے جس میں نہ صرف اس سلسلہ کے بزرگوں اور مصنف کے اہلِ خاندان بزرگوں کے اجمالی حالات ہیں بلکہ حضرت شاہ صاحبؒ کے ملفوظات اور مقولات بھی ہیں۔ مصنف نے دیباچہ میں اولیاء سلف کے حالات لکھنے اور پڑھنے کا فائدہ۔ اپنے دادا کا نسب فانی اور جد الحجد کے "خجند" سے ترکِ وطن کرکے ہندوستان آنے کا ذکر کرنے کے بعد اپنے دادا سید عنایت اللہؒ کے مرید ہونے کا حال لکھتے ہوئے لکھا ہے۔

"آخر الامر در خدمتِ حضرت شیخ ابوالمظفر برہان پوری کہ خلیفۂ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم ولد حضرت قطب ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بودند"

سلوک خود را تمام کردند"

مصنف نے دیباچہ ہی میں رسالہ کا نام اپنے دادا کے نام کی مناسبت سے "عنایات الٰہیہ" لکھتے ہوئے تاریخ تصنیف کے متعلق لکھا ہے ؎

"تحریر این اوراق بعبارتِ سہل کہ قریب الفہم ہر یک باشد در چند ایام از ماہ ربیع الاوّل سنہ ۱۱۶۲ ہجری یکہزار و یکصد و شصت و دو ثبت یافت"

حضرت سید عنایت اللہ کا انتقال ۱۱۱۷ھ میں ہوا جیسا کہ مولانا غلام علی آزادؔ کے ان تاریخی اشعار کے آخری مصرع سے مستفاد ہوتا ہے۔

قبلۂ اولیا امام ہدا	آفتاب سپہر فضل و کرم
نام پاکش عنایت اللہ است	ذاتِ پاکش برون ز وصف قلم
بعد اعلائے او ز شہر گجرات	سوئے ہند آمد و فشرد قدم
بعد ازاں در مقام بالا پور	آمد آں مرشدِ صنوف امم
گفت تاریخ رحلتش ہاتف	قطب اقطاب رفتہ از عالم

تاریخ کے مصرعہ لفظ "ازیں" کا وزن کے اعتبار سے "الف" گرتا ہے جو ضرورتِ تاریخ (۱۱۱۷) کی وجہ سے غالباً بحال رکھا گیا ہے کیونکہ مصنف نے بھی تاریخ انتقال یہی لکھی ہے :-

"پیش از رحلت دو روز بموجب امر قبر تیار کردہ بودند دراں مدفون نمودند

وکان ذالک یوم الخمیس فی الخامس العشرین من شہر

صفر فی سنۃ السابع عشر والمائۃ والالف "

یہ تذکرہ اور یہ ملفوظ حضرت شاہ عنایت اللہ صاحب کے تقریباً (۵۰) سال کے بعد ترتیب دیا گیا ہے۔ جس کو مصنف نے (۱۱) "عنایات" (ابواب) پر تقسیم کیا اور ہر "عنایت" کو "متعدد" "مقالات" "فصول" پر تقسیم کیا۔ آخری "عنایت" میں مصنف نے اپنے چچا اور بھائیوں کے حالات اور ان کے علم و ریاض کی تفصیلات دی ہیں۔

کتاب نہایت بلند پایہ ہے جو اس زمانہ کے بالخصوص دکنی رسم و رواج اور وہاں کے اولیاء و اتقیاء کے مسلکوں پر اچھی روشنی ڈالتی ہے۔ حضرت مولانا میر غلام علی آزاد رحمۃ اللہ نے "خزانۂ عامرہ" میں مصنف کے بھائی مولانا سید قمر الدین کے بیان میں ان کے دادا سید عنایت اللہ اور ان کے والد سید حبیب اللہ کے حالات لکھتے ہوئے ان کی تواریخ وفات علی الترتیب "مظہر بہشت" ۱۱۱۷ھ و "مستوجب بہشت" ۱۱۹۱ھ لکھی ہے اور اس گھرانے کے علوم و مجاہدات پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ کتاب بہ خطِ نستعلیق بہل صاف خط میں لکھی ہوئی ہے۔ البتہ بعض الفاظ کا املا صحیح نہیں ہے۔

"ہذہ الرسالۃ الاولیٰ تصنیف عین الکاف والنون عالم علم نون والقلم وما یسطرون ۔ الکائے شرع المبین المتمسک

بحیل المتین الشیخ الموجل سیدیہ حضرت مولانا شمس الدین علیہ الرحمہ حسب الارشاد کرامت بنیاد جناب سید نور المقتدی صاحب بقلم کمترین شیخ محمود عفی عنہ بتاریخ دوازدہم ربیع الثانی ۱۲۹۳ہجری بوقت مغرب تحریر و اختتام رسید"

۱۰۔ دیباچۂ خلاصۃ الارشاد فی الاوراد و الاشغال

۲۹۷/۷
۱۰

مصنف حضرت شیخ محمد نور اللہ بن عزیز اللہ الحقی والحسنی سالِ تصنیف۔ ۹۸۰ھ ہجری اوراق (۲)۔ تقطیع ۴½ × ۸½" کسی کاتب نے صرف ڈیڑھ ورق خلاصۃ الارشاد" کے دیباچہ کا نقل کیا تھا اس کو مجلد کرا دیا گیا۔ کاغذ اور کاتب بہت ہی جدید ہے جس کا خط نسخ و نستعلیق بہت معمولی ہے اس حصۂ دیباچہ میں مذکورۂ ذیل چیزیں ہیں۔

۱۔ مصنف کا نام
۲۔ کتاب کا نام
۳۔ مصنف کے والد حضرت قطب الحق کا نام
۴۔ مصنف کا منظوم شجرۂ نسب
۵۔ بعض اولیاء سلف کی تواریخ وفات وغیرہ

۱۱۔ معرفۃ القلوب (کتاب عشقیہ)

۲۹۷/۷
۱۱

مصنف۔ قاضی حمید الدین ناگوری قدس اللہ سرہ العزیز۔ سالِ تصنیف قبل ۶۷۳ھ ہجری۔ سال کتابت ۱۲۸۱ھ اوراق (۶۱) تقطیع ۵½ × ۹½"

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ وہ مشہور کتاب ہے جس کے نسخہ جات کئی کتب خانوں میں ہیں۔

آغاز۔

"لا الہ الا ھو درود بے حد و مر آں ظہور کہ مشہود ذات و مقصود صفات است و بر آل و بر اصحاب و بر پیروان وے باد"

اختتام۔

"ولا چند دریں تفرقہ متفرق باشی نفس و شیطان خلق و دنیا۔ کفر و اسلام خیر و شر۔ بہشت و دوزخ ہمہ را در دائرۂ محبت جمع کن و در آستانۂ معرفت بسائی و بدست عشق غلول بند و در دریائے وحدت پرتاب کن والسلام۔ یعنی ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا"

مسائل سلوک و معرفت میں یہ وہ بلند پایہ نادر کتاب ہے جو ہر شخص کے فہم و ادراک سے بالاتر ہے بقول صوفیائے کرام "فہم من فہم" لفظی ترجمہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے مطالب کی کنہ کو پہنچنا اسی عالی شخصیت کا

حصہ ہے جو اس وادی پرخار سے گذر چکا ہو یا گزر رہا ہو اس کے لئے مجاہدہ اور توفیق دونوں کی ضرورت ہے مصنف نے مختصر تر مگر جامع ترحمد و نعت کے بعد "مخفی کنز" کے مطالب کو آیاتِ قرآنی کے حوالہ سے بیان کرتے ہوئے (۵۲) عنوانات دئے ہیں۔ ہر عنوان کی سُرخی "ہیہات ہیہات" ہے اور اس کے تحت ذات وصفات۔ وحدانیت و وحدت۔ محبت و رحمت۔ بقا و فنا۔ بیم و رجا۔ آخرت و دنیا۔ عبودیت و ربوبیت وجود و شہود وغیرہ وغیرہ کو بحوالۂ آیات قرانی و احادیث نبوی واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ کتاب فی الحقیقت حضرت ناگوری قدس اللہ سرہ العزیز کے ریاض و مجاہدہ کا وہ مرقع ہے جو رہروانِ کوئے یار کے لئے شمعِ ہدایت اور سرگردانِ وادیٔ حقیقت کے لئے نورِ معرفت ہے۔ کیونکہ بقول مصنف قدس اللہ سرہ العزیز۔

"ازاں گاہ کہ از خانۂ تاریک ایں روشنی پدید آمد انچہ نادیدہ بود در دیدہ آمد"

یعنی۔

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید　　　زد کلید ہر دو عالم شد پدید

عبودیت اور ربوبیت کی تشریح فرماتے ہوئے مصنف قدس اللہ سرہ العزیز عبودیت و ربوبیتِ ذاتی میں فرماتے ہیں کہ:۔

"ہر وقتے کہ بر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تجلیۂ ربوبیت غالب آمدے وصفتِ عبودیت در استیلائے آں محو گشتے دراں ساعت ہرچہ فرمودے آں کلام اللہ شدے چوں بصفتِ عبودیت باز آمدے دراں وقت ہرچہ از زبان مبارک صادر شدے آں احادیث گشتے"

جملہ عنوانات اور آیات قرآنی و احادیث نبوی سُرخ روشنائی سے بخط نسخ و نستعلیق لکھے ہوئے ہیں۔ حواشی پر آیات و احادیث نبوی کے تراجم ہیں۔ آخر میں جو ترقیمہ ہے اس کی کرم خوردہ اور ضائع شدہ عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ۱۲۰۱ھ ہجری میں لکھا گیا جیسا کہ ترقیمہ کی آخری سطر کے نیچے کسی دوسرے کاتب نے لکھدیا ہے۔

نسخہ بخط نستعلیق جلی لکھا ہوا ہے اور مسطلا و مذہب ہے۔ البتہ آخر کے (۵) ورق کے اوپری حصے کرم خوردگی کی وجہ سے نہ صرف خراب ہو گئے بلکہ جلد ساز کی ناواقفیت کی وجہ سے جس نے اس جگہ پر معمولی کاغذ لگا دیا ضائع ہو گئے اور اس جگہ کی سطریں کٹ گئیں۔ بہرحال اس کتاب کے نسخہ جات اکثر جگہ ہیں۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کتب خانہ مخطوطات میں بھی اس کے کئی نسخے ہیں لیکن اس قدر اچھے لکھے ہوئے اور اتنے قدیم مکتوبہ نہیں ہیں اس لئے اگر اس نسخہ کو نادر کہا جائے تو بیجا نہیں ہے۔ اس رسالہ کا اردو ترجمہ طبع ہو چکا ہے۔ لیکن فارسی کا مطبوعہ نسخہ نظر سے نہیں گذرا۔ صاحب خزینۃ الاصفیا جلد اوّل صفحہ ۲۱۳ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ نے "تاریخ وصال دہم ربیع الثانی و بقول بعضے بتاریخ نہم ماہِ رمضان سالِ ششصد و ہفتاد و ششت ہجری است" لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ "قاضی حمید الدین ناگوری رحمہ را تصانیف بسیار است درعوارف و عشق و محبت"۔

اس کے بعد صرف "طوالع شموس" کا نام لکھا ہے بہرحال "بسیار تصانیف" ہی میں سے۔ جو طبع نہیں ہوئیں یہ

کتاب معرفۃ القلوب بھی ہے۔

ترقیمہ۔

"تمت تمام شد کتاب معرفۃ القلوب بتصنیف حضرت قاضی حمید الدین (اس کے آگے کا حصہ کٹ گیا) قدس سرہ تحریر یافت بروز (اس کے آگے کا حصہ کٹ گیا) بتاریخ دہم شہر مذکور تحریر یافت (اس کے آگے کا حصہ کٹ گیا) ۱۲ ... سنہ ہجری"۔

بہر حال یہ نسخہ غالباً قدیم تر ہے۔ سرورق پر ایک عبارت بہ خط شکست آمیز جلی لکھی ہوئی ہے جس کے بعد ۱۲۵ ... ھ لکھا ہے اس کے نیچے ایک بیضوی چھوٹی مہر بھی ہے جس میں نام "عزیز خاں بہادر جنگ" لکھا ہے۔ عبارت یہ ہے

کتاب عشقیہ قاضی حمید الدین ناگوری و دو رسالہ در اباحت سرود و تکمیل الایمان شیخ عبد الحق و رسالہ مرآۃ الحق من تصنیف میر نعمت اللہ ولی و رسالہ مسما (مسمّٰی) بہ صاحب الکلامیہ فی الاقوال الباطلیۃ فی ملک فقیر عزیز خاں بہادر جنگ بہ برخوردار نور چشم بہادر خاں عرف احمد خاں طولعمرہ بخشیدہ غرہ شوال المکرم ۱۲۵ ... سنہ ہجری"۔

اس سرورق کے کونہ پر "عشقیہ قاضی حمید الدین ناگوری" لکھا ہے اس کے بعد چھوٹی بیضوی مہر ہے جس میں نام مع سنہ "سید محمد حیدر حسینی ۱۱۵ ... سنہ ہجری" لکھا ہے۔ یہ گویا مختلف مالکوں کی مہریں ہیں ان سے زمانۂ ملکیت کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔

آخر کے ایک صفحہ پر بہ خط شکست آمیز کچھ "نفحات الانس" کی عبارت ہے۔ کچھ فقہی مسائل۔ اور کچھ اقوال بزرگانِ سلف ہیں۔

۱۲۔ گوشت بابا لال دیال۔

$\frac{۲۹۷/۷}{۱۲}$

مرتبہ منشی چندر بھان المتخلص بہ برہمن۔ سال ترتیب و ترجمہ ۱۰۶۳ھ سالِ کتابت ۱۱۸ ... ھ بعہد محمد شاہ سنہ ... جلوس اوراق (۱۲)۔ تقطیع $\frac{۱}{۲}$۷ × $\frac{۱}{۲}$۸۔

یہ وہ مشہور گفتگو ہے جو اس زمانہ کے مشہور گوسائیں اور شاہزادہ داراشکوہ خلف شہنشاہ شاہجہاں کے درمیان گیان و دھیان یا تصوف و سلوک میں بہ شکل سوال و جواب ہوئی تھی جس کو شاہزادہ کے درباری اور بعد میں شہنشاہ شاہجہاں کے درباری منشی پنڈت چندر بھان المتخلص بہ برہمن نے ہندی سے فارسی میں ترجمہ کر کے پیش کی ہے۔ شاہزادہ داراشکوہ مرحوم نے اس گفتگو کا حوالہ اپنی مشہور کتاب "مجمع البحرین" میں بھی دیا ہے۔

آغاز۔

"گوشت بابا لال دیال و باد شاہزادہ بلند اقبال داراشکوہ بتصنیف چندر بھان منشی"۔

اختتام

"جوابِ کامل: چوں جانور بر شاخ درخت می نشیند بعد از انکہ پروازی کند آں شاخ از وقتِ پریدن او منصب یا دستادہ بحرکت می ماند ہمچنیں قالب از پریدنِ روح در تہلکہ می افتد"

مترجم نے آغاز ہی میں اس اصطلاح کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ "سوالِ عزیز" سے مراد "شاہزادہ والا گوہر" اور جوابِ کامل سے مراد گوسائیں سے ہے جب کو مترجم نے "محرمِ اسرار ذوالجلال" کا لقب دیا ہے۔ اسی کے بعد مترجم نے ترجمہ کے متعلق لکھا ہے "از زبانِ ہندی ترجمہ ہائے فارسی صورت جلوہ گری پذیرفت"

اس کے بعد ہی "سوالِ عزیز" اور "جوابِ کامل" لکھتے ہوئے مترجم نے سوال و جواب شروع کر دیئے۔ ہندی زبان میں "گوشٹ" قصے کو کہتے ہیں چونکہ یہ ایک گویا قصہ ہے لہذا مترجم نے اس گفتگو کا نام "گوشٹ بابالال دیال" رکھدیا۔ اس میں بعض سوالات تو مذہب کے متعلق ہیں اور بعض تصوف اور سلوک کے متعلق بعض جبر و اختیار کے متعلق اور بعض اخلاق اور رسم و رواج کے متعلق۔ بت پرستی کے متعلق شاہزادہ کا دارا شکوہ کا سوال لکھتے ہوئے۔

سوالِ عزیز:۔ "بت پرستی در عالم مانند چیست و فرمودہ کیست و بت پرستگاں را ندچہ فائدہ"۔ گوسائیں بابالال کا جواب اس طرح سے لکھا ہے:۔

جوابِ کامل:۔ ایں معنی از برائے استحکام دل مقرر نمودہ اند۔ شخصے کہ ازیں
معنی خبر دارست در صورتِ ایں معنی معذورست۔ و ہر کہ از
باطن آگاہ نیست در صورت وابستہ صورت است چنانچہ
دختران ناکتخدا بصور بازی دارند۔ بعد از انکہ کتخدا شدند
ترک آں نمودہ ہماں کار را خود می کنند پس ہمیں فہم رسم بت پرستی
است ہرگاہ کہ از باطن آگہی یافت از صورت خواہد شتافت

مرید و مرشد کے تعلقات پر جواب دیتے ہوئے "خلوص عقیدت" اور "راستی نقش دل" پر زور دیا کیونکہ

بقولِ مترجم:۔ از راستی ست جائے الف میانِ جاں "واو" از کجی ہمیشہ بود در میانِ خوں

کیونکہ "در نیام کج نیاید تیغ راست"۔ اسی کے بعد غالباً گوسائیں جی نے یہ ہندی دوہرہ پڑھا جس کو مترجم نے بجنسہ نقل کر دیا:۔

جن کے انتر نہ باسیا باہر دھرے جو دھیان ؎ تِن کو گوبند نا ملیں انت ہوت ہے ہاں ٭

سوالِ عزیز:۔ دھیان چیست و سادہ چہ باشد

جوابِ کامل:۔ دھیان گرفتن و سادہ گزاشتن

اس کے بعد "گرفتن اور گزاشتن" کی تشریح کرتے ہوئے "دل" کو آہوئے صحرائی کے مانند قرار دیا ہے جو بوقت گرفتاری اظہار بے قراری اور بیتابی کرتا ہے لیکن آخر کار رام ہونے کے بعد ان بے تابیوں سے چھوٹ جاتا ہے۔ "حاضر اور غیر حاضر" کے سوال پر گوسائیں جی نے "حضوری" کے معنی دل کی حضوری اور "دوری" کے معنی دل کی دوری

کے بتاتے ہوئے یہ دوہرہ پڑھا۔

جل بسے کمودنی چندا بسے اکاس　　　جو جاکے ہردے بسے سو وا ہی کے پاس

مترجم نے اس کے ترجمہ میں یہ شعر لکھا ہے۔

در یمنی با منی و پیش منی　　　و ر پیش منی بے منی در یمنی

کاتب نے آخری صفحہ کے حاشیہ پر حسب ذیل سنسکرت اشلوک بھی لکھا ہے جو غالباً بابا لال نے پڑھا ہوگا۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کس کتاب کا ہے۔

گرے کلاپی گگنے جیگھا لکیشا نترے بھان جلے چندم　　　دو بلکش سوم کمودستو بولیسے جیتم دت سے دودم

ترجمہ (پہاڑ پر مور۔ اور آسمان میں بادل۔ آسمان میں آفتاب اور پانی میں کنول۔ دور سے خوبصورت دکھائی دینے والا چاند آسمان پر کمودنی پانی میں دور رہتے پر بھی (پاس ہیں) جو دل میں رہتا ہے وہ دور نہیں رہتا)

اس کے نسخہ جات دوسری جگہوں پر بھی ہیں۔ جو نسخہ مسلم یونیورسٹی (سبحان اللہ لائبریری) میں ہے اس کے مقابلہ میں یہ نسخہ باعتبار کتابت کے قدیم تر ہے بلکہ شاید یہ دوسرے نسخوں کے مقابلہ میں قدیم تر کلتو یہ نسخہ ہو۔ نسخہ بہ خط شکستہ آمیز صاف لکھا ہوا ہے۔ بعض بعض جگہ املا صحیح نہیں ہے۔ مثلاً "ثواب" کو "صواب"۔ "قاعدہ" کو "قائدہ" لکھدیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ یہ رسالہ طبع بھی ہو چکا ہے۔

ترقیمہ۔

"تمت تمام شد گوشت بابا لال دیال من تصنیف چندر بھان منشی واقعہ بست ویکم شہر ذی حجہ سنہ جلوس محمد شاہ بادشاہ غازی موافق سنہ ۱۱۵۱ ہجری در بندر بھروچ"۔

۲۹۷۱۷
۱۳

۱۳۔ اقوال و نکات بزرگان سلف

ناقص الآخر۔ مرتب۔ نامعلوم الاسم۔ اوراق (۲۳) تقطیع ۱/۲ ۷ × ۴ ۱/۲ ۴۔

یہ ایک ناقص الآخر مجموعہ اقوال و نکات بزرگان سلف ہے جس کو مرتب نے "بسم اللہ" کے بعد بلا تمہید و تمہید شروع کردیا ہے۔

آغاز۔

"نقل است کہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ در طواف کعبہ پوستین در بر داشت۔ جوانے گفت اے شیخ قدرے پوستین خود بہ من دہ تا برکات بہ من رسد شیخ نہ مود با پوستین چہ اگر چہ پوست بایزید پوشی در کردار نکوشی ہیچ سود نہ کند"۔

اختتام۔

"حضرت سلیمان بہ ہموں راہ باز گشت دید کہ مرغ راچگاں گرفتہ چشمہا دوختہ و نوک رابستہ و باز و کنند یدہ قید

علہ کمودنی بمعنی کنول

کردہ اند پیغمبر خدا پرسید کہ گفتار ت چیز دیگر بود گرفتاری از کجا باشد۔ گفت اے پیغمبر خدا گفتار من مرا در پا افتاد۔ چوں شما از سر وقت می رفتید جلہ جہاں سراسر در گرفتہ (کرم خوردہ)۔ طرف آتش در دادہ۔ گفتم کجا روم اگر در آن علیا از من آتش نہ بود چوں در آشیانہ در آمدم"۔

مرتب نے ہر عنوان کے لئے یا تو "نقل است" لکھا ہے اور یا "نکتہ"۔ "نقل" کے تحت وہ حکایتیں ہیں جو بزرگوں کی طرف منسوب ہیں اور "نکتہ" کے تحت وہ عارفانہ اور حکیمانہ اقوال ہیں جو بزرگوں کی زبان سے نکلے۔ چنانچہ حضرت سلطان بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز سے کسی نے دریافت کیا۔

"فرض کدام است وسنت کدام۔ فرمودند کہ سنت ترک دنیا و فرض طلب مولیٰ"

ایک نقل کے سلسلہ میں "گدائی" اور "درویشی" کے فرق کو اس طرح بتایا ہے۔

"گدائے دیگر است و درویشے دیگر۔ درویشی آں است کہ ترک دنیا گیرد و گدائے آنکہ دنیا ترک او کردہ باشد"

اسی قسم کی مفید تر حکایات اور اقوال اور عارفانہ و حکیمانہ نکتوں سے رسالہ مزین ہے جو قابل مطالعہ ہے۔ بہر حال اس مجموعہ میں بعض حکایات ایسے مختلف کتابوں مثلاً گلستاں وغیرہ میں ملتے ہیں لیکن اس ایک مجموعہ میں وہ معہ دوسرے مفید اقوال کے یک جا ہیں۔ افسوس ہے کہ آخر کے اوراق نہیں ہیں اسی لئے مصنف کا نام و سال تصنیف اور سال کتابت نہ معلوم ہو سکا آخر میں کوئی ترقیمہ بھی نہیں۔

خط قدیم معمولی نستعلیق ہے۔ رسالہ میں بعض بعض صفحات پر مفید حواشی بھی ہیں۔ آخر کے چند اوراق کرم خوردہ ہیں جن کی چٹ بندی کر دی گئی ہے مگر بہت ہی بے ترتیب چٹ بندی ہوئی ہے۔

۲۹۷۷
۱۴

۱۴۔ رشحات (یعنی وصیت نامہ حضرت عبد الخالق غجدوانی قدس اللہ سرہ مع شرح)

اوراق (۱۴) ۴/۳ × ۴/۳ ۷۔ سال کتابت قبل ۱۲۱۳ ہجری۔

اس مختصر رسالہ میں (۲۱) طریق ذکر و فکر کی شرح ہے جو خانوادۂ نقشبندیہ میں جاری و ساری ہے۔ رسالہ "بسم اللہ" کے بعد شروع ہے کوئی تمہید وتمہید نہیں ہے۔

آغاز۔

"خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ ایشاں خلیفہ چہارم اند از خلفائے در لعہ ابو یوسف ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ و سر دفتر طبقۂ خواجگاں"

اختتام

"و بعد از نقل حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

ہریک ازیں چہار بزرگ با مر و ارشاد قیام نمودند وخلق را بدعوت حق فرمودہ اند۔"

یہ رسالہ ایک دیباچہ اور (۱۱) رشحات پر مشتمل ہے۔ دیباچہ میں مصنف یا مرتب نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کا مختصر نسب نامہ اور ان کی تعلیم وتربیت کو لکھتے ہوئے ان کی ارادت اور خلافت کا بھی مختصراً ذکر کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے :۔

ایشاں را وصیت نامہ ایست در آداب طریقت کہ برائے فرزند روشن ضمیر معنوی خود خواجہ اولیا کبیر قدس اللہ تعالیٰ اسرہ نوشتہ اند بر فوائد جزیل وعوائد جلیل کہ ناگزیر ہمہ سالکان و مریدان است"

اس کے بعد مرتب نے حسب تفصیل ذیل "رشحات" کو شروع کر دیا ہے۔

۱۔ رشحہ اوّل :۔ اس میں وہ چالیس وصیتیں ہیں جو حضرت خواجہ رحمتہ اللہ نے اپنے خلیفہ حضرت خواجہ اولیا کبیر کو فرمائی تھیں۔

۲۔ رشحہ دوم :۔ اس میں ان (۱۱) کلمات کو لکھا ہے جو طریق خواجگان کی بنیاد ہیں۔ مثلاً ہوش در دم نظر بر قدم۔ سفر در وطن۔ خلوت در انجمن" وغیرہ۔

۳۔ رشحہ سوم :۔ شرح وتفسیر ہوش در دم"۔ اس کی شرح میں مصنف نے حضرت مولانا سعد الدین کاشغری خواجہ عبید اللہ احرار۔ مولانا جامی۔ شیخ ابو الجناب نجم الکبریٰ رحمتہ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کی تصانیف کے جن میں اس جملہ کی تشریحات ہیں حوالے بھی دیئے ہیں۔

۴۔ رشحہ چہارم :۔ شرح وتفسیر "نظر بر قدم" اس کی شرح میں بھی مختلف اولیاء کرام کے اقوال واحوال کے حوالے ہیں مثلاً خواجہ بہاؤ الدین نقشبند شیخ ابو محمد ادیم وغیرہ قدس اللہ اسرارھم۔

۵۔ رشحہ پنجم :۔ شرح وتفسیر "سفر در وطن" اس کی شرح میں مصنف نے حضرت شیخ احمد فاروقی المشہور بہ کابلیؒ کے قول کو تفصیل سے لکھا ہے۔

۶۔ رشحہ ششم :۔ شرح وتفسیر "خلوت در انجمن"۔ مصنف نے اس کی وہ شرح لکھی ہے جس کو حضرت خواجہ اولیا کبیر اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ اسرارھما نے بیان فرمایا تھا۔

۷۔ رشحہ ہفتم :۔ شرح وتفسیر "یاد کرد" اس میں مرتب نے ذکر لسانی اور ذکر قلبی کو لکھتے ہوئے لا الہ الا اللہ کے ذکر کے طریق کو بحوالہ بزرگان سلف لکھا ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ عبدالخالق قدس اللہ سرہ العزیز کا قول شرحاً نقل کیا ہے "کہ یاد کرد عبارت از تکلیف است در ذکر"۔

۸۔ رشحہ ہشتم :۔ شرح وتفسیر "بازگشت"۔ اس میں ذکر "بازگشت" کی تفصیلات ہیں۔ یعنی کلمۂ طیبہ کے ذکر کے بعد ذاکر کو اپنا مقصود صرف رضائے الٰہی رکھنا چاہیئے تاکہ دل میں کوئی وسوسہ پیدا نہ ہو جیسا کہ حضرت خواجہ غجدوانیؒ نے اس کی شرح میں فرمایا ہے "بازگشت از رجوع است بحق سبحانہ وتعالیٰ" وغیرہ وغیرہ۔

۹۔ رشحۂ نہم :۔ شرح و تفسیر "نگاہداشت"۔ اس میں مراقبہ کی تفصیل و تشریح ہے جس کو حضرت خواجہ غجدوانیؒ نے یوں بیان فرمایا ہے "نگاہداشت آں عبارت است از محافظت ایں رجوع است"۔

۱۰۔ رشحۂ دہم :۔ شرح و تفسیر "یاد داشت"۔ اس میں مشاہدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مصنف نے حضرت خواجہ غجدوانیؒ کے قول سے استنادکرتے ہوئے لکھا ہے "یاد داشت از رسوخت در نگاہداشت"۔

۱۱۔ رشحۂ یازدہم :۔ شرح و تفسیر "وقوف زمانی" مصنف نے اس کی شرح میں "قبض و بسط" کی تشریح کرتے ہوئے "محاسبہ" کی تاکید کی ہے۔

۱۲۔ رشحۂ دوازدہم :۔ شرح و تفسیر "وقوف عددی" اس کی شرح میں مصنف نے لکھا ہے کہ یہ ذکر قلبی کی ایک قسم ہے جس میں اعدادِ ذکر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ یعنی ہر سانس میں کتنی مرتبہ ذکر کیا گیا تین بار یا پانچ بار یا سات بار یا (۲۱) بار بہر حال طاق نمبر ہونا چاہئے۔

۱۳۔ رشحۂ سیزدہم :۔ شرح و تفصیل "وقوف قلبی"۔ اس کی شرح میں مصنف نے حضرت خواجہ غجدوانی کے دونوں اقوال کو نقل کرتے ہوئے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کے اس قول کو لکھا ہے کہ ذکر میں حبسِ نفس لازم نہیں ہے۔

صاحب خزینۃ الاصفیار نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ قدس اللہ سرہ العزیز کا ذکر کرتے ہوئے اس وصیت نامہ کا نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ وہ وصیت نامہ بھی جو اس رسالہ میں درج ہے۔ بہ تبدیل و تحریف معمولی نقل بھی کیا ہے (ملاحظہ ہو خزینۃ الاصفیار جلد اول صفحہ ۵۳۲ مطبوعہ نولکشور لکھنو)

نفحات الانس میں مولانا جامیؒ نے حضرت خواجہ اور ان کے خلفار کا ذکر کرتے ہوئے اس وصیت نامہ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

حضرت خواجہ عبد الخالق قدس اللہ سرہ العزیز خلیفہ حضرت یوسف ہمدانی قدس سرہ العزیز غجدوان میں پیدا ہوئے اور وہیں بعد وصال ۵۷۵ھ ہجری میں مدفون ہوئے۔ مقام غجدوان بخارا سے (۶) کوس کے فاصلہ پر بتایا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ العزیز حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے والد خواجہ عبد الجمیلؒ ملک روم سے ترکِ وطن کر کے غجدوان میں آکر آباد ہو گئے تھے اپنے وقت کے سرآمد اتقیا میں سے تھے۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز کا سلسلۂ ارادت و خلافت پانچ واسطہ سے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس اللہ سرہ العزیز تک پہنچتا ہے۔

رسالہ میں نہ مصنف کا نام ہے اور نہ سالِ تالیف لکھا ہے۔ اسی لئے میں نے موضوع کی مناسبت سے اس کا نام رشحات رکھا۔ آخر میں کاتب نے اپنا نام "یار محمد یوسف زئی نقشبندی" لکھا ہے۔ ان کا تذکرہ ان کے بیٹے نے لکھا ہے جو فن تذکرہ سیرت عنہ ۹۲ میں درج کیا گیا ہے۔ یہ بھی سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک بزرگ پیلی بھیت کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے اس رسالہ کی کتابت ۱۲۱۲ھ ہجری سے پہلے کی تھی کیونکہ کاتب کا انتقال ۱۲۱۲ھ ہجری میں ہوا ہے جیسا کہ

لفظ "غریب" سے مستفاد ہوتا ہے جو کاتب کے بیٹے کی کہی ہوئی تاریخ ہے۔

ترقیمہ :-

تمت ھٰذہ الرسالۃ بعون اللہ تعالیٰ وحسن توفیقہ علی ید الفقیر
غلام غلام خواجہ محمد حیات پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ یار محمد یوسف
زئی نقشبندیہ ۔

نقشبندیہ عجب سالار قافلہ اند — بہرہ تہنا برند بحرم قافلہ را

اس کے ساتھ اور بھی کئی رسالہ جات تھے جیسا کہ سرورق کی عبارتوں اور تفصیل سے پتہ چلتا ہے۔ لیکن اب رسالہ جات اس کے ساتھ نہیں ہیں۔ دیباچہ کی پیشانی پر ایک ہشت پہلو مہر ہے جس میں سجع کی شکل میں مالک کتاب کا نام اور سنہ لکھا ہے:۔

"اول ما خلق نور محمد سنہ ۱۲۳۲ ہجری"

۔ ترقیمہ کے بعد کاتب نے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی کے تینوں خلفاء کے نام بھی لکھ دیئے ہیں اس کے بعد مالک کتاب کا نام بہ خط شکست آمیز کسی نے لکھا ہے:۔

"مالک ایں رسالہ مولوی نور محمد ابن شیخ احمد ابن شیخ نور محمد۔ اگر کسے دعوے کند باطل گردد"

رسالہ کا خط معمولی شکست آمیز ہے۔ املا بے حد غلط ہے۔ کہیں کہیں کرم خوردہ ہے جس کی وجہ سے بعض سطریں ضائع ہو گئی ہیں۔ راقم نے بہت کچھ ان کو درست کر کے صحیح الفاظ یا عبارتیں حاشیوں پر لکھ دی ہیں۔

اس کے بعد کاتب نے منازل و مراتب سلوک کا وہ مشہور نقشہ لکھ دیا ہے جو صوفیاء میں متداول ہے اور اسی کے بعد دو صفحہ کا ایک رسالہ بنام "لطائف خمسہ و دو لطیفہ و اسرار است" نقل کر دیا ہے۔

۱۵۔ رسالہ تکمیل العرفان

۲۹۷/۷
۱۵

سید محمد ماہ رضوی؟۔ مکتوبہ سنہ ۱۱۶۳ھ۔ اوراق ۱/۲ ۵۔ تقطیع ۵ x ۱/۲ ۸۔ مصنف نے اس رسالہ میں بقول خود بموجب درخواست فدوی درویشاں و منظورِ نظر ایشاں امیر سید محمود المخاطب بہ "ارجمند خاں" چند اصطلاحات صوفیہ کو قلمبند کیا ہے۔ اس میں ایک دیباچہ (۹) فصلیں اور ایک خاتمہ ہے۔

آغاز۔

"بعد از سپاسِ بے قیاس پروردگار و ستائشِ رسولِ مختار
و مودت اولاد اطہار و تعظیم اصحابِ کبار"

اختتام رباعی :- اعیان ہمہ شیشہائے گوناگوں بود — کافتاد براں پرتو خورشید وجود

ہر شیشہ کہ بود زر دیا تیغ و کبود   خورشید در آں ہم بہ ہماں رنگ نمود

مصنف نے بعد حمد وثنا دیباچہ میں امیر سید محمود کی فرمائش کا حوالہ دیتے ہوئے رسالہ کا نام "بسبب عرفان معبد" "تکمیل العرفان" لکھ کر حسب تفصیل ذیل ۹ فصلوں اور خاتمہ پر تقسیم کیا ہے ۔

فصل اول :۔   وجود حق سبحانہ عین ماہیت ولیست

فصل دوم :۔   تعین اول علم حق تعالیٰ است

فصل سوم :۔   تعین ثانی علم تفصیلی جمیع شئونات الٰہی وکونی است

فصل چہارم :۔   تعین ثالث عالم ارواح است

فصل پنجم :۔   تعین رابع عالم مثال است

فصل ششم :۔   تعین خامس شہادت است

فصل ہفتم :۔   تعین سادس انسان کامل است

فصل ہشتم :۔   در تعین اول تا آخریں مرتبہ ظہور حق سبحانہ وتعالیٰ

فصل نہم :۔   حال عالم کہ بر واطلاق اسم غیر وسوائے کنند

خاتمہ :۔   نور وجود حق سبحانہ وتعالیٰ ابتنا بہ نور محسوس واعیان

مصنف نے حسب ضرورت "تعینات" کے مفید دائرے بھی دیئے ہیں اور ان دائروں میں تعینات کی تفصیلات لکھدی ہیں ۔

مراتب سلوک میں یہ بہت اچھا رسالہ ہے

مصنف نے اول اور آخر تصنیف کا سال نہیں لکھا ہے لیکن ترقیمہ سے یہ خیال ہوتا ہے کہ سال تصنیف و سال کتابت ایک ہے یا اسی کے قریب کا زمانہ ہے ۔ خط شکستہ آمیز ہے اس کے ساتھ ۱/۱۶ بھی مجلد ہے ۔

ترقیمہ :۔   "تمت ھذہ الرسالۃ المسمیٰ تکمیل العرفان بتاریخ دہم شہر شوال فی یوم السبت بوقت الظہر ۱۱۶۳ ہجری النبوی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین"

۱۶۔ مراتب عوالم خمسہ :۔

۲۹۷/۷
۱۶

مصنف شیخ فتح محمد بن عین العرفا ۔ تاریخ کتابت ۱۱۶۳ھ ہجری اوراق ۲ ½ ۔ تقطیع ۵ × ½۸

مصنف نے مختصر حمد وثنا کے بعد رسالہ کو شروع کیا ہے

آغاز:- "الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علیٰ
رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔
طالب حق را باید دانست کہ مراتب وجود باصطلاح صوفیہ
رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پنج ہستند"

اختتام:- "رسالہ مراتب عوالم خمسہ بطریق اجمال خادم الفقرا فتح محمد بن
عین العرفا بالتماس بعض نفرار در دو روز قریب دو ساعت
متوجہ شدہ نوشت و آنچہ دریں نوشتہ است مکرر از حضرت
پیر دستگیر شنیدہ است۔ بعدہ معلوم نیز ہمچنیں شدہ است
الحمد للہ والسلام علی رسولہ وآلہ اجمعین"

مختصر ترحمد وثنا کے بعد مصنف نے "مراتب خمسہ" کے حسب ذیل وہ مشہور نام لکھے ہیں، جو اہل سلوک و تصوف میں متداول ہیں۔

ہاہوت - لاہوت - جبروت - ملکوت - ناسوت

اس کے بعد ان کی شرح اور تفصیل لکھی ہے اور شرح آخری مرتبہ "ناسوت" سے شروع کی ہے اور اس کے بعد "ملکوت" کو لکھا ہے اسی طرح باقی ماندہ مرتبوں کا ترتیب وار بیان ہے۔ ہر ایک مرتبہ کا نام یا عنوان سُرخی سے لکھا ہے مصنف نے بیشتر احادیث نبویہ کے حوالے بھی دیئے ہیں۔

سالِ تصنیف اس کا بھی نہ معلوم ہو سکا لیکن ترقیمہ سے خیال ہوتا ہے کہ تصنیف کے زمانے یا اس کے قریب کے زمانہ کا مکتوبہ نسخہ ہے جو غالباً مصنف ہی کا لکھا ہوا ہے۔

نسخہ بخط نستعلیق شکست آمیز لکھا ہوا ہے۔ یہ رسالہ نمبر ۱۵ کے ساتھ مجلد ہے۔

ترقیمہ:- "تمت تمام شد بتاریخ ۱۳ شہر شوال ۱۱۶۳ہجریہ تحریر یافت"

نسخہ جات عدد ۱۵ و عدد ۱۶ ایک ہی مجلد میں ہیں اور ایک ہی کاتب کے مکتوبہ ہیں۔

۱۷- برہان العاشقین۔

۲۹۷/۷
۱۷

ناقص الآخر، مصنف پیر محمدؒ۔ سالِ تصنیف غالباً ۱۱۵۰ہجری یا اس کے کچھ بعد۔ اوراق (۶)، تقطیع لمبی ۷×لٖہ ۷۔

یہ رسالہ جس کے غالباً کافی اوراق ضائع ہو گئے گویا مصنف کی سوانح ذاتی کا ایک "روزنامچہ" ہے جس میں بعض ان بزرگوں کے حالات بھی ہیں جن سے مصنف نے وقتاً فوقتاً بدوران طالب علمی یا سیاحت استفادہ کیا۔ اسی سلسلہ میں مسائل تصوف و سلوک کو بھی مصنف نے مجملاً بیان کیا ہے اسی لئے راقم نے اس رسالہ کو بجائے "فن سیرت وتذکرہ" کے فن تصوف میں درج کرنا مناسب سمجھا۔

آغاز۔ "چنیں گوید احقر درویشاں پیر محمد کہ آغاز شعور وآگاہی ایں درویش را محبت با اہل اللہ و آرزوے زیارت فقرا، آیات اللہ بود"

اختتام۔ "دکیفیت احوال حضرت شیخ داؤد علی الاجمال آنکہ مولد ایشاں ہمدان است و عالم و متقی اند۔ بعد ازانکہ زوجۂ ایشاں وفات یافت"

مصنف نے حمد و ثنا میں "بسم اللہ" ہی پر اکتفا کر کے رسالہ شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ آرزوے ملاقات فقرا لکھنے کے بعد یہ لکھتے ہوئے کہ:۔

"درعنفوان شباب بتاریخ ۵ رذی القعدہ ۱۰۵۰ھ در مانک پور کہ ایں درویش دراں جا برائے کسب علوم اقامت داشت"

حضرت پیر دستگیر شاہ عبد اللہ قدس اللہ سرہ سے جو بقول مصنف ملک مالوہ کے رہنے والے تھے بیعت کا حال لکھا ہے اس کے بعد لکھا ہے:۔

"بتاریخ اشہر جمادی الاول ۱۰۶۱ھ ہجری کہ ایں درویش دراں ایام نسخۂ تفسیر بیضاوی میگذراند در مقبوضۂ حضرت خواجہ قطب الدین شرف سعادت ملازمت میسر شد"

اسی سلسلہ میں مصنف نے اپنے زمانۂ طالب علمی اور کسب فیض کو جو مصنف نے بقول خود "از زبان مبارک ایشاں شنیدہ"

مجملاً لکھا ہے۔ مصنف نے جگہ جگہ اپنے پیر و مرشد کے لئے "حضرت شاہ جیو" لکھا ہے کیونکہ عہد مغلیہ میں فارسی کی وسعت پذیری نے ہندی الفاظ مثلاً "جیو" وغیرہ کو اپنی آغوش میں لے لیا تھا اور ہر فارسی نویس اس کو استعمال کرتا تھا۔

ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے نہ تو تاریخ تصنیف کا پتہ چل سکا اور نہ تاریخ کتابت کا۔ نسخہ بہ خط شکستِ آمیز (معمولی) لکھا ہوا ہے حضرت پیر محمد کی ایک اور بھی تصنیف ہے جس کا نام "درجات خمس" ہے جو نمبر ۱۸ پر درج کر دیا گیا ہے اس میں ان کے حالات لکھ دیئے گئے ہیں۔

۲۹۷/۷
۱۸

۱۸۔ درجات خمس۔

حضرت پیر محمد لکھنوی تصنیف غالباً ۱۰۶۶ھ۔ مکتوبہ ۱۲۶۶ھ اوراق (۷)۔ تقطیع ۱/۲ ۱۴ × ۷ تصوف وسلوک میں یہ

یہ مختصر رسالہ ہے۔

آغاز:۔

چو حق خود را بعالم کرد ظاہر　مرا بر سر ایں رو کرد ماہر
برائے حمد او در ہر زمانہ　زبانِ خویش را کردم روانہ

اختتام:۔

دربظاہر نگری ہر رشتہ یابی پیچ پیچ　چوں درونِ دل درآئی جلوہ بینی ہیچ ہیچ

مصنف نے مختصر ترحمد و نعت کے بعد اپنا نام لکھتے ہوئے وجہ تالیف اور تسمیہ کے متعلق لکھا ہے۔
در اثنائے سیر ملک بنگالہ رغبت بعضے رفقا بہ تصنیف رسالہ کہ بوئے روندگانِ طریقِ غیبت مانند.....
لاچار ازوں پنج درجہ مراتب ساختہ
"درجات خمس" موسوم گردانید

اس کے بعد مصنف نے حسبِ ذیل پانچ درجے بیان کئے ہیں:۔

۱۔ درجہ اول:۔ دربیانِ استماع نمودن عالِ اسرارِ حقیقت و نکاتِ خفیہ از خدمتِ مرشدِ کامل
۲۔ درجۂ دوم:۔ دربیانِ تفکر نمودن طالب اسرارِ خفیہ راکہ استماع نمودہ است از مرشد
۳۔ درجہ سوم:۔ بہ زبان راندنِ عاشق اسرار یقینیہ کہ در دلِ وے گشتہ است واثق
۴۔ درجۂ چہارم:۔ معائنہ کردن طالب اسرارِ حقیقت مستور را درقالب
۵۔ درجۂ پنجم:۔ دربیانِ غرق گشتنِ عارف در بحرِ غیبت بے چونی

حضرت پیر محمد لکھنوی فی الحقیقت بلگرام کے ایک خاندانِ فاروقی کے فرد تھے چونکہ لکھنؤ میں سکونت اختیار فرمائی تھی اس لئے لکھنوی مشہور ہوگئے۔ ان کا ایک اور رسالہ تصوف وسلوک پر ہے جس کا نام "منازل اربعہ" ہے اس کے علاوہ سلوک و تصوف میں ایک دوسری کتاب "برہان العاشقین" بھی ہے۔ جو اس سے پہلے نمبر پہ درج کی جاچکی ہے۔ مصنف خزینۃ الاصفیا (جلد اول صفحہ ۴۶۲) نے حضرت پیر صاحبؒ کا وطن جونپور لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ "ابتدائی تعلیم حاصل کرکے جونپور آئے" وہاں سے دہلی پھر قنوج اور پھر لکھنؤ آئے۔ ان تمام جگہوں پہ علمار سے استفادہ کیا۔ غالباً کاتب خزینۃ الاصفیا سے سہو ہوا اور اس نے وطن جونپور لکھدیا کیونکہ جونپوری ہوکر جونپور آنے کے کوئی معنے نہیں ہیں۔ فی الحقیقت آپ بلگرام سے بعد تعلیم ابتدائی جونپور تشریف لے گئے جہاں علمار کا مرکز تھا۔ وہاں سے دہلی تشریف لے گئے۔ آخر میں لکھنؤ آکر بقول خزینۃ الاصفیا:۔
پیش شیخ عبد القادر قاضی لکھنوی تحصیل علم باتمام رسانید

تحصیل علم کے بعد جذب شوق الٰہی" کا غلبہ ہوا اور شاہ عبد اللہ سیاح چشتی سے بیعت کر کے سلسلہ چشتیہ اور دوسرے سلسلوں کی خلافت پر فائز ہوئے۔ حضرت پیر کی وفات لکھنؤ میں ۱۰۸۵ھ میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کی تصانیف نہ صرف تصوف و سلوک میں ہیں بلکہ فقہ و حکمت پر بھی ہیں۔

ترقیمہ :-

تمام شد رسالہ "درجات خاس (خمس) من تصنیف
حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی۔ بتاریخ بستم شہر جمادی الآخرہ ۱۲۶۶ھ

۲۹۷/۷
۱۹

۱۹۔ فالنامہ۔

حضرت پیر محمد لکھنوی۔ تصنیف قبل یا غالباً ۱۰۶۷ھ۔ مکتوبہ ۱۲۶۶ھ۔ اوراق (۷) تقطیع ½۴ × ۷

یہ چند اوراق کا رسالہ حضرت پیر محمد لکھنوی کا مصنفہ ہے جن کی دو تصانیف اوپر درج کر دی گئی ہیں اور حضرت ممدوح کا اجمالی حال بھی لکھ دیا گیا ہے۔ یہ رسالہ باندازِ تصوف قرآنی فال پر حضرت ممدوح نے "بعضے دوستان" کی درخواست پر لکھا ہے۔

آغاز۔

بعد از حمد خداوند متعال و پس از درود رسول بے مثال است

اختتام :-

قرآن مجید بکشاید۔ حرف اول سطرے صفحہ اولیٰ درنظر دارد
مطابق تعین اربع عناصر حصول مطلب و ناحصول اعتبار نماید

مصنف نے مختصر ترحمد و نعت کے بعد اپنا اسم مبارک لکھا ہے اور اس کے بعد فال نکالنے کے لئے سب سے پہلے ایک دعا لکھی ہے اور اس کے قاعدے اور نتائج بتائے ہیں۔ رسالہ کا اسلوب اول سے آخر تک عالمانہ اور صوفیانہ ہے۔ اس کا خط معمولی نستعلیق ہے :-

ترقیمہ۔

تمام شد رسالہ ترتیب (ترکیب) فال من تصنیفات شاہ پیر محمد
لکھنوی چشتی قدس سرہٗ بتاریخ ۸ رجادی الآخر ۱۲۶۶ہجری

اس کے بعد ایک اور ورق ہے جو غالباً حضرت ممدوح کی سوانح کا آخری ورق ہے افسوس کہ جلد بندی کے وقت مزید

اوراق کو تلاش نہیں کیا گیا اور اس ورق کو اس رسالہ کے ساتھ یہ دیکھکر کہ ایک ہی قسم کا خط ہے مجلد کر دیا گیا اس کے آخر میں تاریخ کتابت ۱۱ جمادی الآخر ۱۲۶۶ھ لکھی ہے اور لکھا ہے :-

تمام شد نسخہ بیانِ ابتدار احوال قطب العارفین برہان العاشقین پیر دستگیر شاہ پیر محمد لکھنوی قدس اللہ سرہ

۲۹۷۷/۲۰

۲۰۔ رسالہ سماع۔

مصنف مولانا حافظ عبد اللہ الحسین المشہور بہ شجاع الدینؒ۔ سال کتابت ۱۲۷۵ھ ہجری اوراق (۳)۔

تقطیع ۵ × ۸ ۱/۲

یہ مختصر رسالہ غنا اور سماع کے جواز اور عدمِ جواز کے متعلق ہے جس پر مصنف نے ظاہری اور باطنی دونوں حیثیتوں سے بحث کی ہے۔ اس کے ساتھ دوسرے رسالہ جات بھی موصوف المصدر مصنف کے ہیں اگرچہ موضوع سب کا مختلف ہے لیکن سب سلسل لکھے ہوئے ہیں اور ایک ہی کاتب کے قلم کے ہیں لہذا ان سب کو باوجود اختلاف موضوع کے اسی فن میں درج کیا گیا۔

آغاز۔

" الحمد للہ سامع الاصوات عالم الجہر والخفیات والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد سید الکائنات الذی سبح فی کفہ الحصبات

اختتام۔

" تا از مکر شیطان و شہوات نفس در اماں باشد ومن اللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق وھو المستعان وصلی اللہ علی محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین "

مصنف نے بعد حمد و صلوٰۃ اپنا نام لکھا اور اس کے بعد نفس مسئلہ شروع کرنے سے قبل لفظ "غنا" کا لغوی تجزیہ کرکے اس کے اشتقاق۔ معانی اور محلِ استعمال کو لکھتے ہوئے "غنا" اور "سماع" پر شرعی بحث کی ہے اسی سلسلہ میں گانے بجانے کے رسم و رواج پر جو شادی وغیرہ کے موقع پر ہوتا ہے روشنی ڈالی ہے اور آخر میں مصنف نے یہی نتیجہ نکالا کہ :-

اولی آں کہ ایں چنیں چیز ہائے مشترک پرہیز کند تا از مکر شیطان و شہوات نفس در اماں باشد

نسخہ کا خط شکست آمیز ہے۔ تاریخ تصنیف نہ معلوم ہو سکی لیکن اندازِ کلام اور اسلوب بیان سے قیاس ہوتا ہے کہ تصنیف کا

زمانہ قریب قریب وہی ہے جو کتابت کا ہے ۔ واللہ اعلم

ترقیمہ ۔

"تام شد رسالہ سماع من تصنیف حضرت مولانا میر شجاع الدین حسینؒ
بتاریخ ہفتدہم شہر جمادی الثانی ۱۲۷۸ھ ہجری ۔ رسالہ ھذا در ملک
حضرت مولوی حافظ عبدالباسط صاحب"

کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا

۲- رسالہ احتلام ۔ تاریخ کتابت ۱۲۷۸ھ ہجری ۔ یہ صرف ایک ورق کا رسالہ بھی مولانا شجاع الدینؒ کا مصنفہ ہے جس میں مصنف نے خواب کے فلسفہ کو سوال و جواب کی شکل میں بیان کیا ہے اور بدخوابی کا سبب بتایا ہے ۔

آغاز ۔

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و
علی الہ وصحبہ ومن تبع سنتہ ۔ اما بعد این سطرے
چند است کہ در جواب سائلے کہ پرسیدہ

اختتام ۔

"مگر طفلے کہ او را تمیز نفیس از جنبش نبود در خواب و بیداری
بے اختیار مثل این افعال از وصادر می شود ھذا ما اودع اللہ
عزوجل فی عقل ھذا العصر و ھو اعلم حقیقۃ الاحوال ۔"

اس کی تاریخ کتابت نہم شہر جمادی الثانی ۱۲۷۸ھ ہجری ۔ کاتب وہی ہے جو سابقہ رسالہ کا ہے

۳- رسالہ جبر و قدر ۔ ورق (۲) ۔ تاریخ کتابت ۱۴ رمضان المبارک ۔ یہ مختصر رسالہ بھی مولانا شجاع الدینؒ کا مصنفہ ہے جس میں جبر و قدر کے مسئلہ پر خالص شرعی حیثیت سے مصنف نے بحث کی ہے اور آیات قرآنی و احادیث نبویہ کے حوالے دیئے ہیں ۔

۴- رسالہ رویت الٰہی ۔ ورق (۱) تاریخ کتابت ۱۵ رمضان ۱۲۷۸ھ یہ رسالہ بھی مولانا موصوف الصدر کا مصنفہ ہے جس میں دیدار الٰہی کو شرعی حیثیت سے ثابت کیا ہے جس کا مومنوں سے وعدہ فرمایا گیا ہے ۔ مصنف نے بلا اظہار دمعتزلہ دیدار الٰہی کو عقلاً و نقلاً اور اس کے بعد عارفانہ وصوفیانہ حیثیت سے بیان کیا ہے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "تفکروا فی آلاء اللہ ولا تفکروا فی ذات اللہ" (ترجمہ :- اللہ کی نعمتوں پر غور و فکر کرو اور اللہ کی ذات

کو مت سوچو کی بہت اچھی تشریح کرتے ہوئے نفس مسئلہ کو نہایت خوبی سے پڑھنے والوں کے ذہن نشین فرماتے ہوئے معتزلہ کا رد فرمایا ہے۔

۵۔ **رسالہ امتناع نظیر۔** اوراق (۶) تاریخ کتابت ۱۲۷۵ھ ہجری۔ یہ رسالہ بھی غالباً مولانا شجاع الدین کا لکھا ہوا ہے۔ یہ پرانا مختلف فیہ مسئلہ ہے جس پر علمائے سلف نے موافق و مخالف مجلدات لکھ ڈالے ہیں۔ رسالہ میں کوئی خاص بات قابلِ تذکرہ نہیں ہے اس سے پہلے منطقی علماء بہت کچھ اس مسئلہ پر لکھ چکے ہیں (ملاحظہ ہو رسالہ "امتناع نظیر مصنفہ حضرت جدی مولانا فضل حق خیرآبادی مطبوعہ جادو پریس جونپور ۱۳۰۸ھ ۱۹۰۰ء) یہ سب رسالہ جات ایک ہی کاتب کے لکھے ہوئے ہیں جن کا سال کتابت ایک ہے لیکن مہینے مختلف ہیں۔

۲۱۔ رسالہ نامعلوم الاسم

۲۹۷/۷
۲۱

ناقص الاول مصنفہ حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس اللہ سرہ العزیز سالِ تصنیف قبل ۸۵۱ھ ہجری۔
اوراق (۷)، تقطیع ۴½ × ۷½
اس مختصر تر رسالہ میں جس کے ابتدائی اوراق نہیں ہیں مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے نقشبندی طریق سلوک کو بیان فرمایا ہے۔

آغاز۔

"باید کہ از ان آگاہ نشود و جمیع اوقات را مستغرقِ این ذکر
گرداند و بہ ہیچ شغل از آں باز نماند چہ در رفتن و آمدن۔
چہ در گفتن و شنیدن چہ رفتن و خواستن"

اختتام۔

"بدیں سخنہا کہ گفتیم مداومت نماید و ملازمت کند و اگر
نکند صوفی نتواں گفت وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ و
صحبہ اجمعین"

مصنف ؒ نے سب سے پہلے "ذکر" اور بے خودی کو بیان فرمایا۔ اس کے بعد "مراقبہ توجہ" کے طریق کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لفظ "اللہ" کے معنی و مفہوم پر نظر رکھتے ہوئے:۔
"بہ جمیع مدارک و قویٰ متوجہ قلب صنوبری گردد و بریں معنیٰ مداومت نماید و در نگاہداشت آں تکلف کند"
اس کے بعد طریق "رابطہ" کی تشریح فرماتے ہوئے "وقوف زمانی" اور "وقوف عددی" کی توضیح کرکے لکھا ہے کہ

"از سخنان حضرت خواجہ (بہاؤ الدین نقشبند) قدس سرہ است کہ واقعہ علامت قبول طاعت است!
وپس از واقعہ حاصلے نیست

"چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم"

اس کے بعد مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا کہ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ العزیز سے کسی نے پوچھا کہ

"بنائے طریق شما برچیست"

ممدوح الشان قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا:۔

خلوت در انجمن بہ ظاہر با خلق و بہ باطن با حق سبحانہ وتعالیٰ"

از دروں شو آشنا و وز بروں بیگانہ باش ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں !"

اس کے بعد مصنف نے چند تمثیلیں لکھ کر حقیقت "عبادت" "طہارت" کی صراحت فرمائی ہے۔ اسی سلسلہ میں اخلاقِ حسنہ کے اس بنیادی اصول کو بیان فرماتے ہوئے ۔

صحبتِ نیکاں بہ از کار نیکاں وصحبت بداں بدتر از کار بداں باشد (شعر)

با بداں کم نشیں کہ صحبت آں گرچہ پاکی ترا پلید کند
آفتاب بداں بزرگی را ذرۂ ابر ناپدید کند

صوفی کو صوفی بننے کے لئے جو زریں اصول بیان فرمائے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:۔

۱۔ اگر درراہ با یارے باشی باید کہ ہمراہ او باشی۔

۲۔ باہر کسے کہ باشی آنکس را بہتر از خود دانی

۳۔ خود را از ہمہ کس کمتر شمری

۴۔ تا توانی برضائے اصحاب روی وزنہار از ہر خلق نہ جوئی۔ بمرادِ ہوی ونفس نروی

اس کے بعد آدابِ طعام وسلام۔ آداب وقت۔ آدابِ صحبت و دوستی آدابِ مسجد وعبادت پابندیِ شرع وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے اصول بیان فرمائے ہیں۔ آدابِ سلام کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"چوں جہاں آید سیں سلام باسیں پیشِ سفر متصل داری"

آدابِ دوستی کے متعلق تحریر فرمایا:۔

۱۔ با یاراں درغیبت چناں باشی کہ درحضور بلکہ بہتر

۲۔ اگر اندوہے وبارے داری از یاراں پنہاں باید داشت تا وقت ایشاں منغص نشود وبا ایشاں روئے تازہ داری

۳۔ وبار خود را بر دیگراں نہ نہی ونہ پنداری بلکہ بار دیگراں را بر خود نہی

چونکہ دیباچہ کے ابتدائی اوراق نہیں ہیں اس لئے رسالہ کا نام نہ معلوم ہو سکا مصنف کا نام بھی غالباً آغاز میں ہوگا۔

بلکہ چونکہ رسالہ میں جگہ جگہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی قدس سرہ العزیز کا حوالہ بہ خطاب "خواجہ ما قدس سرہ" ہے اور اسی کے بعد دوسرا رسالہ ہے جو آئندہ کے نمبر پہ درج کیا گیا ہے جس میں مصنف نے اپنا نام :۔
فقیر حقیر یعقوب بن عثمان بن محمود الغزنوی ثم الچرخی (رح)
لکھا ہے اور اس میں بھی "خواجہ ما قدس سرہ" جگہ جگہ لکھا ہے۔ اس لئے یہ قیاس غلط نہیں ہوسکتا ہے کہ یہ رسالہ بھی حضرت مولانا چرخی رح کا مصنفہ ہے اسی قیاس پر مصنف کا نام لکھدیا گیا۔ واللہ اعلم۔
رسالہ گو مختصر ہے مگر بہت ہی پرمغز اور بلند پایہ ہے جس میں سلوک و تصوف کے مسائل کے علاوہ اخلاقیات و عبادات کے مسائل کی بھی توضیح کی ہے۔
خط قدیم نسخ آمیز ہے۔ کتابت کافی قدیم معلوم ہوتی ہے۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے جس سے سال کتابت یا نام کاتب کا پتہ چلتا۔ یہ رسالہ ۲۲ کے ساتھ مجلد ہے۔

۲۹۷/۷
۲۲

۲۲۔ رسالہ انسیہ۔

(یعنی ملفوظات حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز)۔
مصنف۔ حضرت مولانا یعقوب بن عثمان بن محمود الغزنوی ثم الچرخی قدس سرہ
سال تصنیف قبل ۸۵۱ھ نام کاتب و سال کتابت نامعلوم
تعداد اوراق (۱۸) تقطیع ۴ ½ × ۷ ½
مصنف رح نے بعد تحمید و تمہید رسالہ کی وجہ تصنیف کو لکھتے ہوئے اپنا مختصر حال لکھا ہے اور اس کے بعد حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ العزیز کے سلسلہ و اقوال متبرکہ کو بیان فرمایا ہے :۔

آغاز :۔

حمد و ثنا مر مبدع ارض و سما را کہ جن و انس را مظہر انواع کمالات گردانید و رسل و انبیاء و اولیاء را وسائط تکمیل ساخت و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را بمزید ارشاد برہمہ ایشاں تفضیل کرد و امت او را بنا بریں بہترین امم گردانید

اختتام۔

می فرمودند کہ حقیقت اخلاص بعد از فنا دست می دہد و تا

بشریت غالب است میسر نمی شود۔ و ایں بیت را می گفتند:۔

ساقی قدحے کہ نیم مستیم — مخمور صبوحی الستیم!
ما را تو ماہ خوباں بہ نما — ما خویش نیم بت پرستیم

مصنف نے بعد حمد و نعت اپنا نام لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

خواست کرشمہ از سیرت مصطفویہ و طریقہ مستقیم کہ وے رسیدہ بود از حضرت مخدومی شیخ الاسلام والمسلمین تطلب شائخ والاولیاء فی العالمین خواجہ بہاؤ الحق والدین البخاری المعروف بہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ در قید کتابت آورد۔ تا خوائد آں بروزگار بماند وسبب انس اصحاب و احباب گردد

مصنف نے اس کے بعد اپنی ارادت اور بیعت کا حال لکھتے ہوئے بعد وصال حضرت خواجہ قدس سرہٗ بہ اشارت بشارت پیر و مرشد خود حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ سے جو حضرت خواجہؒ کے خلفاء میں تھے حصول فیض کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

چند سال بعد از فوت حضرت خواجہ قدس سرہٗ ملازمت ایشاں کردہ شد و لطف و کرم ایشاں را برہمہ کس غایت نہ بود علی الخصوص بایں فقیر

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ کے وصال کے بعد مصنف نے وجہ تصنیف رسالہ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ:۔

چوں از صحبت ایشاں (حضرت خواجہ عطارؒ) نیز محروم شدم خواستم کہ بامتثال فرماں برداری امرے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کردہ بودند کہ انچہ از ما بتو رسیدہ است برساں بقدر رحال بطریق خطاب مرحاضراں را و کتاب غائباں را رسانیدہ شود

اس لئے مصنف نے یہ رسالہ لکھدیا۔

مصنفؒ نے نفس موضوع کو شروع کرنے سے قبل حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کے سلسلہ بیعت کو لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

پس حضرت خواجگان ما را قدس اللہ ارواحہم در تصوف نسبت بچہار وجہ است

اور ان چاروں کی تفصیل میں حضرت خواجہ خضر علیہ السلام، حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ، سلطان العارفین تا

حضرت امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حضرت امام جعفر صادق تا امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اسماء مبارک لکھے ہیں۔

اس کے بعد مصنف رحؒ نے اپنے پیرومرشد کی ہدایات واقوال نسبت طہارت، وضو، نماز، اشغال کو پوری تفصیل سے لکھا ہے اور ان تمام آیات قرآنی واحادیث نبوی کو نقل کیا ہے جو ان احکام کی حامل ہیں۔

رسالہ کو ختم کرتے ہوئے مصنف نے "میفرمودند" لکھ کر حضرت خواجہؒ کی یہ رباعی نقل کی ہے:۔

تا روئے تو دیدہ ام اے شمع طراز — نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز

چوں با تو بوم مجاز من جملہ نماز — چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

اس کے بعد اس رباعی کے مطلب کو بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

میفرمودند خواجہ ما قدس سرہٗ کہ اگر یار بے عیب جوئی بے یار مانی و این بیت را می گفتند:۔

بندہ حلقہ بگوش ار ننوازی برود — لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ جیسا کہ خود اس رسالہ کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ فی الحقیقت فتح آباد (غزنین) کے رہنے والے تھے بعد فراغت کسب علوم بخارا میں آکر حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہٗ کے مرید ہوئے۔ مرید ہونے کے بعد خواجہ قدس اللہ سرہٗ نے ابتدائی تعلیم کے لئے ان کو اپنے خلیفہ خواجہ علاؤالدینؒ عطار کے سپرد کر دیا تھا اپنے پیرومرشد کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک حضرت خواجہ عطارؒ کی خدمت میں رہ کر مزید فیض حاصل فرمایا حضرت خواجہ علاؤالدین عطارؒ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہٗ کے خلیفہ بھی تھے۔ جانشین بھی تھے اور داماد بھی۔ حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کی وفات بمقام بلفتو ۸۵۱ھ میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے (ملاحظہ ہو خزینۃ الاصفیا، جلد اوّل مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صفحہ ۵۶۰) موجودہ رسالہ میں سال تصنیف نہ ہونے کی وجہ سے قبل ۸۵۱ھ لکھ دیا گیا جو حضرت کا سالِ وفات ہے۔

کاتب اس رسالہ کا بھی وہی ہے جو سابقہ رسالہ کا ہے اور یہ دونوں رسالہ جات ایک ہی مجلد میں ہیں۔

۲۹۷/۷
۲۳

۲۳-۲- رسالہ تصوف (نامعلوم الاسم)

- اوراق (۶)۔ تقطیع ۲/۱-۴ × ۲/۱-۷

یہ رسالہ بھی سلوک وتصوف کے بیان میں ہے لیکن اوّل وآخر کہیں نہ رسالہ کا نام ہے نہ مصنف کا اور نہ سال تصنیف ہے۔

آغاز۔

شکر وسپاس مر خالقی را کہ ہژدہ ہزار عالم بیافرید واز میان آدم را برگزید واز روح خود در دمید

اختتام۔

وگفتہ اند المرید کالمیت بین یدی الغسال

مصنف نے مختصر حمد وثنا کے بعد ضرورت فن تصوف کو مختصراً ظاہر کرتے ہوئے صرف اس قدر لکھا ہے کہ :۔

بہ فقیر آنچہ از آستاں بوسی ایں طائفہ رسیدہ بود نوشتہ شود
تا کہ ہر کہ دغدغہ ایں نسبت شریفہ داشتہ باشد نویسد و بخواند
در عمل آرد تا سعادت مند دارین گردد

اس تمہید کے بعد اس نے تصوف کے ابتدائی مسائل کو بیان کرتے ہوئے نماز فرائض و نوافل کو بیان کیا ہے اس کے بعد اوراد و وظائف کو بیان کرتے ہوئے طریق ذکر "لا الہ الا اللہ" کو لکھا ہے۔ طریق ذکر کے بیان کرنے کے بعد محبت اتقیاء و اصفیاء کو لکھتے ہوئے آداب کو لکھا ہے اور اسی پر یہ رسالہ ختم ہے۔ کاتب اس کا بھی وہی ہے جو سابقہ رسالہ جات کا ہے

ترقیمہ۔

تمت الرسالہ ھذا بعون اللہ الملک الوھاب
فی بلدۃ شاہجہاں آباد در ماہ رمضان المبارک در مسجد
اورنگ آبادی روز دوشنبہ وقت ضحیٰ

۲۴۔ رسالہ عالم صغیر و کبیر۔

۲۹۷/۷
۲۴

اوراق (۲)، تقطیع $\frac{۱}{۴}$۸ × $\frac{۱}{۴}$۵

اس رسالہ کا بھی مصنف نے کوئی نام نہیں لکھا اور نہ اپنا نام لکھا۔ لیکن چونکہ اس میں "عالم صغریٰ و کبریٰ" کا بیان ہے لہذا غالباً اس کا نام یہی ہوگا

آغاز :۔

خداوند عالم ہر چیزے کہ در عالم صورت آفرید در عالم باطن آفرید

اختتام۔

بدانکہ رضائے حق سبحانہٗ وتعالیٰ در مخالفت نفس و ہوا است۔

تالا الھواء عند اللہ ابغض من جمیع الالٰہ الباطلۃ
افرایت من اتخذ الٰہ ھواہٗ صدق اللہ العظیم و صدق رسولہ
النبی الکریم ونحن علی ذالک من الشاھدین برحمتک یا ارحم الراحمین

مصنف نے اس رسالہ میں عالم ظاہر و باطن سے بحث کی ہے اور ان کا نام عالم کبریٰ و عالم صغریٰ رکھتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔
عالم صغریٰ این دنیاست و عالم کبریٰ باطن عارفانست

اس کے بعد مصنف نے سات کے عدد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لکھا ہے کہ انسان کے دل میں اللہ نے سات خزانے پیدا کئے ہیں لیکن ان خزانوں پر اژدھے (یعنی نفس) کی کارفرمائی ہے جن کے سر اور زبان "کبر و کفر" "شرک و شک" "جہل و خواہش" "حرص و بخل" "خشم و ظلم" "شہوت و حسد" "عجب و نفاق" ہیں۔ اس طرح سے انسانی قلب میں جو گوہر ہیں ان کو بھی سات قرار دیا ہے اور اس کی تمثیل میں ساتوں آسمانوں کے ساتوں سیاروں کے نام لکھے ہیں۔ اس مختصر بیان کے بعد ان "اژدھوں" پر قابو پانے کا علاج بتایا ہے رسالہ اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن عارفانہ طریق پر نفسیات کا اچھا مرقع ہے۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے لیکن کاتب وہی ہے جو سابقہ نسخہ کا ہے۔ رسالہ ۲۱ کے ساتھ مجلد ہے۔

۲۹۷/۷
۲۵

۲۵۔ مناجات۔

خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ سرہٗ العزیز۔ سال تصنیف قبل ۸۹۵ھ ہجری کتابت ۱۳۱۵ھ ہجری اوراق (۹) تقطیع ۵×۸"

حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ کی یہ وہ مشہور مناجات ہے جو مختلف مطابع میں طبع ہو چکی ہے۔

آغاز۔

اے ز ور د ت بیدلاں را سوئے درماں آمدہ!
یاد تو مر عاشقاں را مونس جاں آمدہ!

اختتام۔

چوں شمع جاں گداز م تو صبح دلکشائی
سوزم گرت نہ بینم میرم چوں رخ نمائی

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی یہ وہ عارفانہ مناجات ہے جو حلقہ تصوف میں بے حد مقبول ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا پورا اسم مبارک خواجہ ناصر الدین عبید اللہ بن محمود بن شہاب الدین احرار (قدس اللہ سرہٗ العزیز) تھا حضرت خواجہ حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ کے معاصر تھے۔ ممدوح الشان کا شاذ و نادر زاد اولیا میں سے مشہور ہے کہ

حضرت خواجہ شہاب الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز نے اپنے پوتے خواجہ احرارؒ کو گود میں لے کر فرمایا:۔

فرزندے کہ از حق مرا بشارت دادہ بودند ایں است زود باشد
کہ ایں پیر عالمگیر گردد و شریعت را و ہم زہد و طریقت را
رونق بخشد۔

(ملاحظہ ہو خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل صفحہ ۵۸۳)

خواجہ احرارؒ ماہ رمضان المبارک ۸۰۶ھ ہجری میں سمرقند میں پیدا ہوئے اور بہ عمر (۸۹) سال ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ میں دہبد انتقال فرمایا اور سمرقند ہی میں دفن ہوئے۔
رسالہ کا خط بہت معمولی شکست آمیز ہے

ترقیمہ۔

الحمد للہ والمنۃ کہ نقل مناجات و نصائح خواجہ عبید اللہ
انصاری قدس اللہ سرہٗ بوقت عصر۔ تاریخ ۱۰ ماہ
ذیقعدہ الحرام ۱۳۱۹ھ ہجری باتمام رسید راقم آثم فدوی
محمد حسین بن کلیم اللہ صاحب مرحوم مسکن بجدڑنہ مدرسہ متصل
بیگم باڑی

۲۹/۷
۲۶

۲۶۔ ۴۔ مناجات۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار انصاری قدس اللہ سرہٗ العزیز۔ مکتوبہ ۱۲۵۹ھ۔ اوراق (۶) تقطیع ۵×۷½۔
یہ وہ مشہور مناجات ہے جو طبع بھی ہو چکی ہے۔ یہ مناجات کا دوسرا نسخہ ہے۔
حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ العزیز کا تصوف میں ایک چھوٹا سا رسالہ بنام "وجود العاشقین" بھی ہے

آغاز۔

الٰہی ایں چہ فضیلت است کہ بادوستانِ خود۔

اختتام۔

یکے مست ساقی و یکے مست شراب۔۔ یکے فانی و آں دگر باقی"
دونوں نسخوں کی متعلقاتی عبارتوں میں کافی فرق ہے جیسا کہ آغاز اور اختتام کی عبارتوں سے ظاہر ہے۔

حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کے تفصیلی حالات سابقہ نسخہ کی تفصیلات میں درج کئے جا چکے ہیں۔ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ کی پوری اور مکمل سوانح ان کے مرید حضرت علی الواعظ صفی نے اپنی کتاب "رشحات عین الحیاۃ" میں (۹۲۰) بہت تفصیل سے لکھی ہے۔ والی ہرات سلطان نظام الدین علی شیر المتخلص بہ "نوائی" آپ کا بے حد معتقد تھا چنانچہ آپ کی وفات پر اس نے جو قطعۂ تاریخ لکھا ہے وہ یہ ہے۔

خواجہ خواجگاں عبید اللہ — مرشد سالکانِ راہِ یقیں

شد بخلد بریں کہ در نوشش — سال تاریخ گشت "خلد بریں"

۸۹۶ھ

آپ کے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ علی الواعظ الصفی نے رشحات میں آپ کی تاریخ پیدائش "در رمضان ۸۰۶ھ ہجری اور وفات" شب بست و نہم ماہ ربیع الاول ۸۹۵ھ ہجری" لکھی ہے اس اعتبار سے حضرت کی عمر بوقت وفات (۸۹) سال کی ہوتی ہے لیکن مسلی شیر والی ہرات کی تاریخ کے اعتبار سے (۹۰) سال کی عمر ہوتی ہے۔ دونوں کی بیان کردہ تاریخوں کے اعتبار سے ایک سال کا فرق نکلتا ہے وجہ اختلاف سمجھ میں نہیں آئی۔

مناجات بخط نستعلیق جلی صاف لکھی ہوئی ہے۔ البتہ بعض جگہ کرم خوردگی اور چپٹ بندی کی وجہ سے بعض الفاظ ضائع ہو گئے ہیں۔

ترقیمہ۔

تمت تمام شد بتاریخ ۲۱ر ماہِ ذی قعدہ بروز پنجشنبہ

بوقت فجر ۱۲۵۹ھ ہجری مقدمہ صورتِ اتمام یافت

آخر اور شروع میں مہریں بھی ہیں جن میں نام "غلام قادر" ۱۲۵۹ھ ہجری لکھا ہوا ہے۔ غالباً یہی کاتب ہیں۔

۲۷۔ شرح تحفۃ العراقین (ناقص الطرفین)

۲۹۷/۷
۲۷

مصنف۔ خواجہ عبد السلام بن شیخ کبیرؒ سال التصنیف ۱۰۵۰ھ ہجری اوراق (۳۶)

تقطیع ۱/۲ ۷" × ۱/۲ ۸"

اس نسخہ میں حمد کا ایک ورق نہیں ہے اور چند اوراق آخر کے نہیں ہیں۔

آغاز۔

کہ روشن کن انجمن انفسی و آفاقی است تو تیا صفت بدیدہ

پرید ندو انفسی روئے کہ سپیدہ صبح ازل از بیضاء

عزا جبیں تجلی آئین مبارکش ظاہر و ہویدا واللیل موئے کہ

کنارہ حبیب حسن افزائے کنعاں از نسیم زلف عنبر شمیم
بادکان عطارے پیدا

اختتام۔

وتن ایشاں بکنج وحدت وگوشۂ خمول ثابت بودن کہ
از جانی جنید "چوں جامہ زدہ ہزار میخش"۔ یعنی چوں
بر جامہ خود ہزار میخ زدہ اند بزینج حرص بیشتر ہزار میخ زدہ
از بالیدگی ونمو باز داشتہ اند۔

مصنف نے بعد حمد نعت ومنقبت نظم ونثر وجہ تصنیف کے سلسلے میں اپنا نام :۔
"خوشہ چیں خرمن دانائی عبدالسلام بن شیخ کبیر"
لکھتے ہوئے اپنے والد شیخ عبدالکبیر نور اللہ تعالیٰ مضجعہ سے استفادہ علمی کا ذکر کیا ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ :۔
بعضے دوستاں دلبند ویاران ارجمند"
کے پیہم اصرار سے :۔

دریں آوان فرخندہ زمان سعید کہ سنہ ہزار وپنجاہ وہفت ہجری
است موافق سنہ بست جلوس میمنت مانوس سلطان سلاطین
جہاں، خاقان خواقین زماں قطب سپہر سلطنت آفتاب
آسمان خلافت شہنشاہ دیں پناہ شہاب الدین محمد صاحبقران
ثانی شاہ جہاں بادشاہ غازی خلد اللہ تعالیٰ ملکہ وسلطانہ،

"تحفۃ العراقین" مصنفہ حکیم افضل الدین خاقانی شروانیؒ کی شرح لکھنی شروع کی اور اس کو :۔
"درمدت پانزدہ روز از مکمن بطون بمعرض ظہور جلوہ داد"
اس کے بعد مصنف نے اپنے والدؒ کی مدح میں بقول خود "چند بیت بتر کا" لکھے ہیں جن کا پہلا شعر یہ ہے
اے کامروائے اہل دانش   روشن بہ تو علم وبینش
اس کے بعد انکساراً اپنی علمی کم مائیگی کو بیان کرتے ہوئے شرح کو شروع کیا ہے۔

شرح نہایت اچھی اور بلند پایہ ہے۔ مصنف کے حالات کا صحیح پتہ نہ چل سکا البتہ علامہ سید غلام علی بلگرامیؒ نے اپنی کتاب "مآثر الکرام" میں ملا عبدالسلامؒ کے نام کے ایک بزرگ کا حال لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ ملا عبدالسلام دیوہ (ضلع بارہ بنکی) کے علماء میں سے تھے۔ وہاں سے وہ لاہور تشریف لے گئے اور اپنے ہم نام ملا عبدالسلامؒ سے مزید استفادہ علمی فرمایا۔ اس کے بعد دہلی آکر یہ عہد شاہنشاہ شاہجہاں بادشاہ۔

چندے بہ منصب افتاء عسکر مامور گردید

لیکن کچھ عرصے کے بعد بوجہ "کبر سن" اس خدمت سے دست کش ہو کر پھر لاہور واپس تشریف لے گئے اور درس میں مشغول ہو گئے۔ اس مختصر حال کے علاوہ نہ حضرت علامہؒ نے ان کی ولدیت لکھی اور نہ تاریخ وفات۔ یہ محض قیاس ہے کہ یہ شرح انھیں بزرگ کی لکھی ہوئی ہوگی کیونکہ کتاب میں زمانہ تصنیف خود مصنف نے عہد شاہجہانی بتایا ہے۔ واللہ اعلم۔

نسخہ ایک ہی کاتب کا لکھا ہوا ہے لیکن کاتب نے ابتدائی چند اوراق خط نستعلیق جلی میں لکھے باقیماندہ اوراق خط شکست آمیز (خفی) میں ہیں۔ قیاس یہ کہتا ہے کہ یہ مصنف کے اپنے ہاتھ کا نسخہ ہے کیونکہ حاشیوں پر مفید اضافے اور اصلاحیں بھی ہیں اگر ایسا ہے تو نسخہ نادر ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۸ ۔ ۲۴ مراۃ العارفین ۔ (ناقص الاوّل)

۲۹۷/۷
۲۸

مصنف مسعودؔ؟ تصنیف ۔ قبل ۱۰۵۰ھ ہجری ۱۳۹۷ء کتابت ۔ قبل ۱۲۰۰ ہجری اوراق (۴۷)

تقطیع ۵" × ۹ ½"

مسائل سلوک و تصوف پر یہ ایک بلند پایہ رسالہ ہے جس کے اول کا غالباً ایک ورق نہیں ہے

آغاز ۔

آئینہ بے صفا کار نیاید ہمچناں بے طریقت از شریعت
ہیچ حاصل نہ شود و حقیقت عین جمال پس تا صفانہ بود یافت
جمال در آئینہ ممکن نہ باشد

اختتام ۔

رباعی :۔ اے آنکہ ہزار جلد کاغذ خوانی ۔ تا در تو خودی بود خدا کے دانی !
گر از حد خود خویش برون بنشانی ۔ دانی بہ یقیں کہ انچہ جوئی آنی !

الحمد للہ رب العلمین علی اتمام مرآت العارفین والصلوٰۃ
علی سید المرسلین وخاتم النبیین وعلی آلہ و اصحابہ ۔ تمّ
اجمعین الطیبین الطاہرین

مصنف نے یہ رسالہ مکاشفات کے بیان میں لکھا ہے۔ چنانچہ دیباچہ ہی میں اس رسالہ کا نام "مراۃ العارفین" لکھتے ہوئے اس کو حسب تفصیل ذیل (۱۴) کشف پر مع "نکات مختلفہ" کے تقسیم کیا ہے اور اس کے بعد ایک مختصر خاتمہ ہے :۔

کشف اوّل ۔ دربیان حقیقت الوجود ۔ والنکتۃ السابقۃ فی اشارات الفنا و البقا
کشف دوم ۔ دربیان حقیقت توحید ۔ والنکتۃ ۔ الطالعۃ فی اشارات المحو والاثبات
کشف سوئم ۔ دربیان حقیقت المعرفہ ۔ والنکتۃ ۔ اللائحۃ فی اشارات الغیبۃ و الحضور
کشف چہارم ۔ دربیان حقیقت المحبت ۔ والنکتۃ الرائحۃ فی اشارات الصحو والسکر
کشف پنجم ۔ دربیان حقیقت الغیرۃ ۔ والنکتۃ ۔ الغامضۃ فی اشارات الستر والتجلی
کشف ششم ۔ دربیان حقیقت القربہ ۔ والنکتۃ ۔ السامیہ فی اشارات الجمع والتفرقہ
کشف ہفتم ۔ دربیان حقیقت الوصلہ ۔ والنکتۃ الجامعہ فی اشارات الشرب والذوق
کشف ہشتم ۔ دربیان حقیقت الکلام ۔ والنکتۃ ۔ اللامعہ فی اشارات الخواطر
کشف نہم ۔ دربیان حقیقت الرویہ ۔ والنکتۃ الطالعۃ فی اشارات النوم والیقظ
کشف دہم ۔ دربیان حقیقت الصفوۃ ۔ والنکتۃ اللطیفۃ ۔ فی اشارات القبض والبسط
کشف یازدہم ۔ دربیان حقیقت الارادہ ۔ والنکتۃ الجاذبہ فی اشارات السلوک والجذبہ
کشف دوازدہم ۔ دربیان حقیقت الولایت ۔ والنکتۃ العالیہ فی اشارات الخوارق
کشف سیزدہم ۔ دربیان حقیقت السماع ۔ والنکتۃ الواحدہ فی اشارات التواجد والوجد والوجود
کشف چہاردہم ۔ دربیان حقیقت الروح ۔ والنکتۃ اللاحقہ فی اشارات المبدا والمعاد

مصنف نے اول و آخر کہیں اپنا نام نہیں لکھا ہے اور نہ کاتب نے لکھا ہے البتہ تقریباً ہر کشف کے بعد مصنف نے ایک غزل ضرور لکھی ہے جس میں تخلص مسعود ہے ۔ مثلاً ایک غزل جو کشف سوئم کے آخر میں ہے اس کا مطلع و مقطع ملاحظہ ہو:۔

مطلع ۔ دست برآں ابی نہ ملک آن ماست شاہ نہفتہ تہ دلق گداست
مقطع ۔ چشم تو مسعود زصورت بہ بند زانکہ بقا جوئے بمعنی لقاست

"خاتمہ" میں مسئلہ وحدۃ الوجود کو "کشف" سے مربوط کرتے ہوئے اور کشف کی حقیقت کو کہ ۔

کشف چیست آنکہ خودت مستور آید و مرأت چیست آنکہ
خدات نماید محجوب کیست آنکہ بخود ماند و کاشف کیست آنکہ
خودرا از خود بیرون نشاند

بیان کرتے ہوئے آخری غزل کی طرف اس طرح سے اشارہ کیا ہے جس کے مقطع میں تخلص مسعود موجود ہے ۔

پس دریں غزل بگوش دار و خودرا دریں آرتا کشف تمام شود
ترا مکاشف نام شود

مطلع ۔ کجا ئید کجائید بیائید بیائید کہ خود طالب مطلوب شمائید شمائید

مقطع ۔ بہ پرسید بہ پرسید ز مسعود در دوست کجائید کجائید ۔ بیائید بیائید

اس اندرونی شہادت سے صاف واضح ہے کہ اس کتاب کے مصنف حضرت مسعودؒ ہیں ۔

مسعود بک سلطان فیروز شاہ تغلق کے اقربا میں سے تھے آن کا اصلی نام احمد بن محمد نقشبی شیر خاں تھا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ان کے حال میں لکھا ہے :۔

" مدتے در لباس اغنیا ، و اہل دولت بود ناگاہ جذبہ از جذبات
حق گریبان گیر حال او شد بخدمت درویشاں در حلقہ صحبت
ایشاں در آمدہ مرید شیخ رکن الدین ابن شیخ شہاب الدین امام قند

(اخبار الاخیار صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

وحدۃ الوجود کا غلبہ تھا ۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں مثلاً تمہیدات بر طبق تمہیدات عین القضاۃ " اور مرآۃ العارفین" وغیرہ ۔

مصنف کو ستہ ہجری میں کسی الزام میں قتل کر دیا گیا تھا (ملاحظہ ہو کیٹیلاگ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۲۱۵ ۲۸/۳) اس کا ایک نسخہ جو (غالباً) قریب قریب (۱۲) ویں صدی ہجری کے اوائل کا لکھا ہوا ہے بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کی لائبریری میں موجود ہے ۔ جس کا نمبر اوپر درج کیا گیا ہے اس کا ایک اور نسخہ بہ شکل انتخاب اس کتب خانہ میں بھی ہے جو من متفرقات " میں درج کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ ایک بیاض میں دوسرے رسالہ جات کے ساتھ مجلد ہے ۔

نسخہ بخط شکست آمیز قدیم لکھا ہوا ہے رسالہ کرم خوردہ ہے لیکن جلد بندی کر دی گئی ہے اور مجلد ہے آخر میں کوئی ترقیم نہیں ہے اسی کے ساتھ اسی کاتب کے قلم کے اور رسالہ جات بھی مجلد ہیں جو آئندہ نمبروں پر درج کئے جاتے ہیں ۔

۲۹۷/۷
۲۹

۲۹ ۔ مرآت المحققین ۔

مصنف (غالباً) حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ تصنیف قبل ۸۹۸ھ کتابت ۔ قبل ۱۱۱۲ ہجری اوراق (۱۲) تقطیع ۵ × ۹

مولانا جامیؒ کا یہ رسالہ " وحدت الوجود " پہ ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے ۔

آغاز ۔

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین وصلی اللہ
علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین ۔ بدان اسعدک اللہ
فی الدارین کہ مقتدایان طریق و پیشوایان شفیق چنیں گفتہ اند

اختتام۔

اما چوں نظر بذات حق سبحانہٗ و تعالیٰ افگنم کردد متصرف
است ہمہ را در تصرف قدرت آں یک ذات بینم وازیں
جا ترا معنے وحدت روئے نماید والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

مصنفؒ نے بعد حمد و نعت معرفت نفس کو بیان کیا اس کے بعد کتاب کا نام "مراۃ المحققین" بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

و ایں چنیں اگر کسے با اعتقاد درست و ذہن روشن و صفائے باطن ایں
کتاب را مطالعہ کند خود را تواند شناخت، و از خود شناسی
بخدا شناسی تواند رسید و وحدانیت حق سبحانہٗ تعالیٰ را تواند دریافت
و لقائے احد ا در ہر ذرہ از ذرات مشاہدہ تواند نمود۔

اس کے بعد اس کتاب کے "ابواب" کو شروع کیا ہے۔ جن کی کل تعداد حسب تفصیل ذیل (۷) ہے:۔

باب اول ۔ در نفس طبعی و نباتی و حیوانی و انسانی و قوتہائے ایشاں و خدمتگاراں را
باب دوم ۔ اکنوں بدانکہ حواس و قوتہا کہ بیان کردہ شد خادمان نفس اند (در بیان قوت غضب و شہوت)
باب سوم ۔ اکنوں بدانکہ ہر چیزے کہ وجود او ضروری باشد آنرا واجب گویند (بیان واجب الوجود، ممکن الوجود، ممتنع الوجود)
باب چہارم ۔ در بیان آنکہ حکمت چہ بود کہ جل و علا عالم را بیافرید و آدم را بیافرید (بیان خلقت مخلوقات)
باب پنجم ۔ در بیان مبدا ابدان و معاد آں
باب ششم ۔ در تطبیق عالم بزرگ و عالم کوچک (در بیان خلقت مخلوقات)
باب ہفتم ۔ در معاملہ کردن انام ۔ بدانکہ مجموع عالم بعضے ظاہر است و بعضے باطن (در بیان عالم بزرگ عالم کوچک)

آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے اس لئے مصنف یا کاتب کا نام نہ معلوم ہو سکا (یہ نسخہ ۲۹۷/۷م/۲۸) کے
ساتھ مجلد ہے البتہ اس کا ایک انتخاب بنام "انتخاب مراۃ المحققین" بھی ہے جو متفرقات ۔۔۔ کے ساتھ مجلد ہے اس
کے دیباچہ میں تفصیل ابواب دی گئی ہے جن کی ترتیب مندرجہ بالا ابواب سے نہ صرف مختلف ہے بلکہ "باب ہفتم"
کا عنوان اور مضمون بھی بالکل بدلا ہوا ہے اور اسی باب ہفتم کے حاشیہ پر لکھا ہے:۔

از باب اول تا باب ششم دور از فہم اہل زمانہ نگاشتم۔ باب ہفتم نوشتہ شد

اس انتخاب میں باب ہفتم کا عنوان یہ ہے:۔

"در بیان توجہ ۔ اکنوں بچند نوع توجہ مسطور می شود دریں
رسالہ" ہے۔

اس باب کے خاتمہ پر۔ جو صرف "توجہ" کی تفصیلات میں ہے حضرت جامیؒ کا یہ قطعہ لکھا ہے:۔

قطعہ :- جامی در گفتگوئے در بند دگر دل شیفتہ خیال مبند دگر
در تودہ عمر گراں مایہ بہ باد سیہ شد ورقے چند دگر

اس قطعہ سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ مراۃ المحققین کے مصنف حضرت جامیؒ ہیں۔ حضرت جامیؒ کے سوانح نگار نے یہ لکھتے ہوئے کہ حضرت جامیؒ صاحب تصانیف کثیرہ تھے لکھا ہے کہ لفظ "جام" کے اعداد ان کی تصانیف کی تعداد کو بتاتے ہیں جو (۴۴) ہیں۔ ان میں سے بیشتر نہ صرف مقبول و مشہور ہیں بلکہ مختلف مطابع میں مختلف زمانوں میں طبع بھی ہوئی ہیں اور اب بھی ہو رہی ہیں بہرحال یہ امکان ہے کہ یہ تصنیف انہیں (۴۴) میں سے ایک ہو جس بیاض کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے وہ حضرت ابوالبرکات میر برکت اللہ قدس سرہٗ بلگرامی ثم مارہروی کی مرتبہ ہے اسی اصل بیاض کی یہ نقل ہے جس کی تفصیل متفرقات میں ملے گی۔ یقیناً وہ انتخاب حضرت ممدوح الصدرؒ کا کیا ہوا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ دونوں نسخوں کے باب ہفتم میں شدید اختلاف ہے جس کی وجہ سے یہ بھی قیاس ہو سکتا ہے کہ "باب ہفتم" کسی اور رسالہ کا ہو اور کاتب نے غلطی سے اس میں نقل کر دیا ہو۔ لیکن حاشیہ کی عبارت اس قیاس کی موید نہیں۔ واللہ اعلم۔

کاتب وہی ہے جو سابقہ رسالہ کا ہے۔ خط قدیم شکست آمیز ہے۔

مراۃ المحققین کا ایک نسخہ سبحان اللہ لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (۲۹۷/۷ ف / ۲۲) میں بھی ہے۔ جو ۱۰۸۱ھ کا مکتوبہ ہے لیکن مصنف کا نام اس میں بھی نہیں ہے۔

اسی نام کا رسالہ۔ جو غالباً یہی ہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ کے کتب خانہ میں بھی ہے (ملاحظہ ہو کیٹلاگ کلکتہ کتب فارسی صفحہ ۶۴۳۔ ۱۳۲۵ع) جس میں فہرست نویس نے لکھا ہے کہ "یہ ایک مختصر رسالہ تصوف پر ہے۔ مصنف کا نام نہیں ہے"۔ اس کے بعد جو آغاز کی عبارت لکھی گئی ہے وہ زیر نظر رسالہ سے مختلف ہے۔

۳۰۔ حقیقت حقہ۔

۲۹۷/۷ / ۳۰

مصنف۔ حضرت شیخ نظام الدین احمد بن شیخ عبدالشکور العمری الفاروقی قدس اللہ سرہما تھانیسری بلخی
تصنیف۔ قبل ۱۰۳۶ھ کتابت۔ قبل ۱۱۱۲ھ اوراق (۵) تقطیع ۵" × ۹½"
جیسا کہ رسالہ کے نام سے ظاہر ہے اس میں حقیقت توحید کا بیان ہے۔

آغاز۔

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ محمد و آلہ۔ بدانکہ این رسالہ ایست
مسمی بہ حقیقت حقہ کہ در تحقیق سخن صوفیہ کہ در توحید ہفت
مرتبہ نہادہ اند

اختتام

قطعہ:-
کسے داند کہ از الماس فکرت — گہر ہائے معانی سفتہ باشد
رموز عشق و اسرار حقیقت — باصحاب معارف گفتہ باشد

والسابقون السابقون وصلی اللہ علی خیر خلقہ
محمد و آلہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اس رسالہ کا مقدمہ شاید حضرت تھانیسریؒ کے کسی مرید نے لکھا ہے جس میں مختصر حمد و نعت کے بعد مقدمہ نویس نے رسالہ کا نام لکھتے ہوئے چھ مرتبوں کے نام لکھے ہیں اور مرتبہ ہفتم کے لئے لکھا ہے کہ:-

و مرتبہ ہفتم کہ آں جا "ح" و "ق" نگنجد

اس کے بعد مقدمہ نویس نے اپنے پیر و مرشد:-

حضرت شیخ نظام الدین بن عبدالشکور العمری التھانیسری
نفعنا اللہ من برکاتہم

کا نام بحیثیت مصنف کے لکھتے ہوئے اس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رسالہ کے موضوع کو شروع کیا۔

وقد جاءکم من اللہ نور

رسالہ "تجرید و تفرید" کے بیان میں ہے۔ چنانچہ مصنفؒ نے یہ فرماتے ہوئے کہ:- شعر

"ہمائے (؟) چہرہ میزان نقاب آنگاہ بکشاید — کہ دارالملک ایماں را مجرد باید از غوغا

رسالہ کو "تجرد از غوغا" کے نام سے باعتبار ہفت مراتب "حسب تفصیل ذیل سات الجاب پر تقسیم کیا ہے:-

۱۔ تجرد از غوغائے اول۔ عبارت از غیر۔ و غیریت است کہ از متعلقات ہستی و لوازم خودی است

۲۔ تجرد از غوغائے دوم۔ ایں باشد کہ ہر لحظ و ہر لحہ تصور ایں علم حظ وافر و زوقے متکاثر در کام جان وے بچکاند

۳۔ تجرد از غوغائے سوم۔ ایں بود کہ انچہ معلوم سالک بود و بر آں ذوق می گرفت منظور و مشہور وے گشت

۴۔ تجرد از غوغائے چہارم۔ ایں بود کہ نظر سالک بر کثیف مجاز قناعت نکند

۵۔ تجرد از غوغائے پنجم۔ ان بود کہ سالکان راہ و...... بارگاہ الہ اگرچہ غبار "اذا تم الفقر فھو اللہ" ایشاں را روئے نمودہ است اما اینجا نہ ایستد

۶۔ تجرد از غوغائے ششم۔ کہ مطلب اعلیٰ و مقصد اقصے جملہ انبیاء و اولیاء است آں بود کہ از رقبت آینت و از قید اضافت بالکلیہ آزاد گردند

۷۔ مرتبہ ہفتم۔ کہ آں جا "ح و ق" نگنجد اشارت آنست کہ چوں عارف بمشاہدۂ ذات کہ در مرتبہ ششم مذکور شد مشرف گردید و ایں دولت عظمیٰ و کمال یقین نصیب وقت وے شد نسبت ح و ق یعنی لفظ

تحق" درآں وقت تواند کرد
اس کے بعد مصنف نے اسی طرح سے نور کے سات مراتب کی تفصیل لکھی ہے اور اسی پر رسالہ ختم ہے۔

حضرت شیخ نظام الدین تھانیسری قدس سرہٗ کا آبائی وطن بلخ تھا۔ نسباً فاروقی تھے حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہٗ کے بھتیجے داماد، خلیفہ اور جانشین تھے۔ حلقۂ ارادت بہت وسیع تھا شہنشاہ جہانگیر بھی آپ کا بےحد معتقد تھا لیکن اپنے بیٹے اور ولی عہد شاہجہاں کے سلسلہ میں ایک غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا تھا اور حضرت سے ناراض ہو کر اس نے حضرت کو ہندوستان سے چلے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ چنانچہ آپ اسی زمانہ میں مکہ معظمہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اس کے بعد روضۂ مطہرہ پر حاضر ہوئے جہاں کئی سال حاضر رہ کر حصول فیض نبویہ سے مالا مال ہوئے اور پھر حسب اشارہ نبویہ اپنے آبائی وطن بلخ میں واپس آکر قیام فرمایا جہاں ہزاروں انسانوں کو فیض پہنچایا اور وہیں ۸ رجب المرجب ۱۰۳۶ھ میں انتقال فرمایا۔ مزار مبارک بلخ میں مرجع خلائق ہے۔
(ملاحظہ ہو خزینۃ الاصفیاء جلد اول مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صفحہ ۴۲۹)

لیکن صاحب "حدائق الحنفیہ" نے (اردو مطبوعہ نولکشور صفحہ ۴۰۲،۴۰۱) میں حضرت شیخ کی تاریخ وفات ۱۰۲۴ھ لکھتے ہوئے مادہ تاریخ:—

"جامع فضل"
۱۰۲۴ھ

لکھا ہے۔ اس کے علاوہ بجائے شاہنشاہ جہانگیر کے شہنشاہ اکبر اعظم کی ناراضگی کا ذکر کیا ہے کہ شہنشاہ اکبر نے ناراض ہو کر جلاوطنی کا حکم دے دیا تھا۔ لیکن یہ دونوں بیان صحت سے دور معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ "صاحب خزینۃ الاصفیاء" نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے کہ شہنشاہ جہانگیر کو حضرت شیخ نے بزمانہ ولیعہدی دعا دیتے ہوئے بادشاہی کا مژدہ سنایا تھا چنانچہ ۱۰۱۴ہجری میں بعد وفات اکبر اعظم وہ شہنشاہ ہوا اس لئے بے حد معتقد تھا اس کے بعد شہزادہ خسرو (بعد میں شاہنشاہ شاہجہاں) کی باپ سے ناراضگی اور حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضری اور دعا طلبی کا واقعہ لکھا ہے جو ایک تاریخی حقیقت ہے اسی حاضری اور دعا طلبی کو شہنشاہ جہانگیر کے متوسلین نے رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کیا اور وہ کبیدہ خاطر ہو گیا اس تاریخی واقعہ کے زمانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت شیخ کا مقام بلخ میں ۱۰۲۴ھ میں وفات پانا قطعی صحیح نہیں ہو سکتا۔ اب رہا "جامع فضل" سے تاریخ وفات کا ثابت کرنا کچھ زیادہ وقیع اس لئے نہیں ہے کہ تاریخوں کے مادے ہر وقت ہر زمانے کے نکالے جا سکتے ہیں ممکن ہے کہ اکبر اعظم کی مخالفت کو تسلیم کرتے ہوئے کسی نے (۱۲) سال پہلے کی تاریخ نکال دی ہو۔ راقم کی رائے میں تاریخ وفات ۱۰۳۶ھ ہی صحیح ہے چوں کہ تاریخ تصنیف نہ معلوم ہو سکی اس لئے تاریخ وفات کی مناسبت سے سال تصنیف قبل ۱۰۳۶ھ لکھ دیا گیا رسالہ کا کاتب وہی ہے جو سابقہ رسالہ جات کا ہے۔ خط شکست آمیز ہے (یہ رسالہ بھی ف ۲۹۷/۷ / ۲۸ کے ساتھ مجلد ہے)

۲۱۔ رسالہ وحدت۔

(شرح بیت) مصنف۔ حضرت شیخ نظام الدین تھانیسری قدس اللہ سرہٗ العزیز۔ تصنیف۔ قبل ۱۰۳۶ ہجری
کتابت۔ ۱۱۱۲ھ اوراق (۲ ½) تقطیع ۵ × ۹ ½
یہ مختصر رسالہ وحدت کے بیان میں ہے جو ایک بیت کی شرح ہے

آغاز۔

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علیٰ نبیہ و آلہ

اختتام

ماحول است از سامعان و ناظران آنکہ راہ انکار و قلم تخطیہ
بریں مضامین نکشند کہ زبان وقت باعث ایں املا ر
شدہ است والسلام مع الاکرام

اس رسالہ کا موضوع وحدۃ الوجود ہے جو بقول مقدمہ نویس اس ایک بیت کی شرح ہے جس کو مصنف نزہۃ الارواح نے اپنے رسالہ "زاد المسافرین" میں لکھا ہے وہ بیت یہ ہے:۔

دل قدم کہ عشق دارد　　　ابریست کہ جملہ کفر بارد

چنانچہ شارح نے عشق و محبت کی شرح لکھتے ہوئے فرمایا کہ سالک جب راہ سلوک میں پہلا قدم محبت حق میں رکھتا ہے تو وہ "لا الہ الا اللہ" کہتا ہے۔ یعنی سوائے ذات حق کے کوئی نہیں ہے چنانچہ شارح قدس سرہٗ فرماتے ہیں!

ایں نفی غیر کردن کہ سبب اسلام۔ بود نزد کل صوفیہ کفر است چرا کہ او غیر می بیند تا او را نفی می کند

غرض کہ اس والہانہ اور عارفانہ انداز میں پوری بیت کی شرح (۲ ½) اوراق میں ہے اسی والہانہ انداز نے حضرت قدس سرہٗ کو آخر میں اس فرمانے پر مجبور کیا:۔

زبان وقت باعث ایں املا شدہ

اس رسالہ کا مقدمہ بھی حضرت شیخ قدس اللہ سرہٗ العزیز کے کسی خلیفہ کا لکھا ہوا ہے ممکن ہے کہ یہ وہی مقدمہ نویس ہوں جو سابقہ رسالہ کے ہیں حضرت شیخ قدس سرہٗ کی مختصر سوانح سابقہ نمبر میں لکھدی گئی ہے۔ کاتب اس کا بھی وہی ہے جو سابقہ رسالہ جات کا ہے۔ خط شکست آمیز ہے اور ۲۹۷/۷ / ۲۸ کے ساتھ مجلد ہے)

۳۲۔ رسالہ احسانیہ۔

مصنف۔ حضرت شیخ نظام الدین تھانیسری قدس اللہ سرہ العزیز تصنیف۔ قبل ۱۰۳۶ھ کتابت۔
قبل ۱۱۱۲ھ اوراق (۲) تقطیع ۹ × ۵½
یہ رسالہ بھی "وحدۃ الوجود" کے مسئلے سے متعلق ہے اس کے مقدمہ نویس بھی وہی صاحب معلوم ہوتے ہیں جو سابقہ نسخہ جات کے ہیں جنہوں نے مختصر تر حمد و ثنا کے بعد لکھا ہے کہ:۔

این رسالہ ایست مسمیٰ "باحسانیہ" از مصنفات حجۃ المتصوفین
قدوۃ المحققین .... حضرت شیخ نظام الدین تھانیسری
(قدس اللہ سرہ العزیز)

آغاز۔

حمدے خور مطلع انوار بود — بر خطرات پاک راسزاوار بود
نعتے کہ بروں از حد گفتار بود — اندر خور پیغمبر مختار بود

اختتام۔

خاک او باش پادشاہی کن — آن او باش ہرچہ خواہی کن
یا لیت کنت معھم فافوز فوزاً عظیماً وصلی اللہ
علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہٖ اجمعین۔

اس رسالہ میں بھی مصنفؒ نے سات درجے قائم کئے ہیں۔ ہر درجہ میں مرتبہ ذات سے بحث کرتے ہوئے آخری "درجہ ہفتم" میں اس قطعہ کو لکھ کر اس کی تفسیر و تفصیل دی ہے:۔

کہ ہمہ اوست ہرچہ ہست یقین — جان جاناں و دلبر و دل و دیں
کہ ہموں شاہد و ہموں مشہود — لیس فی الدار غیرہٗ موجود

اس کا کاتب بھی وہی ہے جو سابقہ نسخہ جات کا ہے۔ ہر رسالہ کے آخر میں مالک رسالہ کا نام تھا اور اس کی مہر لگی ہوئی تھی مگر دونوں کو ہر جگہ مٹا دیا گیا ہے اس آخری رسالہ میں بہت دشواری سے نام اور مہر کا مندرجہ سال پڑھا گیا جو یہ ہے:۔

مالک محمد رضا ..... سنہ ۱۱۱۲ھ

(اس سے معلوم ہوا کہ ان رسالہ جات کی کتابت یا ۱۱۱۲ھ میں ہوئی یا اس سے قبل (نسخہ ۲۹۷/۷ / ۲۸ کے ساتھ مجلد ہے)

۳۳- رسالہ نور وحدت۔

رسالہ کتابت غالباً قبل ۱۱۱۲ھ ہجری اوراق (۳) تقطیع ۵" × ۹

یہ رسالہ بھی جیسا کہ نام سے ظاہر ہے وحدت الوجود کے ہی بیان میں ہے

آغاز۔

الحمد للہ رب العالمین کہ بحقیقت آں آفتاب روشن
تر است وجمال وحدت از مرأت کثرت بہمہ حال در نظر

اختتام۔

اما باید کہ احتیاط تمام کند کہ خلاف شریعت وطریقت
واقع نشود و از ملاحظ وحدت کہ حقیقت است بالکلیہ....

مصنف نے رسالہ کی حمد میں بھی "وحدۃ الوجود" کا ہی تلازمہ رکھا بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ آغاز حمد سے ہی موضوع رسالہ شروع ہوگیا۔

مصنف نے جگہ جگہ اے سید سے خطاب کرتے ہوئے مسائل وحدت کو بیان کیا ہے چونکہ رسالہ ناقص الآخر ہے۔ اس لئے نہ مصنف کا نام معلوم ہوا اور نہ مخاطب الیہ کا کہ یہ "سید" کون صاحب تھے اور نہ رسالہ کا نام البتہ کاتب نے سرورق کے حاشیہ پر رسالہ کے نام کے لئے یہ لکھا ہے :۔

ایں رسالہ را نام" نور وحدت" است

اسی لئے راقم نے اس کا نام" نور وحدت" لکھدیا

اس رسالہ کا کاتب وہ نہیں معلوم ہوتا جو سابقہ رسالہ جات کا ہے کیونکہ قلم بدلا ہوا ہے اور خط معمولی شکستہ آمیز ہے البتہ کاغذ وہی ہے۔ اس لئے سال کتابت وہی معلوم ہوتا ہے جو سابقہ رسالہ جات کا ہے (یہ رسالہ بھی ۲۹۷/۷ / ۲۸ کے ساتھ مجلد ہے)

۳۴- تحفۂ نصائح۔ (منظوم)

(ناقص الطرفین) مصنف۔ حضرت سید یوسف حسینی چشتی المتخلص بہ گدا قدس سرہٗ العزیز تصنیف۔
قبل ۱۱۷۲ھ اوراق (۱۶) تقطیع ۵" × ½۸

اس منظوم رسالہ میں مصنف نے بطرز تصوف مسائل فقہ و اخلاق کو بیان کیا ہے

آغاز۔

...... روشن مزین شد سما از بہر خلق راہ بر
چیزے کہ باشد در جہاں آن چیز گوید ذکر تو
تسبیح گویاں عالمے کاہے بود خواہی حجر

اختتام۔

گر یک سخن ایں مجملگی یابد قبولے نزد حق
نازم چو حساں در جہاں گردم چو سحباں مفتخر
دارم امیدے از خدا خوانندم چوایں صاحبدلے

مصنّف کا یہ منظوم رسالہ علمی حلقہ میں کافی مشہور ہے جس میں مصنف نے زیادہ تر مسائل فقہی و اخلاقی کو علٰحدہ علٰحدہ عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔ دیباچہ کا ایک ورق نہیں ہے جس میں حمد کے اشعار ہیں حمد و نعت کے بعد مصنف نے اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ محمود نصیر الدین روشن چراغ دہلویؒ کی شان میں لکھا ہے:۔

شیخ معظم پیر ما محمود آں حسان قرار چوں او نباشد ہیچ کس ہم محتشم ہم مشتہر

وجہ تصنیف میں مصنف نے اپنا نام ظاہر فرماتے ہوئے اپنے صاحبزادے کا نام بھی لکھدیا ہے جن کے لئے یہ رسالہ تحریر فرمایا:۔

گوید ہمی یوسف گدا در وعظ سخنے چند را از بہر خلفے خوش لقا بوالفتح آں نور البصر

اس رسالہ کا ترجمہ منظوم دکنی اردو قدیم ۱۰۳۶ھ میں بھی ہو چکا ہے جس کے قلمی نسخے حیدرآباد میں بھی ہیں (ملاحظہ ہو۔ تذکرہ مخطوطات اردو۔ جلد اول۔ ادبیات اردو حیدرآباد) اور علی گڑھ (انجمن ترقی اردو ہند) میں بھی یہ رسالہ اگرچہ فقہی مسائل کا حامل ہے لیکن چونکہ ایک ممتاز صوفی کے قلم کا تھا اس کے علاوہ بعض ایسے مسائل بھی ہیں جو تصوف سے متعلق ہیں اس لئے اس کو فن تصوف میں درج کر دیا گیا۔

چونکہ آخر کے کچھ اوراق نہیں ہیں اس لئے سال کتابت کا پتہ نہ چل سکا لیکن خط قدیم نستعلیق ہے اس لئے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ نسخہ گیارھویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔

حضرت شیخ یوسف حسینی چشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔ حضرت روشن چراغ دہلوی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے مرید و خلیفہ تھے آپ فقیہ و محدث ہونے کے علاوہ زبردست صوفی بھی تھے ۷۹۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ اس لئے سال تصنیف بھی قبل ۷۹۰ھ لکھدیا گیا۔

۲۹۷/۷
۳۵

۳۵۔ تنبیہ الغافلین

مصنف حضرت مولانا سید احمد بریلوی شہیدؒ تصنیف قبل ۱۲۴۰ھ کتابت ۱۲۴۸ھ اوراق (۱۴) تقطیع ½۸ × ½۵ یہ رسالہ چونکہ اتباع سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے اس لئے اس کو فن تصوف میں درج کیا گیا

آغاز۔

حمد بے حد مر منیعے را۔ جلت نعماؤہ۔ کہ انعام عام او
ماسوائیش را محیط گشتہ وشکر بے پایاں مر ہادی مطلق
را تبارک و تعالیٰ۔

اختتام۔

وآں ارحم الراحمین ہمہ مومنین را اندک از نامرضیات محفوظ
داشتہ بہ مرضیات خود مصروف دارد۔ آمین یارب العالمین۔

پابندی شرع اور اتباع سنت پر یہ رسالہ مشہور مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا سید احمد بریلوی شہیدؒ کا ہے جو عرصہ ہوا طبع ہو چکا ہے۔ مگر اس رسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ آخر میں بعد ختم رسالہ حضرت مولاناؒ کے شاگرد جناب مولانا مولا بخش بہاری مرحوم نے ان تمام احادیث نبویہ اور آیات قرآنیہ کا فارسی ترجمہ کرکے بطور ضمیمہ لگا دیا ہے تاکہ رسالہ پڑھنے والوں کو آسانی ہو جائے۔ حضرت مولانا سید احمد کا مفصل حال ۹۵۴/۱۷۱/۵۹ تاریخ ہند پر مفصل درج کر دیا گیا اس کے ساتھ رسالہ جات ۳۶ و ۳۷ بھی مجلد ہیں۔

۲۹۷/۷
۳۶

۳۶۔ ۲۔ ضمیمہ تنبیہ الغافلین۔

مولانا مولا بخش مرحوم۔ مکتوبہ ۱۲۶۶ھ اوراق (۳) تقطیع ½۵ × ½۸
یہ وہی ضمیمہ ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ ضمیمہ نویس نے آیات کے ترجمے سے قبل آیات کے حوالے معہ نام سورت و شمار رکوع بھی دے دیا ہے اور لکھا ہے کہ:۔

برائے نفع عوام تفسیر آیات مذکورہ از تفسیر حسینی کہ
بین العلماء معتبر و متداول است "عنہ" نقل کردہ و ترجمہ
احادیث وغیرہ بحسب فہم ناقص خود نمودہ۔

رسالہ بخط نستعلیق و نسخ جلی لکھا ہوا ہے اور پیشانی پر طلا اور مینا کا کام بھی ہے پورا رسالہ مطلا و مذہب ہے یہ رسالہ ۲۵ ؁ کے ساتھ مجلد ہے۔

ترقیمہ۔

بدستخط خام محمد کریم اللہ خاں ولد صاحبزادہ صاحب
صالح محمد خاں بہادر (ٹونک) بتاریخ چہارم شہر جمادی الثانی
۱۲۲۴ ؁ہجری رسالہ تنبیہ الغافلین بمکان مولانائے خلیق و
استاد شفیق بکرم الٰہی بالیقین مولوی امام الدین صاحب
بمنۃ اللہ تعالیٰ تحریر یافت
اللہ باقی من کل فانی

۲۹۷/۷
۳۷

۳۷۔ رسالہ تفسیر علم سلوک۔

مصنف۔ مولانا مظفر علی عرف عبد اللہ شاہؒ تصنیف ۱۲۱۸ ؁ہجری کتابت ۱۲۲۴ ؁ہجری اوراق (۱۲) تقطیع ۵ × ۸ اس رسالہ میں مصنف نے چند آیتوں کی تفسیر باندازِ تصوف و سلوک فرمائی ہے۔

آغاز۔

الحمد للہ الذی نور القلوب بنور الایمان
افمن شرح صدرہٗ للاسلام د تاب من تاب
توبۃ النصوحا من التائبین۔

اختتام۔

و دیگر است از ظاہر و باطن دل۔ حدیث۔ ذکر اللسان
لقلقہ و ذکر الروح وسوسہ و ذکر القلب مراحۃ

مصنف نے اس پورے رسالہ میں "اللہ نور السمٰوات والارض" کی تفسیر لکھتے ہوئے یہ مشہور مصرع لکھا ہے:۔

ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست

اسی کی تائید میں اس کے بعد ہی اردو کا یہ شعر لکھ دیا ہے:۔

نہ گوہر میں ہے اور نہ ہے سنگ میں　　ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ میں

مصنفؒ "وحدت الوجودؒ" (ہمہ اوست) کے حامی ہیں اسی لئے اسی سلسلہ میں یہ فرماتے ہیں کہ:۔

نور او ہر یک ہیئت تصور بنا ید نمود

اس کے بعد تجلیات کی تصریح فرماتے ہوئے کہ:۔

از معائنہ جلوہ ہائے تجلیات ستورہ ہستی درویش نابودی

گردد و ہر زماں نابودیش ہستی نی یابد

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگراست

یہ نسخہ بخط نسخ و نستعلیق جلی لکھا ہوا ہے اور مطلاو مذہب ہے یہ رسالہ ع۳۵ کے ساتھ مجلد ہے۔

ترقیمہ۔

تمت تمام شد تفسیر مسلم سلوک تصنیف میاں مظفر علی

عرف میاں عبد اللہ شاہ بدست محمد کریم اللہ خاں ولد

صاحبزادہ صاحب صالح محمد خاں بہادر دام اللہ اقبالہم بتاریخ

ہفتم ذیقعدہ روز شنبہ وقت سہ پہری ۱۲۵۱ھ ہجری

واللہ المستعان علیٰ ماتصفون

۲۹۷/۷
۳۸

۳۸۔ روضات۔

تصنیف۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ تصنیف۔ قبل ۱۰۵۱ھ کتابت ۱۸۴۲ء اوراق (۷۴) تقطیع ۴۱/۲×۷"

حضرت محدث دہلویؒ نے یہ رسالہ "اتحاد شریعت بہ طریقت وحقیقت" پر بہت جامع لکھا ہے

آغاز۔

حمد دوام ومنت تمام خداوند ذی الافضال والاکرام را کہ

در روز ازل در انعام بر ہستی بے سرانجام بکشود

اختتام۔

وآں مسائل در کتب فقہ مسطور است ایں رسالہ در فن مطابقت

شریعت با طریقت وحقیقت از مصنفات قدوۃ محدثاں

شیخ عبدالحق دہلوی قدس اللہ سرہٗ است

مصنفؒ نے بعد حمد ونعت ومنقبت ایک طویل دیباچہ لکھا ہے جس میں وجہ تصنیف کو بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ :۔

اما چوں بعضے مقصراں کہ بدرجہ وجد وحال رسیدہ اند اتحاد
ظاہر و باطن را بچشم دل ندیدہ وشریعت وحقیقت را
مخالف یک دیگر گمان بردہ مذبذب می شوند وعقائد علماء
وعرفا را متناقض یک دیگر خیال کردہ مضطرب گردند بعضے
معتقد عقائد عرفا شدہ از عقائد علماء منکر آمدہ در زمرۂ
ملاحدہ می روند و بعضے بر عقائد علماء معتقد بودہ از
عقائد عرفا انکار نمودہ در سلک غافلانے ۔ کہ "من کان فی
ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ" ۔ در شان ایشان است
منسلک می شوند

اسی وجہ سے حضرت شیخ قدس سرہ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا تاکہ ۔ بقول حضرت شیخؒ :۔

اتحاد و اعتقاد ہر دو طائفہ را معتقد بودہ بر ہیچ کدام انکار
نیارند

شریعت، طریقت، حقیقت کو ایک ہی سمجھیں اور ان کو ایک دوسرے کا مخالف نہ جانیں ۔ اس کے بعد مصنفؒ نے یہ ظاہر فرماتے ہوئے کہ کوئی بات بغیر سند حدیث اور اقوال مشائخ کے نہیں درج کی گئی ہے رسالہ "روضات" کی وجہ تسمیہ کے متعلق لکھا ہے کہ :۔

وچوں بر طالباں راہ تحقیق ہر نکتہ اش باغیست از ثمرات
ہدایات بنا بریں مسمّٰی بہ "روضات" شد

شیخؒ نے سب سے پہلے شریعت کی اہمیت کو ذہن نشین کراتے ہوئے کہ :۔

شریعت چراغ است در راہ دیں | منور ز نورش زماں و زمیں
کہ در ظلمت رہ بچشم خرد | ز نورش عیاں می شود نیک و بد

ہدایت فرمائی ہے کہ پہلے عقائد شریعت کو درست کرنا چاہیئے اس کے بعد "طلب حق" کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کہیں کہیں شیخؒ نے بعض مسائل سلوک (شریعت و طریقت) کے متعلق سوالات قائم کرکے جوابات شافی دئیے ہیں اسی طرح سے سلسلہ بسلسلہ فرائض، واجبات، مستحبات ومسنونات کی تفصیلات لکھ کر لکھا ہے کہ :۔

طریقت کنایت است از افعال آں سرور صلی اللہ
علیہ وسلم و افعال آں دریکتائے بحر توحید ہمہ مخصوص اند
بتقوی و احتیاط

اس کے بعد شیخؒ فرماتے ہیں کہ :۔

پس باین اعتبار شریعت عام است و طریقت خاص ازیں
نکتہ باید دانست کہ عام را بے خاص وجود ممکن است
اما خاص را بے عام وجود محال

حضرت شیخؒ صاحب تصانیف کثیرہ تھے ۔ علاوہ عربی اور فارسی میں احادیث وفقہ کی ضخیم تصانیف کے تصوف پر بھی حضرت شیخؒ کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں اکثر طبع ہو چکی ہیں ان میں یہ ایک لاجواب رسالہ ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جس پایہ کے محدث وفقیہ تھے اسی پایہ کے عارف کامل بھی تھے سلسلہ ارادت وبیعت قادریہ تھا ۔ حضرت شیخ عبدالوہاب متقیؒ سے خرقہ خلافت حاصل فرمایا تھا ۔ حضرت شیخؒ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے معاصرین میں تھے ایک زمانہ میں باہم کچھ علمی اختلاف بھی ہو گیا تھا لیکن وہ بہت عارضی تھا اور مسئلہ متنازعہ فیہ کی صفائی کے بعد صفائی ہو گئی تھی چنانچہ سوانح نویسوں نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ نہ صرف حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قائل تھے بلکہ معتقد بھی ہو گئے تھے ۔ حضرت شیخؒ کا انتقال دہلی میں بعمر تقریباً (۹۴ سال) ۱۰۵۲ھ ہجری میں بہ عہد شاہنشاہ شاہجہاں ہوا اور اپنے خاندانی قبرستان واقع قطب صاحب (مہرولی) دہلی میں دفن ہوئے ۔

اس رسالہ کی تاریخ تصنیف کا اول آخر کہیں پتہ نہ چل سکا اس لئے قبل وفات کا زمانہ تصنیف لکھ دیا گیا ۔ خط شکستہ آمیز جلی ہے ۔

ترقیمہ ۔

تمام شد بالخیر والسعادت بتاریخ سیزدھم جون ۱۸۴۹ء
روز یکشنبہ بمقام میرٹھ بقلم شکستہ رقم خاکسار بھوپ سنگھ
صورت تحریر یافت

اس کے بعد بخط شکستہ آمیز لکھا ہوا ہے :۔

بنظر ہیچ کارہ محمد عبدالرحمٰن عفی عنہٗ تصحیح پذیرفت

اس کے نیچے اردو میں لکھا ہوا ہے

بندہ گنہگار سید احمد بن مولوی سلطان احمد مارہروی
مطابق ۱۹ اگست ۱۹۰۲ء یوم سہ شنبہ یہ متبرک کتاب
ایک خاص ذریعہ سے حاصل ہوئی ۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

رسالہ کے اوّل وآخر چند اوراق ایسے بھی ہیں جن میں قدیم وجدید شعراء کا فارسی ریختہ اور ہندی کلام بھی کسی نے نقل

کر دیا ہے۔ (یہ اقبالنامہ جہانگیری کے ساتھ مجلد ہے)

۳۹۔ مجموعہ رسالہ مراقبہ و برزخ۔

۲۹۷/۷
۳۹

مصنف۔ حضرت شیخ عیسیٰ جند اللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز تصنیف غالباً سنہ ۹۶۶ ہجری اوراق (۹) تقطیع ۵×۸

اس مجموعہ میں چھوٹے چھوٹے دو رسالہ جات ہیں جس میں مصنف نے مراقبہ اور برزخ کے معنیٰ بیان کرتے ہوئے "وحدت الوجود" کی حقیقت کو بیان کیا ہے

آغاز۔

در مراقبہ رویت بصورت انساں است کہ ہیئت افلاکیست
و افلاک عین صورت انساں است و انساں نسخہ الہٰی است

اختتام۔

و ذکر چہار اند۔ ذکر ناسوتی جلی است۔ و ذکر ملکوتی پاس انفاس
ذکر لاہوتی ذکر اہبات و ذکر جبروتی سرّ ھو کون مکون است

مصنف نے پہلے حصہ رسالہ میں مراقبہ کی تعریف و تفصیلات دیتے ہوئے "اطیعوا اللہ اطیعوا الرسول واولی الامر منکم" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:۔

آمر در شریعت بادشاہے است (چنیں) مجتہدان گویند و
در طریقت پیر را گویند پس ایں دو امرے آوردن فرض
است و ایں آمر بر دو نوع است۔ ظاہر و باطن۔

اس کے بعد مصنفؒ نے مراتب روح کو بیان کرتے ہوئے حضرت سید نعمت اللہؒ کا یہ قطعہ نقل کیا ہے۔

قطعہ۔ تا جماعت در تجلی دیدہ ام   صورت را در عین معنیٰ دیدہ ام
دیدہ ام بینا شدہ از روئے دوست   لاجرم در عین بینا دیدہ ام!!

اس کے بعد مصنفؒ نے "برزخ محمدی" کا عنوان دے کر محمد اور اللہ کے مختلف قسم کے چھوٹے بڑے (۱۳) دائرے اور اشکال دئے ہیں جو نہایت خوبصورت طغرائی خط میں لکھے ہوئے ہیں مراقبہ کے بیان کے خاتمے کے بعد لکھا ہے:۔

تمت الرسالۃ مراقبہ تصنیف حضرت شیخ عیسیٰ جند اللہ قدسؒ

اس کے بعد برزخ کا تفصیلی بیان اس جملہ سے شروع ہوا ہے:۔

ہر کسے را کہ ایں معنیٰ دست دہد سزد او ہیچ شرط عبودیت

معبود نماند اگر مسجد نماز گزارد و اگر در بت خانہ سجدہ پیش
صنم بجا آرد بے نسبت باشد

اس کے بعد مصنف نے یہ قطعہ تحریر فرما کر "محمد" اور "اللہ" کے دو شکل دائرے بنائے ہیں:-

اگر کافر زبت آگاہ گشتے — چرا در دیں خود گمراہ گشتے
مسلمان گر بدانستے کہ بت چیست — بدانستے کہ دیں در بت پرستی است

اس کے بعد مصنف نے ذکر کے طریقہ کو بیان کرتے ہوئے "گردہ" "جگر" "بینی" "مقعد" کے دائرے دئے ہیں "عروج و نزول" ذکر کی تفصیلات دی ہیں اور مقامات عروج و نزول کو بیان کیا ہے

ترقیمہ میں کاتب نے ۹۶۶ھ لکھا ہے جو سال تصنیف معلوم ہوتا ہے

ترقیمہ۔

تمت الرسالہ برزخ تصنیف حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ قدس
سرہ العزیز و نور اللہ مرقدہٗ تمام شد۔ ۹۶۶ھ

باوجود کوشش کے یہ نہ معلوم ہوسکا کہ یہ بزرگ کون تھے اور کہاں کے تھے اور کس سلسلے سے تعلق رکھتے تھے رسالہ جات کا خط کچھ ثلث اور کچھ شکست آمیز ہے۔ لیکن خط قدیم معلوم ہوتا ہے دائرے اور اشکال کافی خوبصورت اور رنگین ہیں۔

۲۹۷/۷
۴۰

۴۰۔ شرح گلشن راز۔ (ناقص)

مصنف۔ (غالباً) شیخ محمد یحییٰ بن علی الجیلانی اللاھجی النوربخشی اوراق (۳۸) تقطیع ۶ × ۸½

یہ کافی ضخیم شرح ہے لیکن موجودہ نسخہ ناقص ہے جس کے درمیان اور آخر کے اوراق نہیں ہیں اس کے علاوہ کرم خوردگی کی وجہ سے بہت کافی عبارتیں بھی ضائع ہوگئی ہیں۔ نسخہ حد درجہ کرم خوردہ ہے جٹ بندی کرائی جاکر اس کو مجلد کیا گیا ہے۔

نسخہ کی کتابت کافی قدیم معلوم ہوتی ہے۔ خط کچھ نستعلیق۔ اور کچھ شکست آمیز خفی، ہے شرح بین السطور میں اور حاشیہ پر لکھی گئی ہے۔ چونکہ آخر کے اوراق نہیں ہیں اس لئے مصنف یا شارح کا نام نہ معلوم ہوسکا حاشیہ پر کہیں کہیں صرف:-

شرح گلسن

لکھا ہے۔ لیکن شرح کا ایک نسخہ جو (سبحان اللہ لائبریری۔ مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ) میں ہے اس میں مصنف کا نام لکھا ہوا ہے لہٰذا وہی نام یہاں بھی درج کر دیا گیا ہے

آغاز۔

یمناً و تبرکا مذکرہ وصلی اللہ علی رسولہ والہ
وصحبہ اجمعین۔
(کرم خوردہ) اول باید دانست کہ اسم اللہ سہ اعتبار......
(عبارت کرم خوردہ)

اختتام۔

اگر خواہی کہ گردی بندہ خاص　　　مہیا شو برائے صدق و اخلاص

اس مثنوی کا نام معلوم نہیں "گلشن راز" کیسے ہوگیا اور کس نے رکھ دیا کیونکہ شارح نے "سبب نظم گلشن" کے عنوان کا یہ شعر لکھ کر۔

مرا گفتا بوائے گوئی دردم　　　کز اں جا نفع گیرند اہل عالم

حضرت شیخ سید حسینؒ کے۔ جو حضرت شیخ محمود شبستریؒ مصنف گلشن کے پیر بھائی اور معاصر تھے سوال کے متعلق لکھتے ہوئے شیخ حسینؒ کے خلیفہ کے آنے اور شیخ محمودؒ کے تعظیم بجا لانے کے حالات کو لکھا ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ اپنے خلیفہ کے اصرار سے اس میں کچھ اضافہ کرکے اس کتاب کا نام مصنف نے "گلشن" رکھا اس کے بعد لکھا ہے کہ۔

درخواب دید کہ خطاب از حضرت می آید کہ ایں کتاب گلشن
اسرار کنید کہ ایں کتاب از آں ماست و شیخ نام ایں "گلشن
اسرار" برائے ایں کردہ

اس سے صاف واضح ہے کہ اس مثنوی کا اصل نام "گلشن اسرار" تھا بعد میں کسی نے "اسرار" کے مفہوم کو سامنے رکھ کر اس کا نام "گلشن راز" رکھدیا۔ واللہ اعلم
سبحان اللہ لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ $\frac{۲۹/۷}{۲۶}$ فارسی کا نسخہ مکتوبہ ۱۱۷۰ھ ہجری ہے لیکن موجودہ نسخہ کتابت کے اعتبار سے اس سے قدیم معلوم ہوتا ہے۔

$\frac{۲۹/۷}{\text{الم}}$

الم یسلسلۃ الاسلام۔

مصنف شیخ ابراہیم معصوم بن شیخ زین اولیا چشتی قدس سرہ تصنیف قبل ۹۰۰ھ ہجری اوراق (۱۵۲)
تقطیع ۵×۳×۳
اس رسالہ میں مصنفؒ نے نہ صرف حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے حالات لکھے ہیں بلکہ اس سلسلہ کے تقریباً تمام خواجگان

چشت اہل بہشت قدس اللہ اسرارہم کے حالات بحوالہ تذکرۃ الاولیاء، نفحات لطائف اشرفی وغیرہ بھی لکھے ہیں۔

آغاز۔

فراواں ستائش و آفریں نہاں آفریں را از شعشہ یھدی اللہ
من نورہ من یشاء دلہائے ارباب شہود را چیزے نے نگردانیدہ
حسن مطلق ساخت

اختتام۔

ایماں عبارت از ذکرلسانی است حضرت مولانائے سعدالدین
کاشغری قدس سرہٗ فرمودہ اند کہ طریق تعلیم ذکر آنست کہ
اوّل شیخ بدل گوید لاالہ الا اللہ محمد الرسول اللہ مرید دل خود
ذکر کند و در مقابلہ دل شیخ بدارد

مصنف نے حمد و نعت کے بعد اپنا نام :۔

ذرہ خاک راہ اولیاء و غبار اقدام اصفیاء ابراہیم ۔۔۔۔
(کرم خوردہ) ابن شیخ زین اولیاء چشتی اسلامی

لکھتے ہوئے لکھا ہے :۔

چوں رسالہ جداگانہ در منقبت عمدہ اقطاب عالی منزلت
زبدہ اولیاء تعالی مرتبت صیرفی عیار اصفیا ۔۔۔۔ نقود اتقیا ۔۔

وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح مصنف نے حضرت شیخ سلیم چشتی کے القاب و آداب بطور منقبت تقریباً (۲) صفحات میں لکھتے ہوئے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا آخری شعر یہ ہے :۔

شیخ سلیم آں در دریائے نور   خاصگی خلوت بزم حضور

اس کے بعد لکھا ہے کہ وہ رسالہ "جداگانہ" ختم ہو چکا اور اب یہ ارادہ کیا کہ :۔

انا احوال برکت اشتمال سلاسل قدسیہ عالیہ ۔۔۔۔
نگار ایں سازد

ہذا مصنف نے اولاً تمام ملفوظات و مصنفات کے نام مع اسماء مبارک مصنفین۔ مثلاً "فوائد السالکین" ملفوظات حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ، مرتبہ حضرت فرید الحق والدین گنج شکر قدس اللہ سرہٗ۔ "راحت القلوب" ملفوظات

حضرت بابا فرید قدس اللہ سرہٗ مرتبہ حضرت نظام الدین اولیار قدس سرہٗ۔ "اسرار الاولیاء" مرتبہ مولانا بدر الدین اسحاق "افضل الفواد و راحت المحبین" مرتبہ حضرت امیر خسرو "ذخیرۃ المجالس" مرتبہ محمد بن مبارک نور محمد کرمانی "وغیرہ وغیرہ لکھے ہیں۔
اس کے بعد اپنی کتاب کا نام اس طرح سے لکھا ہے :۔

یعنے از احوال منقبت آل آں آرائیدہ انجمن کرامت بہ جہت
ترتیب پیر سلسلہ و زینت خاطمہ (خاتمہ) مندرج نمودہ
"سلسلۃ الاسلام" نام نہاد

چنانچہ مصنف نے بحوالہ کتب شواہد النبوت۔ روضۃ الاحباب۔ تحفۃ الابرار۔ اور لطائف اشرفی۔ سب سے پہلے رسول اللہ کی مختصر سیرت مبارک لکھی اس کے بعد حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے مجمل حالات مبارک لکھے اس کے بعد حضرت سید حسن بصری کے مختصر حالات اور چند اقوال برکت اشتمال نقل کئے اس کے بعد چودہ خانوادوں کے۔ جو ہندوستان میں مشہور ہیں۔ نام لکھ کر ہر ایک کی وجہ تسمیہ لکھی پیران سلسلوں اور خانوادوں کی یکے بعد دیگرے تفصیلات لکھتے ہوئے ان خانوادوں اور سلسلوں کے بزرگوں کے حالات قلمبند کئے ہیں تمام سلسلوں کی تفصیلات کے بعد آخر میں سلسلہ چشت اہل بہشت کو زیادہ تفصیل سے لکھتے ہوئے اس سلسلہ کے تقریباً کل بزرگوں کے حالات زیادہ وضاحت سے لکھے ہیں ورق ۱۶۰ تا ۲۰۱ سے حضرت شیخ سلیم چشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے حالات کو۔ از تاریخ پیدائش (۸۸۴ھ) لکھکر۔ مادہ تاریخ پیدائش

نجم معرفت
۸۸۴ھ

لکھا ہے۔ ورق ۱۳۱ پر حضرت شیخ فتح اللہ اکبر آبادی قدس سرہٗ العزیز کا ایک مکتوب بنام :۔

بندگی حضرت قطب العالم

ہے۔ جس میں شیخ نے اپنے واردات قلبی کی صراحت فرماتے ہوئے مدادا کی درخواست کی ہے۔ چنانچہ اس مکتوب کا جواب حضرت شیخ سلیم چشتی قدس سرہٗ العزیز کے والد بزرگوار حضرت شیخ بہاؤ الدین چشتی قدس سرہٗ کی طرف سے (ورق ۱۳۵) بنام۔

برادر دینی و محب یقینی و دوستدار دوجہانی شیخ المشائخ والاولیار
شیخ فتح اللہ دام مشربہٗ ......

ہے جس میں مداوا کی پوری تفصیلات ہیں۔
اس کے بعد مصنف نے حضرت شیخ سلیم چشتی قدس سرہٗ العزیز کے حسب ذیل (۱۳) خلفاء کے مجمل حالات لکھتے ہوئے ان کی عمر۔ تاریخ وفات اور مدفن کو بھی لکھا ہے :۔
(۱) شیخ کمال الدین بن شیخ شہاب الدین (۲) شیخ طہٰ (۳) شیخ پیارا (۴) سید جیو (۵) شیخ حسین (۶) شیخ

کبیر بن شیخ عبد الغفور (۷) شیخ ولی (۸) شیخ علاؤ (۹) شیخ حاجی حسین (۱۰) شیخ رکن الدین (۱۱) شیخ بھکاری (۱۲) شیخ سدھاری (۱۳) شیخ عبدالواحد خلفاء ممتاز کی تفصیلات کے بعد مصنف نے یہ لکھتے ہوئے کہ :-

خاطر حقیقت طلب بر آں شد کہ طریقہ سلوک و اشغال و معمول
و مختار آں سلسلہ عالیہ رضیہ کہ بر صفحات مسامع و الواح اخیار
رقم اشتہار دارند نگارش نماید

اس سلسلہ چشتیہ کے طریق سلوک و اشغال کو آخری چند اوراق میں بیان کیا ہے اور اسی بیان پر کتاب ختم ہے۔
مصنف خزینۃ الاصفیاء (جلد اول صفحہ ۴۳۲ و ۴۳۵ مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ) نے بحوالہ "اخبار الاخیار" حضرت شیخ سلیم چشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی تاریخ پیدائش ۸۷۷ھ اور تاریخ وفات ۹۷۹ھ لکھی ہے اس اعتبار سے شیخ کی عمر (۱۰۲) سال کی قرار پاتی ہے اور اگر تاریخ پیدائش ۸۸۳ھ کو درست سمجھا جائے جیسا کہ مصنف کتاب نے لکھا ہے۔ تو ممدوح کی عمر (۹۶) سال کی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

نسخہ زیر نظر ہر حیثیت سے اہم اور نادر ہے جس میں سلسلہ کے بزرگوں کے حالات کے علاوہ مسائل تصوف کو بھی کافی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ اس عہد کے بعض تاریخی واقعات پر روشنی بھی پڑتی ہے

ترقیمہ۔ نسخہ سلسلۃ الاسلام بخط خام احقر امام یوسف علی خاں
بتاریخ ششم ماہ ذیقعدہ (ذیعقدہ) ۱۲۷۵ھ ہجری با تمام رسید

نسخہ بخط نستعلیق صاف لکھا ہوا ہے البتہ کاتب نے بعض بعض جگہ املا کی غلطیاں کی ہیں نسخہ کانی کرم خوردہ ہے چٹ بندی اور جلد بندی کرادی گئی ہے۔ مگر چٹ بندی میں احتیاط نہیں کی گئی ہے اسی طرح جلد بندی میں اوراق کو مقدم و موخر کر دیا گیا ہے بہرحال ان پر صفحات ڈال دئے گئے ہیں تاکہ اوراق کی اصل جگہ معلوم ہو جائے۔
ترقیمہ کے کسی دوسرے کاتب نے "تاریخ وفات مصنف سلسلۃ الاسلام یعنی ملفوظ شیخ سلیم فتحپوری قدس سرہٗ" لکھ کر ایک فارسی کی رباعی لکھی ہے جس کا آخری مصرعہ تاریخ یہ ہے :-

بحق پیوستہ ابراہیم معصوم
۱۰۹۸ھ

اسی تاریخ وفات کی مناسبت سے سال تصنیف قبل ۱۰۹۰ھ لکھ دیا گیا ہے کیونکہ مصنف کے مفصل حالات کا کسی ماخذ سے کچھ پتہ نہ چل سکا البتہ پیشانی اور سرورق پر دو چھوٹی مہریں ہیں جس میں نام "ظفر الدین یعقوبی فتحپوری" لکھا ہوا ہے اس کے علاوہ سرورق کی مہر کے نیچے بخط نستعلیق جلی یہ نام بحیثیت مالک کتاب کے بھی لکھا ہے اور اسی مالک کے غالباً دستخط بھی ہیں جس کے نیچے "یکم جنوری ۱۹۰۱ء" تاریخ بھی لکھی ہے یہی وہ اندرونی شہادت ہے جس کی بناء پر سال تصنیف کو قیاساً لکھا گیا ہے۔ میری نظر میں چونکہ مطبوعہ رسالہ نہیں گزرا ہے اس لئے یہ بھی

نہیں کہا جا سکتا ہے کہ آیا یہ رسالہ طبع ہوا یا نہیں ۔
سرورق پر "محمد عنایت احمد اسرائیل کولوی" کی قلمی فارسی عبارت ہے جس میں لکھا ہے کہ :۔

بتاریخ یکم محرم الحرام ۱۲۹۶ھ مستعار گرفتم و برائے یاد تحریر
کردم ۔ و باللہ التوفیق

۴۲ ۔ مکتوباتِ منیری ۔ ناقص الطرفین

مصنف حضرت شیخ یحییٰ شرف الدین منیری بہاری قدس اللہ سرہ العزیز تعداد اوراق (۵۴)
تقطیع ۶ × ۹ ۱/۲

یہ صرف چودہ مکتوبات کا (ناقص) مجموعہ ہے ہر مکتوب :۔
برادر اعز شمس الدین سلمہ اللہ

کے نام ہے ۔

آغاز ۔

وجلت (؟) گداخت مخالفت است ازیں جا گفتند ما علیم و
ایشاں عاصی ۔ کرامت نواخت

اختتام ۔

چوں ایشاں راجمت ماست ۔ گناہ چہ کند ہر جا کہ محبت
آید (آمد) عیب برخاست ۔

بیت ذرہ آرد (؟) خفا در دل تما
بہتر از ہر دو ......

حضرت شیخ یحییٰ شرف الدین منیری بہاری قدس سرہ العزیز کا وصال ۷۸۲ھ ۱۳۸۰ء۔۸۱ میں ہوا ۔ ممدوح کے مکتوبات جن کی تعداد بروایات مختلفہ ایک سو سے زیادہ ہے اور جو مختلف زمانوں میں شائع ہو چکے ہیں یہ اوراق بھی انہیں مکتوبات کا ایک جزء ہیں ۔ یقیناً باقی اوراق ضائع ہو گئے ۔ چونکہ مکتوبات اول و آخر ناقص ہیں اس لئے مرتب اور کاتب کا نام اور زمانہ ترتیب و کتابت نہ معلوم ہو سکا ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے پاس جو مجلدات ہیں (ملاحظہ ہو کیٹلاگ ۱۲۰۵ع ، ۱۲۰۶ع ، ۱۲۰۷ع) اس سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ مجموعہ ۱۲۰۵ع میں (۱۵۱) مکتوبات ہیں جن کو "زین بدر عربی نے ۷۶۹ھ (۶۸ ۔ ۱۳۶۷ء) میں ترتیب دیا ۔ اس نمبر کے مجموعہ کے کاتب کوئی

عالم بن سید احمد حسینی ہیں جنھوں نے ۹۰۳ھ ہجری میں ان کی کتابت کی

زیر نظر مجموعہ نہایت خوبصورت خط نستعلیق قدیم میں لکھا ہوا ہے اور مطلا۔ مذہب ہے لیکن صحیح طور سے زمانہ کتابت متعین نہیں کیا جا سکتا ہے خط اور کاغذ سے اس قدر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ مجموعہ مکتوبات گیارھویں صدی ہجری کے آخر یا بارھویں صدی ہجری کے اوائل کا لکھا ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

ہر مکتوب کا نمبر اور عنوانات سرخی سے لکھے ہوئے ہیں۔ نسخہ بیشتر جگہ کرم خوردہ ہے مگر زیادہ خراب نہیں ہو سکا البتہ آخری ورق زیادہ خراب ہے۔

۲۹۷/۷
۳۴

۳۴۔ شرح الفصوص الحکم۔

مصنف شیخ موید الجندی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔ سال تصنیف غالباً ۶۶۰ھ تعداد اوراق (۲۷۷) تقطیع ۸×۱۲ آ

یہ شرح زمانہ تصنیف کے اعتبار سے اس شرح فصوص الحکم سے مقدم ہے جو حضرت مولانا جامیؒ نے ۸۹۳ھ - ۱۴۵۸ء میں تصنیف فرمائی تھی جس کا نام "نقد النصوص فی شرح نقش الفصوص" ہے

آغاز۔

الحمد للہ الولی والصلوٰۃ علی النبی الامی و آلہ التقی وصاحبہ

النقی ق۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ل۔ کلمہ "با"

متعلق بہ محذوف است

اختتام۔

پس اے برادر منزہ دار حق را از صورت خاص و عقد مخصوص

و با اہل عقل مردہ با ایشاں منشین فان الصحبۃ توثر

مصنف نے مختصر حمد و نعت کے بعد ہی بغیر تمہید و دیباچہ کے کتاب فصوص الحکم کی شرح کو شروع کر دیا ہے شرح نہایت مبسوط ہے دیباچہ کی شرح کرتے ہوئے شارح نے سبب تالیف کتاب کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ مصنف فصوص الحکم (حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ) نے جبکہ وہ دمشق میں ۶۲۷ھ میں مقیم تھے خواب میں دیکھا کہ :-

(بہ) دست مبارک او علیہ السلام کتابے بود پس فرمود بمن

کہ ایں کتاب فصوص الحکم است بگیر (وغیرہ وغیرہ)

یعنی خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شیخ قدس اللہ سرہٗ العزیز کو بشارت فرماتے ہوئے اپنے دست مبارک سے یہ کتاب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو مرحمت فرمائی اور خود ہی اس کا نام فصوص الحکم فرمایا اسی طرح سے دیباچہ

کی شرح کے کل (۹) اوراق ہیں لیکن کتاب میں صرف (۸) اوراق ہیں۔ دیباچہ کی شرح کا آخری ورق "تواں" حسنا ؓ ضائع ہو گیا۔

شارح نے متن کے جملہ کو حرف "ق" سے شروع کیا ہے جس کے معنی قول شیخ کے لئے ہیں شرح کے لئے حرف "ل" استعمال کیا ہے۔ بہرحال شرح قابل مطالعہ ہے

حضرت مولانا جامیؒ نے حضرت شیخ موید الدین الجندی کی سوانح "نفحات الانس" میں لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ شیخ ممدوح حضرت شیخ صدر الدین قونوی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے مرید و خلیفہ تھے۔ جنہوں نے :۔

"بعضے مصنفات شیخ بزرگ راچوں فصوص الحکم ومواقع النجوم شرح کردہ است"

"و سائر شروح فصوص وے۔است و دراں جا تحقیقات بسیار است"

مولانا جامیؒ کی اس عبارت سے قیاس کرنا پڑتا کہ موجودہ شرح حضرت شیخ موید الدین الجندیؒ کی مصنفہ ہے مذ کتاب کے اول و آخر کہیں مصنف کا نام نہیں ہے۔ اور نہ کتاب کے آخر میں کوئی ترقیمہ ہے۔ آخر میں مصنف نے سال تصنیف غالباً ۶۶۰ھ لکھا ہے۔ چنانچہ ختم کتاب کا آخری جملہ یہ ہے :۔

"این اخر کتاب است و بہ عنایت حقانی و بہ معونت نفس رحمانی

در ارواح طیبہ" "فصوص روح مقدس شیخ اکبر قدس سرہٗ

در نہم شعبان ۶۶۰ھ (چھ سو کے بعد کا ہندسہ کرم خوردہ ہے

اس لئے صحیح نہیں پڑھا گیا قیاس یہ کہتا ہے کہ اس کے آگے (۶۰) کا ہندسہ

ہے اس لئے سال تصنیف ۶۶۰ھ لکھدیا گیا) بشرف ختم مشرف شد و بہ ختام اختتام مختتم شد"

کتاب کا خط معمولی نستعلیق ہے جو بارھویں صدی ہجری کا معلوم ہوتا ہے۔ کاتب کا نام یا سال کتابت درج نہیں ہے

۲۹۷/۷
۴۴

۴۴۔ مراۃ مسعودی۔ (ناقص الاول)

مصنف شیخ عبد الرحمن چشتیؒ تصنیف غالباً قبل ۱۰۵۰ھ مکتوبہ ۱۱۲۳ھ اوراق (۴۷) تقطیع ۸ × ۶

مصنف نے حضرت سید سالار مسعود غازی بہرائچی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے حالات میں یہ کتاب لکھی ہے جس کے دیباچہ کے چند اوراق نہیں ہیں۔

آغاز۔

بہا احدا ولا انا۔ یعنی یکے آنست بدرستی کہ حق تعالیٰ آگہی

کردہ است شہیداں را بہ ہیچ کرامت کہ گرامی نہ کردہ است

ہیچ کس را و نہ مرا۔

اختتام۔

ازآں جہت ہر روز تازہ کراماتے وتازہ ظہورے وتازہ ذوقے
وتازہ جسنے وتازہ عشقے وتازہ دردے وتازہ سازے وتازہ
سوزے برآستانہ راحت القلوب آں محبوب رب العالمین
متجلی است

زسر تا ناخن پایت سراسر نازمی بینم
کجا صد احسنت راہنوز آغاز می بینم

مصنف نے دیباچہ میں۔ جس کے حمد ونعت کے اوراق نہیں ہیں ابتداءً اولیاء شہداء کی کراماتوں کے سلسلہ میں پانچ احادیث مع ترجمہ وشرح کے نقل کرتے ہوئے حضرت سید سالار مسعود غازی قدس اللہ سرہٗ العزیز کا نسب نامہ لکھا ہے جو گیارھویں پشت میں حضرت محمد حنفیہ بن علی کرم اللہ وجہہ کے نام پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد مصنف نے حضرت سالار مسعود غازیؒ کی والدہ کا نام لکھتے ہوئے جو سلطان محمود غزنوی کی بہن تھیں "تاریخ جہاں آرائے" کے حوالہ سے ان کا نسب نامہ نوشیرواں کسریٰ سے ملایا ہے اور "تاریخ محمود وجاہی" کے حوالہ سے اولاد امام حسن رضی اللہ عنہ لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

پس در ہر دو حال مقبول است سبحان اللہ آنقسم بلند ہمتی وشجاعت
وعشق وجانبازی براہ حق جل وعلیٰ کہ سالار مسعود غازی را بودہ
غیر از خاندان اسد اللہ الغالب دیگرے را ممکن نیست

اس کے بعد مصنف نے اپنا نام "فقیر الحقیر عبد الرحمن چشتیؒ" لکھتے ہوئے وجہ تالیف لکھی اور کتب معتبرہ کے حوالہ جات بھی لکھے ہیں۔

مصنف نے کتاب کو حسب ذیل (۵) بابوں پر تقسیم کیا ہے اور ہر باب کا نام "داستان" رکھا ہے۔

داستانِ اوّل۔ دربیان متوجہ شدن سالار ساہو (پدر بزرگوار حضرت سالار مسعود غازیؒ) پہلوان لشکر از طرف غزنی بطرف ہندوستان۔

داستان دوئم۔ دربیان بازگشتن سالار ساہو وحضرت سلطان الشہداء بطرف غزنی وغیرہ وغیرہ۔

داستان سوئم۔ دربیان رخصت شدن حضرت سلطان الشہداء از سلطان محمود وروآوردن بطرف ہندوستان ورسیدن بہ ملتان وغیرہ وغیرہ۔

داستان چہارم۔ دربیان رسیدن سالار ساہو درستر کھ (ضلع بارہ بنکی۔ یوپی) ومتوجہ شدن حضرت سلطان الشہداء بطرف بہرائچ۔

داستان پنجم۔ دربیان اظہار کرامت حضرت سلطان الشہداء بعد از شہادت وبناء عمارت روضۂ منورہ مطہرہ

و بعضے احوال و خوارق آں محبوب رب العالمین

اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی عرصہ ہوا شائع ہوچکا ہے مصنف کی کئی تصانیف راقم کی نظر سے گزر چکی ہیں مصنفؒ کی بیشتر تصانیف کا نام "مراۃ" سے شروع ہوتا ہے۔ مثلاً "مراۃ المخلوقات" (اس کا ایک نسخہ مسلم یونیورسٹی کے مخطوطات میں ہے اور اس میوزیم میں بھی ہے جو فن مذہب عام میں درج ہے) "مراۃ مداری" اس کو مراۃ بدیعی بھی کہتے ہیں۔ اس کا ایک نسخہ کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی میں ہے اور دوسرا کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے جو حضرت بدیع الدین شاہ مدار مکن پوری کے حالات میں ہے

مصنف عہد جہانگیری و عہد شاہجہانی اور عہد عالمگیری کے ان اولیاء میں سے تھے جو نہ صرف عالم علوم دین تھے بلکہ سنسکرت کے بھی متبحر عالم تھے جس کی شہادت "مراۃ المخلوقات" دیتی ہے۔ مصنفؒ کا انتقال بعہد شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر ۱۰۹۲ھ میں ہوا۔

ترقیمہ :-

تمام شد نسخہ مراۃ مسعودی بہ تاریخ ۱۲ ر شہر ربیع الآخر ۱۱۲۳ھ
مطابق ۵ جلوس ہمایوں بہادر شاہ (اول)

یہ نسخہ قدیم ترمکتوبہ ہے جو بہ خط شکستہ آمیز صاف لکھا ہوا ہے۔ جلد بندی کے وقت ابتدائی چند اوراق مقدم اور موخر کر دئے گئے ہیں۔ میں نے ان پر سلسلہ وار نمبر ڈال دئے ہیں۔

۵۴ کیمیائے سعادت (رکن سوم و چہارم۔ ناقص الاول)

۲۹۷/۷
۵۴

مصنف۔ حجت الاسلام ابوحامد محمد بن محمد غزالی طوسی الملقب بہ زین الدین قدس اللہ سرہ العزیز۔
تصنیف۔ قبل ۵۰۵ھ مطابق ۱۱۱۱ء تعداد اوراق ۳۰۲ تقطیع $\frac{1}{2}$ ۶ × $\frac{1}{2}$ ۹

حضرت امام غزالیؒ کی فن تصوف و اخلاق میں یہ وہ مشہور ترین کتاب ہے جو نہ صرف دنیا کے مختلف مطابع میں مختلف زمانوں میں طبع ہوچکی ہے بلکہ یورپی اور غیر یورپی زبانوں میں ترجمے بھی ہوئے ہو شائع ہوچکے ہیں۔ دنیائے تصوف و سلوک میں اس کتاب کو بلند پایہ تصور کیا گیا ہے اس جلد میں صرف رکن سوم و چہارم ہیں۔ رکن سوم کے بھی ابتدائی چند اوراق نہیں ہیں :-

آغاز۔

مطلق آں بود کہ ایں ہمہ تعالیٰ اندروے معتدل و راست بود
چنانکہ نیکو روئے آں بود۔

اختتام۔

وتقول فی خاتمۃ الکتاب اللھم انا نعوذ بک نعوذ بک من
عقابک ونعوذ برضاک من سخطک ونعوذ بک لا
احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک
والحمد للہ وحدہٗ

یہ نسخہ بخط ثلث قدیم لکھا ہوا ہے۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے جس سے سال کتابت معلوم ہوتا لیکن خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کتابت غالباً نویں صدی ہجری یا دسویں صدی ہجری کے اوائل میں ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔
اس کا دوسرا نسخہ بھی ہے جو بخط نستعلیق خفی لکھا ہوا ہے وہ ضمیمہ فہرست ۲۹۷۷/۱۷۹ پر درج کیا گیا ہے۔ اس نسخہ میں چاروں رکن ہیں اس اعتبار سے یہ نسخہ مکمل ہے۔ البتہ رکن چہارم کے آخری چند اوراق نہیں ہیں۔

۴۶۔ اسرار العالیہ فی مناقب الوالیہ

۲۹۷۷ / ۴۶

مصنف مولانا محمد عبد الغفار تصنیف قبل سنہ ۱۲۹۰ھ کتابت سنہ ۱۲۱۰ھ اوراق ۱۱۵ تقطیع ۷×۹
مصنف نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا عبد الوالی فرنگی محلی (لکھنؤ) کا یہ تذکرہ لکھا ہے۔

آغاز۔

"حمد وافر و ثنا متکاثر قادرے را سزد کہ خود حامد است
و خود محمود خود ساجد است و خود مسجود"

اختتام۔

"و ہر یک منزل دلائل الخیرات خواندہ باشند و اگر فرصت
دست دہد "یک مرتبہ حزب البحر نیز بخواند۔ توفیق رفیق باد۔"
مصنف حضرت مولانا عبد الوالی فرنگی محلی کے مرید تھے جنھوں نے اپنے پیر کا یہ مفصل تذکرہ لکھا ہے بعد حمد و نعت و منقبت مصنف نے دیباچہ میں اپنا نسب نامہ لکھتے ہوئے وجہ تصنیف تذکرہ لکھی ہے۔
مصنف حضرت ملا عبد العلی بحر العلوم کے پوتے تھے ملا بحر العلوم کا مزار مبارک مسجد والاجاہی مدراس میں ہے (کیونکہ ممدوح وابستہ دربار والاجاہی گوپاموی تھے) اور ملا عبد العلی بحر العلوم ملا نظام الدین فرنگی محلی موجد مشہور درس نظامی کے بیٹے اور ملا نظام الدین حضرت ملا قطب الدین شہید سہالوی کے بیٹے تھے۔

مصنف نے تذکرہ کو حسب تفصیل ذیل چار فصلوں اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے:-

۱۔ فصل اوّل ۔ در بیان نسب وسلسلہ بیعت شریف حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ فصل دوم ۔ در کیفیت بیعت و حلیہ شریف حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ و کیفیت تحصیل علوم ظاھری
۳۔ فصل سوئم ۔ در تحقیق عمر شریف حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ و احوال مرض ملال وفات
۴۔ فصل چہارم ۔ در بیان خرق عادات (کرامات) آنحضرت انچہ خود دیدہ و یا از یاران صادق شنیدہ
۵۔ خاتمہ ۔ در بیان ارشادات و اوراد و اذکار کہ عموماً بمریداں و مسترشداں خود تعلیم می فرمودند

مصنف نے اپنے پیر و مرشد کی عمر بوقت وفات (۹۰) سال لکھی ہے تاریخ و مہینہ وفات (شعبان) بھی لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ سال وفات کو کہیں نہیں لکھا۔

کاتب نے کتاب کافی غلط لکھی ہے کسی نے اصل کتاب سے مقابلہ کرتے ہوئے اس کو صحیح کیا ہے کاتب نے تقریباً ہر صفحہ پر غلطیاں کی ہیں۔ خط معمولی نستعلیق ہے کاتب نے اس کی کتابت بھاگل پور میں کی ہے چنانچہ ترقیمہ میں لکھا ہے:-

تمت بالخیر بتاریخ بست وششم شہر ذی قعدہ ۱۲۹۰ھ
بمقام بھاگلپور۔

اس کے بعد دو نظمیں (فارسی) کی ہیں جن میں تاریخ کتابت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ ایک نظم ضیاء الدین احمد المتخلص بہ ضیاء کی اور دوسری طبعزاد "خواجہ نورالدین" ہے۔

۲۹۷/۷
۷۴

۷۴۔ تذکرہ عابدہ صالحہ ۔ (ناقص الاول)

مصنف شیخ محمد ابراہیم بن حسن بن خواجہ علی بخاری تصنیف غالباً ۹۴۰ھ اوراق (۱۰) تقطیع ½۶ × ۱۰
مصنف نے یہ تذکرہ جس میں مسائل تصوف و سلوک کی توضیح کی ہے اپنی چھوٹی بہن کا لکھا ہے

آغاز۔

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز و علی الہ واصحابہ المکرمین
الذین وجد کل واحد منھم قلبہ رضی اللہ
تعالی لتنویرا تباعہ صلی اللہ علیہ وسلم حدقۃ

اختتام۔

... پرستش دربارشاہ عالمگیر چنیں فرمودند کہ ... شاھنشاہ اورنگ زیب بادشاہ
دلیر و مردانہ است کہ چل ماہ ... بادشاہی خواہد کرد

یہ رسالہ اگرچہ بظاہر تذکرہ معلوم ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت یہ مسائل سلوک و تصوف کا حامل ہے جس کے لئے مصنف نے تفصیلی بحث کرتے ہوئے اپنی بہن کی مختصر عارفانہ زندگی کو بھی بیان کردیا ہے۔ گویا کہ ضمناً یہ تذکرہ ہے جو ایک زاہدہ کی عارفانہ زندگی کا مرقع ہے جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں معلوم ہوگی۔
تصوف و سلوک کے جس قدر مسائل مصنف نے لکھے ہیں وہ زاہدہ کے اپنے اقوال ہیں یا جن کو موصوفہؒ نے اپنے والد بزرگوار سے سنا تھا جن سے وہ بیعت تھیں بلکہ اجازت بیعت بھی حاصل کی تھی۔
نسخہ کا پہلا صفحہ جس میں غالباً حمد و نعت و منقبت وغیرہ کی عبارتیں ہیں ضائع ہوگیا ہے مصنف نے بعد حمد و نعت دیباچہ میں اپنا نام و سکونت لکھتے ہوئے پہلے تو اپنے والد کی بخارا سے ہندوستان میں آمد اور یہاں قیام کا مختصر تر حال لکھا ہے اس کے بعد اپنے والد کے پیر اور خواجہ دیوانہ لاہوری کا ذکر کرتے ہوئے اپنے دو بھائیوں اور دو بہنوں کا مختصراً ذکر کیا ہے انہیں بہنوں میں سے اپنی ایک بہن کے متعلق جو مصنف سے چھوٹی لیکن اپنی دوسری بہن سے بڑی تھیں یہ لکھ کر ذکر کیا ہے کہ :۔

اما ہمشیرہ کلاں کہ از احقر خورد است علم باطنی از
والدی اخذ نمود

اس کے بعد موصوفہؒ کے ریاض و مجاہدہ کو لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ :۔

ہر چند از علوم رسمی بہرہ چنداں نداشتہ اما تحقیقات
.... ایں طریق را چناں بیان فرمودے کہ شنوندہ حیراں شدے
پارۂ ازاں کہ یاد ماندہ در قید کتابت می آمد تا راہ روان
ایں بادیہ را در خدا آں بیانہائے صافیہ راموید و معین در
رہ سپری باشد

اس کے بعد مصنف نے وہ تمام مسائل تصوف لکھے ہیں جو وقتاً فوقتاً موصوفہؒ نے بیان کئے موصوفہؒ نقشبندیہ سلسلہ میں اپنے والد کی مرید تھیں اور انہیں سے اجازت بیعت لی تھی جنہوں نے بیشتر عورتوں کو مرید کرکے راہ سلوک دکھلائی مسائل تصوف کی توضیح کے ساتھ مصنف نے موصوفہؒ کے خوارق عادات کو بھی اجمالاً بیان کیا ہے۔
رسالہ کافی دلچسپ ہے اور تاریخی حیثیت سے بھی اہم ہے جس میں مصنف نے بحوالہ اقوال کرامت موصوفہؒ شاہجہاں بادشاہ کے لڑکوں کی باہم آویزش کا بھی اشارہ کیا ہے۔
مصنف نے موصوفہؒ کا نام نہیں لکھا بلکہ ہر جگہ "عابدہ و صالحہ" ہی سے تعبیر کیا ہے۔ تاریخ وفات :۔

یکم ماہ جمادی الآخر سنہ ہزار و ..... (حروف ضائع ہوگئے)

لکھی ہے بظاہر یہ شہنشاہ عالمگیر کا عہد ہے کیونکہ شہنشاہ کے دور حکومت کے متعلق موصوفہؒ نے پیشگوئی

بھی کی ہے۔

آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے رسالہ نہایت صاف نستعلیق خط میں لکھا ہوا ہے کتابت اور کاغذ دونوں کافی قدیم ہیں۔ رسالہ کرم خوردہ و آب خوردہ ہے۔ اسی لئے بعض الفاظ نہیں پڑھے جاتے۔

مصنف اور عابدہ صالحہ کا حال اس سے زیادہ جو اس رسالہ میں ہے معلوم نہ ہو سکا۔ چونکہ رسالہ تمام تر مسائل سلوک و تصوف کا حامل ہے اس لئے اس کو فن تصوف میں درج کیا گیا ہے۔

$\frac{۲۹۷/۷}{۴۸}$

۴۸۔ فوائد السالکین۔ (ناقص الاول والآخر)

مصنف حضرت شیخ مسعود۔ المعروف بہ حضرت فرید شکر گنج قدس اللہ سرہٗ۔ تصنیف قبل ۶۶۴ھ اوراق (۱۲) تقطیع ½ ۶ × ۸ ½

اس رسالہ میں جس کے اول و آخر کے اوراق نہیں ہیں حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے اقوال بہ شکل حکایات درج ہیں۔

آغاز۔

حکایت۔ قطب الاسلام فرمود کہ مشائخ را ایں قدر
ذات ایشاں می باید کہ چوں یکے بندے بیاید برائے بیعت
پس پیر را واجب است کہ بہ قوت نظر باطن زنگار
سینۂ آنکس کہ بدنیا و جز آں آلودہ است صیقل دہد

اختتام۔

فردائے قیامت حشر نو اید بود مرا آں جا فرو مگزارید کہ
من طاقت آں ندارم چوں قبول کردم آنگاہ باز گشت
مجلس سخن در دنیا افتادہ بود

اس ناقص الطرفین رسالہ میں کل (۲۰) حکایات ہیں جو فی الحقیقت مجالس یا گفتگوئیں ہیں جن میں دوسرے بزرگوں کے واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں اور مسائل سلوک و اخلاق کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔

حضرت بابا فرید شکر گنج قدس اللہ سرہٗ نسباً فاروقی تھے "اجودھن" میں مدفن ہے اسی لئے اجودھنی مشہور ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام عز الدین محمود تھا۔ حضرت بابا فرید قدس اللہ سرہٗ العزیز حضرت قطب الدین قدس اللہ سرہٗ کے جن کی وفات ۶۳۳ھ میں ہوئی سب سے بڑے خلفاء میں سے تھے۔ چونکہ "فوائد السالکین" کی تاریخ تصنیف

نہ معلوم ہو سکی لہذا حضرت کے سالِ وفات ۶۴۲ھ کو ملحوظ رکھتے ہوئے تصنیف کا سال قبل ۶۴۲ھ لکھدیا گیا۔
یہ کتاب طبع بھی ہو چکی ہے و نیز اس کے قلمی نسخہ جات دوسرے کتب خانوں میں بھی ہیں۔

۲۹۷/۷
۹۴

۹۴۔ نزہتہ الارواح ۔

مصنف شیخ رکن الدین حسین بن علیم بن ابی الحسن الحسینی غوری الملقب بہ میر فخر السعادت المعروف بہ حسینی سادات قدس اللہ ارواحہم۔ تصنیف غالباً قبل ۷۱۸ھ اوراق (۱۰۷) ۔ تقطیع ۶ × ۷½ ۔
تصوف و سلوک میں نظم و نثر سے مخلوط ۔ یہ لاثانی اور مشہور کتاب ہے ۔ افسوس ہے کہ ابتدائی کافی اوراق ضائع ہو گئے اور ایک ورق آخر کا بھی نہیں ہے جس میں ترقیمہ وغیرہ ہوگا۔

آغاز۔

مثنوی ۔ از عدم تا در وجود آمد تنم ۔۔۔ سر برآورد از گریبان این غمم
من ازاں رخود بیایم آگہی ۔۔۔ ایں حکایت کرد با من ہمرہی
زد آتش سایۂ بر من فگند ۔۔۔ تلخ و شیرینی کہ بود از من بکند

اختتام۔

بہ یک رشتہ ز دریائے تفکر ۔۔۔ کشیدم نظم را با نثر چوں در
بسے فخر حقیقت یابی اے دوست ۔۔۔ کہ پنہاں کردہ ام در زیر ایں پوست
در آں ساعت کہ کردم تماشش ۔۔۔ بنا دم "نزہتہ الارواح" نامش

موجودہ نسخہ میں دیباچہ فصل اوّل اور کچھ فصل دوم کے اوراق نہیں ہیں کتاب کو مصنف نے کل (۲۸) فصلوں پر تقسیم کیا ہے لیکن اس کتاب میں نہ صرف ابتدائی ڈیڑھ فصل کے اوراق ضائع ہو گئے بلکہ اول تو کاتب نے فصلوں کو نقل کرتے وقت مقدم و موخر کر دیا مثلاً فصل (۱۲) پہلے لکھدی اس کے بعد فصل (۱۰) و (۱۱) لکھی اس پر جلد ساز نے یہ ستم ظریفی کی کہ جلد بندی کرتے وقت یہ دیکھنے کی بھی زحمت نہیں کی کہ کونسا ورق الٹا ہے اور کونسا سیدھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیشتر اوراق الٹے سیدھے مجلد ہو گئے ہیں ۔
مصنف نے مسائل تصوف و سلوک کو بیان کرتے ہوئے اشعار و مثنوی اور تمثیلی حکایتوں سے ایسا مزین کیا ہے کہ ہر مسئلہ نہایت آسانی سے حل ہو جاتا ہے ۔
مصنف نے یہ کتاب غالباً اس وقت لکھی جبکہ مصنفؒ کی عمر (۴۰) سال کی ہو چکی تھی چنانچہ آخری فصل میں مصنفؒ نے لکھا ہے :۔

اے شب کردہ بروز سال عمرت بہ چہل رسیدہ و تو از جہل
خود نارسیدہ بنگر کہ سرت را ہمہ شیب و فراز گرفت پایت
ہنوز ترک شیب و فراز نگرفت

اس سے صاف واضح ہے کہ مصنف کی عمر بوقت تصنیف (۴۰) سال کی تھی سوانح نگاروں نے صحیح تاریخ وفات نہیں لکھی البتہ یہ لکھا ہے کہ "۹۲۰ھ کے کچھ بعد وفات ہوئی" اسی وجہ سے صحیح عمر کا بھی حال نہ معلوم ہو سکا مصنف مجبوب الالباب فی معرفۃ الکتب و الکتاب "نے" وفات سید در ہرات ۹۱۹ھ لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ "میر مزبور در حالت اعتکاف مثنوی زاد المسافرین نوشتند"۔ اسی کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ حضرت ممدوح قدس اللہ سرہ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے مرید و خلیفہ تھے۔ (ملاحظہ ہو فہرست مجبوب الالباب صفحہ ۳۲۵ - حرف ز)
"نزہت الارواح" کے نام سے اعداد جمل کے اعتبار سے اس کی تاریخ تصنیف ۷۱۱ھ ہوتی ہے اس لئے یہی تاریخ لکھدی گئی۔

اس کتاب کے نسخہ جات مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں مثلاً مسلم یونیورسٹی میں دو، کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی میں ایک برٹش میوزیم لندن میں ایک وغیرہ وغیرہ۔

موجودہ نسخہ نستعلیق جلی خط میں لکھا ہوا ہے۔ حاشیہ اور بین السطور میں مشکل الفاظ اور عربی جملوں کے معانی بھی بخط خفی لکھے ہوئے ہیں۔ کتابت اور کاغذ کافی قدیم ہے آخر کے ورق نہ ہونے کی وجہ سے نام کاتب اور سال کتابت نہ معلوم ہو سکا۔

۵۰ کشف المحجوب (ناقص الآخر)

۲۹۷۷ / ۵۰

مصنف :- شیخ ابو الحسن علی بن عثمان بن علی الجلابی الغزنوی الہجویری قدس اللہ سرہ العزیز۔ تصنیف قبل ۴۶۵ھ
مکتوبہ قبل ۱۱۰۱ھ اوراق (۲۶۱) تقطیع $\frac{۱}{۲}$۵ × $\frac{۱}{۲}$۹

تصوف و سلوک میں یہ وہ مشہور و معروف کتاب ہے جو نہ صرف تمام مطابع میں بارہا چھپ چکی بلکہ یوروپ کی زبانوں اور اردو میں بھی ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔

آغاز۔

رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا
الحمد للہ الذی کشف لاولیائہ بواطن ملکوتہ
وفتح (فتح) لاصفیائہ سرائر جبروتہ واراق دم محبیان
لسیف جلالہ واذاق سر العارفین روح وصالہ

اختتام۔

ومن استغفاری کنم از آنچہ رفتہ است برمن ازاخباس ایں
آفت و استعانت خواہم ازخداوند تعالیٰ تا ظاہر و باطن
از آفات نگاہدارد

چونکہ عام طور پر یہ کتاب متداول ہے اس لئے کسی مزید تفصیل کی باعتبار موضوع کے ضرورت نہیں ہے۔ مصنف نے کتاب کو کل (۱۰) کشف و ابواب وفصول پر تقسیم کیا ہے۔ تقسیم میں کسی خاص ترتیب کا لحاظ نہیں ہے یعنی تقسیم در تقسیم باعتبار تسلسل موضوع نہیں ہے مصنف کا منشا صرف اہم اور مختلف فیہ مسائل کی وضاحت ہے اس لئے ترتیب کو غیر ضروری سمجھ کر ہر مسئلہ کی پوری چھان بین کرکے قاری یا معترض کو مطمئن کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ مثلاً جس باب میں مصنف نے "سکر و محو" سے بحث کی ہے اس میں سب سے پہلے دونوں لفظوں کے لغوی معانی بیان کئے ہیں اور اس اختلاف کو بیان کرتے ہوئے جو دو گروہوں مثلاً ابویزیدی اور جنیدی میں باعتبار معانی کے تھا یا ہے بیان کیا ہے۔ اور اس کے بعد اس بحث کو مفصل لکھا ہے کہ آیا "سکر" بہتر ہے یا "محو" چونکہ حضرت مصنف جنیدی مسلک کے بزرگ تھے جس میں "محو" کو "سکر" پر ترجیح ہے۔ اس لئے اسی مسلک کو ترجیح دیتے ہوئے روایات صحیحہ سے اس کو صحیح ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ:۔

شیخ من گفتے۔ وے جنیدی مذہب بود۔ "کہ سکر بازی گاہ
کو دکاں است و محو فنا گاہ مرداں"۔ ومن گویم کہ علی بن
عثمان الجلابی ام موافقت شیخم کہ "کمال حال صاحب
سکر محو باشد"

سکر محو کی تفصیلات کے بعد مصنف نے "ایثار" کا بیان شروع کر دیا ہے اور مشہور آیت "خصاصہ" کی صوفیانہ تفسیر فرماتے ہوئے مسائل اخلاق کو بھی بیان فرما دیا

مصنف پانچویں صدی ہجری کے ممتاز ترین اولیاء میں سے تھے جن کا وصال لاہور میں ۴۶۵ھ میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔ چونکہ کتاب کی تاریخ تصنیف کتاب سے نہ معلوم ہو سکی لہذا تاریخ تصنیف کو قبل ۴۶۵ھ لکھ دیا گیا جو حضرت ممدوح کی وفات کا سال ہے نسخہ موجودہ کتابت کے اعتبار سے قدیم تر معلوم ہوتا ہے جو بہ کتابت ثلث قدیم (خفی) لکھا ہوا ہے بعض مطالعہ کنندگان نے جگہ جگہ ضروری حاشیہ لکھ کر حاشیہ نویسی کا سال بھی لکھ دیا ہے مثلاً دیباچہ کی پیشانی پر کسی قدیم مطالعہ کنندہ بزرگ نے "نفحات الانس" سے حضرت ہجویری قدس اللہ سرہ کا حال لکھ کر آخر میں ۱۱۱۱ھ بھی لکھ دیا ہے جس کے معنی صاف یہ ہیں کہ یہ حاشیہ اس وقت لکھا گیا۔ بہرحال اس قسم کی اندرونی شہادت اور خط و کاغذ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ نویں صدی یا

دسویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔
نسخہ بعض بعض جگہ کرم خوردہ ہے مگر زیادہ خراب نہیں ہوا ہے۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے کیونکہ آخر کے اوراق نہیں ہیں اس لئے نام کاتب یا سال کتابت نہ معلوم ہوسکا

۲۹۷/۷
۵۱

۵۱۔ حضرات القدس (دفتر دوم)

مصنف ملا بدرالدین بن شیخ ابراہیم سرہندی قدس سرہٗ خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز۔ کتابت ۱۲۶۵ھ اوراق (۱۴۲) تقطیع ۸ × ۵

یہ دفتر دوم حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے حالات میں ہے۔ جس میں مسائل تصوف و سلوک نقشبندیہ کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

آغاز۔

حضرات القدس محامد مقدسہ و نفحات الانس مکارم مترجمہ
بارگاہ واجب الوجود سزد عالم گوناگوں را از کتم عدم
بہ منصۂ ظہور کشیدہ

اختتام۔

ایں واقعہ یا تعبیر بخدمت مخدومی مخدوم زادگی خواجہ
محمد سعید مذکور ساخت۔ فرمودند کہ بہ خاطر نیز ہم چنیں
میگذرد و الصلوٰۃ اولاً و آخراً علیٰ سید الاولین والآخرین
وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

مصنف جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے بعد حمد و نعت و منقبت صحابہ کرام دیباچہ میں اپنا نام وغیرہ لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

چوں دفتر اول کتاب حضرت مقدس (حضرات القدس)
کہ محتوی بر ذکر مناقب مشائخ سلسلہ نقشبندیہ است مرتب
و مسلسل از ذکر مناقب و مآثر حضرت صدیق اکبر رضؓ تا ذکر
مقامات خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ الاقدس باتمام رسانیدم
و ذکر بعضے انبیاء و بعضے اصحاب حضرت خواجہ را کہ ذکر ایشاں

مختصر بعد بداں تحل گردانیدم اکنوں شروع در دفتر ثانی مشتمل بر
ذکر مقامات و کرامات و درجات و کمالات و احوال و اقوال و
افعال حضرت پیر دستگیر قدس اللہ سرہ العزیز کہ اسم
سامی آں حضرت عنقریب مذکور گردد و باعث تصنیف ایں
کتاب علے القاب بیان مناقب آں حضرت است ۔

می نمایم ۔

اس تفصیل سے صاف ظاہر ہے کہ مصنف نے اس دفتر میں صرف حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حالات قلمبند کئے ہیں جن کو مصنف نے (۱۲) ابواب پر تقسیم کیا ہے اور جن کا نام "حضرات" رکھا ہے اور آخر میں مصنف نے اپنے ذاتی حالات قلمبند کئے ہیں ۔

حضرت مجدد الف ثانی اور ان کی اولاد اور خلفاء قدس اسرارہم کے حالات میں اس سے زیادہ شاید ہی کوئی دوسری تفصیلی کتاب ہو کتاب کی ترتیب حسب ذیل ہے : ۔

(۱) حضرت (باب) اولیٰ ۔ فی بیان مجمل مبادی الحالات لمنتہی المقامات ۔ اس میں مصنف نے ممدوح قدس سرہٗ کے نسب خاندانی اور چاروں سلسلوں چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی کی تفصیل دی ہے کیونکہ حضرت ممدوح کو ان چاروں خانوادوں سے اجازت بیعت تھی اس میں مصنف نے ممدوحؒ کی تاریخ پیدائش لکھتے ہوئے ابتدائی تربیت و تعلیم شیخ ابوالفضل و فیضی سے رسم و ربط، اور حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے ارادت اور حصول خلافت کا حال بھی اجمالاً لکھا ہے ۔)

(۲) حضرت (باب) ثانی ۔ درجات الہٰی ظہرت علی عباد اللہ قبل ظہورہ و بعدہ رضی اللہ عنہم (اس باب میں مصنف نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ان درجات کو بیان کیا ہے جو ممدوح کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی طرف سے حضرت ممدوح کو حاصل ہوئے)

(۳) حضرت (باب) ثالث ۔ (اس میں حضرت ممدوحؒ کے ان اقوال متبرکہ کو درج کیا گیا ہے جو وقتاً فوقتاً آپ کی زبان مبارک سے نکلے یا دوسرے بزرگوں کے اقوال نقل کئے جو ممدوحؒ کی شان میں فرمائے گئے)

(۴) حضرت (باب) رابع ۔ فی بعض المزایا و شطر من مقامات الخاصہ و درجاتہ العالیہ خصہٗ اللہ تعالیٰ بہا بلطفہ و کرمہ من بین اولیائہ ۔ (اس باب میں بھی مصنف نے بعض مخصوص درجات کی تفصیل دی ہے)

(۵) حضرت (باب) خامس ۔ فی وظائف طاعتہ و اخلاصہم رضی اللہ عنہ (اس میں مصنف نے ممدوح کے اعمال عبادات کو بیان کیا ہے)

(۶) حضرت (باب) سادس ۔ اس میں مصنف نے مکاشفات کو بیان کیا ہے ۔

(۷) حضرت (باب) سابع ۔ فی بیان تصرف و کرامات (اس میں مصنف نے بعض اہم تاریخی واقعات کو بھی بیان

بسم الله الرحمن الرحیم

"فصل الخطاب" مصنفہ خواجہ محمد پارسا رح — مطلا و مذہب مکتوبہ بخط ثلث

مصنفہ قبل ۸۲۲ھ

مکتوبہ ۹۰۹ھ

گیا ہے مثلاً خانخاناں کی دکن سے معزولی اور حضرت ممدوحؒ کی توجہ اور تصرف سے دکن کی صوبیداری پر بحالی وغیرہ وغیرہ۔
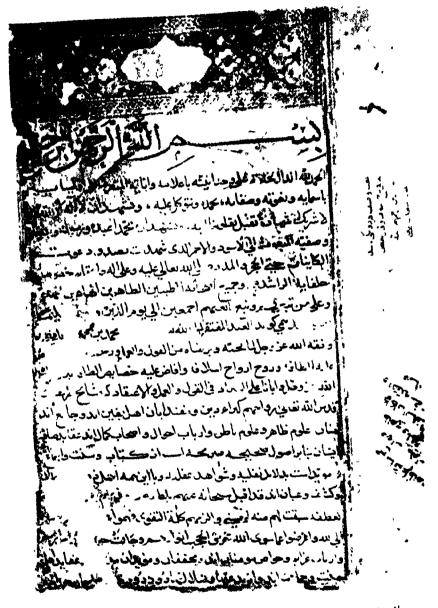
اسی طرح سے دوسرے ابواب ہیں جن میں "قدسیہ" ۔ مکتوبات، مکاشفات وکرامات کو بیان کیا گیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ کاتب نے عنوانات کو معلوم نہیں کیوں چھوڑ دیا اور مسلسل لکھتا ہوا چلا گیا ہے مصنف روضۃ القیومیہ نے اپنی کتاب میں اکثر جگہ ملا بدرالدینؒ کی کتاب "حضرات القدس" کا حوالہ دیا ہے۔ مصنفؒ بھی مجددیہ سلسلہ کے بزرگ تھے اور سرہند کے ہی رہنے والے تھے۔ کتاب میں مصنف نے سالِ تصنیف کہیں نہیں لکھا ہے۔ قیاس یہ کہتا ہے کہ یہ کتاب شاید ابتدا عہد عالمگیری تصنیف کی گئی ہے۔

ترقیمہ۔

(۲۳)
بعون اللہ تعالیٰ کہ نسخۂ مقامات مجدد الف ثانی بتاریخ بست وسوم
ماہ رمضان المبارک روز دوشنبہ ۱۲۹۶ھ در شہر بنارس بہ مسجد
منشی غلام سرور۔ جہت جناب مولانا محمد احسن صاحب مدرس فارسی
مدرسہ سرکاری شہر بنارس از دست یکے از شاگرداں مولانار
موصوف عاصی پرمعاصی محمد علی انصاری عرف محمد بخش متوطن شہر
زمانیہ ضلع غازی پور تحریر یافت

خط معمولی شکستہ آمیز ہے۔ بعض بعض جگہ املا بھی غلط ہے۔

۵۲۔ فصل الخطاب۔

۲۹۷/۷
۵۲

مصنف محمد بن محمد بن محمود الحافظی البخاری المعروف بہ خواجہ محمد پارسا قدس اللہ اسرارہم العزیز
تصنیف ۸۲۲ھ کتابت ۹۰۹ھ اوراق (۲۵۷) تقطیع ۷½×۱۱
یہ مشہور کتاب تصوف وسلوک کے پیرایہ میں عقائد اور مسائل شریعت کے بیان میں ہے

آغاز۔

الحمد للہ الدال لخلقہ علی وحدانیتہ
باعلامہ وآیاتہ المتعرف الی اولیائہ
باسمائہ وبعونہ وصفاتہ نحمدہ ونتوکل الیہ

اختتام۔

اگر دے واری گرد دل خویش گرد۔ صلی اللہ علی
سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین
و علی من تبعہم الی یوم الدین و
سلم تسلیما۔

مختصر حمد و نعت کے بعد مصنف نے اپنا نام لکھتے ہوئے تصوف و سلوک کے اصول و اصطلاحات سے بحث کی ہے اور اس کے بعد ہی عقائد اور مسائل تصوف و سلوک کو بحوالہ مصنفات و مصنفین قدیم شروع کر دیا ہے کتاب کی کوئی خاص ترتیب نہیں ہے بلکہ مسائل کو بلا ترتیب مصنف نے مسلسل بیان کیا ہے حتیٰ کہ حسب دستور متقدمین و متاخرین کتاب کو ابواب اور فصول پر بھی مصنف نے تقسیم نہیں کیا مصنف نے فارسی کتب کے اقتباسات فارسی میں اور عربی کتب مثل جامع الاصول، نوادر الاصول، قوۃ القلوب، کتاب الطبقات وغیرہ کے اقتباسات عربی میں لکھے ہیں آخر میں ایک حصہ اقطاب کی تفصیلات میں ہے جس میں سب سے پہلے مصنف نے قطب کی دو قسمیں۔ ایک قبل بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری بعد بعثت و وفات رسول اللہ صلعم لکھی ہیں بعد بعثت کی تعداد یہ لکھتے ہوئے :۔

واما الاقطاب من امتہ الذین کانوا بعد
بعثتہ صلی اللہ علیہ وسلم الی یوم امیامہ
منہم اثنا عشر قطبا

(۱۲)

بارہ بتائی ہے اور اس کے بعد ان کے منازل و مراتب کی تفصیل زیر عنوان "منازل الاقطاب المحمدیین" لکھی ہے مصنف حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہٗ العزیز کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے پہلے ہی روز آپ کو پارسا کا لقب دیا تھا اسی روز سے آپ پارسا کے لقب سے مشہور ہوئے آپ حضرت خواجہ حافظ الدین کبیر بخاریؒ کی اولاد میں سے تھے مولانا جامیؒ نے نفحات الانسؒ میں ان کے حالات کافی تفصیل سے لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ممدوحؒ دوران حج بیت اللہ بیمار ہوئے حتیٰ کہ طواف بھی خود نہ فرما سکے بلکہ عماری میں بٹھایا جا کر ممدوح کو طواف کرایا گیا اسی حالت میں ممدوحؒ بعد فراغت حج بیت اللہ مدینہ منورہ میں پہنچ کر روضۂ مطہرہ پر حاضر ہوئے اور وہیں تھوڑے دنوں کے بعد ۸۲۲ھ میں انتقال ہو گیا اور حضرت عباسؓ کے مزار مبارک کے جوار میں مدفون ہوئے۔ حضرت کی پیدائش ۷۵۶ھ میں ہوئی تھی اس اعتبار سے ممدوحؒ کی عمر بوقت انتقال (۶۶) سال کی تھی۔

مصنف خزینۃ الاصفیاء (جلد اول مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ) نے لکھا ہے کہ ۸۲۳ھ میں حضرت ممدوحؒ کا مدینہ منورہ

میں انتقال ہوا اور بوقت انتقال عمر (۷۲) سال کی تھی کتاب سے تاریخ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا اس لئے تصنیف کا سال قبل ۸۳۲ھ لکھ دیا گیا کیونکہ یہی تقریباً وفات کا سال ہے۔

نسخہ بخط ثلث نہایت خوبصورت لکھا ہوا ہے اور مطلا و مذہب ہے بعض بعض جگہ صفحات پر مفید حواشی بھی فارسی اور عربی میں لکھے ہوئے ہیں لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ محشی کون بزرگ ہیں نسخہ بہت اچھی حالت میں ہے صرف چند جگہ معمولی کرم خوردہ ہے۔

ترقیمہ۔

تمت ھذا الکتاب فصل الخطاب فرمودہ ..... محررہ ....
بن مولانا شمس الدین بنی اسرائیل یعقوبی ... بشعبان المعظم
والمکرم سنہ ۹۰۹ھ (نہ صد و نہ) بتاریخ پانزدھم شہر مذکور
تمام شد در مقام دار الملک حضرت دہلی

اس کے نسخہ جات دنیا کے تقریباً سب کتب خانوں میں موجود ہیں لیکن میرے خیال میں اس سے زیادہ قدیم مکتوبہ نسخہ سوائے پٹنہ کے کتب خانہ کے جو ۸۸۸ھ میں لکھا گیا کسی کتب خانہ میں نہیں ہے کیونکہ جتنے کیٹلاگ اور نسخہ جات اس وقت تک نظر سے گزرے ہیں مثلاً علی گڑھ، حیدر آباد، کلکتہ وغیرہ۔ ان کی کتابت ۱۰۰۰ھ سے پہلے کی نہیں ہے اس کتاب کا نام کسی نسخہ میں "فصل الخطاب فی وصل الاحباب" لکھا ہے اور کسی نسخہ میں "فصل الخطاب فی المحاضرات" اور کسی میں محض "فصل الخطاب" لکھا ہے۔ یہ نسخہ مختلف مطابع میں طبع بھی ہوچکا ہے

۵۳۔ ایضاً ایضاً۔

۲۹۷/۷
۵۳

اوراق ۳۰۷ تقطیع ۵" × ۸½"

یہ دوسرا مکمل نسخہ ہے اس کی تفصیل ۵۲ پر درج کی جاچکی ہے لہذا اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ دونوں میں ایک تو یہ فرق ہے کہ یہ نسخہ قدیم خط نستعلیق و شکست آمیز میں لکھا ہوا ہے دوسرے اس نسخہ میں اکثر عنوانات بھی ہیں جو سرخی سے لکھے ہوئے ہیں۔ اس کے آخر کا چند سطری ورق جو غالباً ضائع ہوگیا تھا حال ہی کا معمولی خط میں لکھا ہوا ہے اسی لئے کوئی ترقیمہ نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کا سال کتابت متعین نہیں کیا جا سکتا لیکن قیاس یہ کہتا ہے کہ یہ نسخہ گیارھویں صدی ہجری کے اوائل کا لکھا ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۴۔ کتاب تصوف (نامعلوم الاسم) ناقص الاول

۲۹۷/۷
۵۴

مصنف (غالباً) شیخ ابوالفیض کمال الدین محمد احسان رحمۃ اللہ علیہ اوراق (۸۶) تقطیع ۵" × ۸½"

مسائل تصوف وسلوک میں یہ کتاب جس کے ابتدائی کافی اوراق نہیں ہیں اچھی مبسوط کتاب ہے۔

آغاز۔

مریض واشخاص ...... خشک اندام وجمع مقطوع الاعضاء
می شوند۔

اختتام۔

طے کنم این نامہ را گر نہ کنم چون کنم
حوصلۂ خامہ نیست تاب رقم داشتن

کتاب کے ابتدائی اوراق نہ ہونے کی وجہ سے نہ تو کتاب کا نام معلوم ہو سکا اور نہ مصنف کا لیکن اسلوب بیان ونیز مسائل عرفان سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ یہ کتاب بھی حضرت شیخ ابو الفیض کمال الدین محمد احسان مجددیؒ کی تصنیف ہے جنہوں نے مشہور کتاب "روضۃ القیومیہ" لکھی ہے جس کو اگلے نمبر پہ درج کیا گیا ہے
مصنف نے جگہ جگہ اپنے لئے لفظ "فقیر" استعمال کیا ہے۔ جس طرح سے کہ روضۃ القیومیہ میں استعمال کیا ہے اس کے علاوہ قیوم اول۔ دوم۔ سوم اور چہارم کا "روضۃ القیومیہ" کی طرح سے مختلف عنوانات کے تحت ذکر کرتے ہوئے اپنے پیر و مرشد کا اس طرح سے ذکر کیا ہے:-

ظہور مظہر اتم آں سیم جناب حضرت قیوم زماں خلیفۃ اللہ محمد زبیر
سلمہ اللہ تعالیٰ اسبحانہ علی رؤس العالمین معلوم گردید

حضرت شاہ محمد زبیر مجددی قدس سرہ المخاطب بہ خلیفۃ اللہ قیوم رابع مصنف کتاب کے پیر و مرشد اور حضرت خواجہ محمد نقشبند بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ اسرارہم کے فرزند اور خلیفہ تھے حضرت خواجہ محمد نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز کا لقب حجت اللہ تھا اور قیوم ثالث کے لقب سے بھی ملقب تھے
چونکہ نسخہ ناقص الاول ہے اس لئے ناظرین کی معلومات کے لئے موجودہ نسخہ کے بعض عنوانات کو مختصراً درج ذیل کیا جاتا ہے جس سے کتاب کے مالہ وماعلیہ سے کما حقہٗ آگاہی ہو جائے۔

۱۳۔ دربیان عروج حقیقت احمدی بمقام عظمیت وغیرہ
۱۴۔ " " " " " (در تفصیل صفات وغیرہ)
۱۵۔ " " " " " بمقام محبت وظہور کمالات
۱۶۔ دربیان عروج حقیقت احمدی بمقام صمدیت وغیرہ۔
۱۷۔ دربیان مناسبت مقطعات قرانی با انبیاء کرام وغیرہ
۱۸۔ ظہور الف در اسم باطن
۱۹۔ ظہور لام " "
۲۰۔ ظہور میم " "
۲۱۔ ظہور ہاء دو چشمی
۲۲۔ دربیان واسطہ خلقت جمیع خلائق وغیرہ
۲۳۔ دربیان عروج حقیقت احمدی وحقیقت کعبہ وغیرہ
۲۴۔ دربیان عروج حقیقت احمدی و حقیقت قرآن وغیرہ
۲۵۔ " " " صلوٰۃ وغیرہ
۲۶۔ دربیان نزول حقیقت محمدی بطرف بیت المعمور
۲۷۔ " " " بآسمان دنیا
۲۸۔ " " " بہ طرف کعبہ معظم
۲۹۔ دربیان ظہور جلال اسمار وغیرہ
۳۰۔ " " " لام در اسم ظاہر و باطن

ان عنوانات کے بعد مصنف نے ظہور کے مختلف عنوانات دیگر تفصیلات لکھی ہیں ان تفصیلات کے بعد "عروج حقیقت محمدی بحقیقت قیومیت" کا عنوان دے کر حسب ذیل تفصیل لکھی ہے:۔

۱۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ "قیوم اول" کی قیومیت کی تفصیل کو بیان کیا ہے۔
۲۔ حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس اسرارہما "قیوم ثانی" کی قیومیت کی تفصیل دی ہے
۳۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اللہ اسرارہما "قیوم ثالث" کی قیومیت کا ذکر کیا ہے
۴۔ حضرت خواجہ محمد زبیر بن حضرت خواجہ محمد نقشبند قدس اسرارہما "قیوم رابع" کے حالات کو "سلطان الاولیاء" کے لقب کے ساتھ تفصیلاً لکھا ہے۔

قیومیت کی تقسیم اور تفصیلات کے بعد مصنف نے پھر "عروج حقیقت محمدی" کے چند عنوانات دیگر "قطبیت اور غوثیت" پر بحث کی ہے۔ آخری عنوان "دربیان خاتمہ کتاب مسائل متفرقہ مسئلہ قضا و قدر وجواب حکمار یونانی وغیرہ" ہے جس میں مصنف نے قضا وقدر وممکن وغیرہ کے مشکل مسائل کو حل کرتے ہوئے قدیم فلسفیوں کو سبق دیا ہے اس کے بعد چند عنوانات "اقطاب وغیرہ" پر ہیں اور آخر میں مصنف نے عرفی کا وہ مشہور قصیدہ پورا لکھ دیا ہے جس کا مطلع یہ ہے:۔

عادت عشاق چیست مجلس غم داشتن ۔۔۔ حلقہ شیون زدن ماتم ہم داشتن

کتاب فن تصوف وسلوک میں کافی بلند پایہ ہے۔ جس میں نقشبندی مجددی مسلک کی کافی توضیح کی گئی ہے۔

ترقیمہ۔

تم (تمت) تمام شد کاتب الحروف رحیم الدین ساکن شاہجہانپور

کتاب معمولی شکست آمیز خط میں لکھی ہوئی ہے۔ کاتب نہ صرف غلط نویس ہے بلکہ بد املا بھی ہے۔ لیکن خط مایقرا بہ

نمبر ۵۴ سے بنسخہ ۵۵ کے ساتھ مجلد ہے۔

۲۹۷/۷
۵۵

۵۵۔ روضۃ القیومیہ (ناقص الآخر)

مصنف شیخ ابو الفیض کمال الدین تصنیف غالباً ۱۱۵۰ھ اوراق (۱۷۴) تقطیع ۵×۸ ۱/۲
حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اور حضرت ممدوح کی اولاد اور خلفاء کے حالات میں مع مسائل تصوف و سلوک یہ کافی مبسوط اور مشہور کتاب ہے۔

آغاز۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ
محمد والہ واصحابہ الطیبین الطاہرین رحمتہائے
ما متناہی برارواح قدسیہ حضرت قیوم رابعہ کہ قیوم اول
امام الاولیاء امت و رئیس الاصفیاء ملت خزینۃ الرحمت
محبوب سبحانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ

اختتام۔

القصہ حضرت قیوم اول۔ قیوم ثانی را خلعت قیومیت
پوشانیدند و محبوبیت ذاتی کمال اتنعالی کہ او ہم موقوف
بر طینت محمدی است ثابت فرمودند و ایں محبوبیت ذاتی
سوائے حضرت مجدد الف ثانی پیغمبر خدا ہیچ اولیاء را امت را
عنایت نکرد۔

مصنف نے بعد حمد و منقبت "قیوم اول" "قیوم ثانی" قیوم ثالث اور قیوم رابع قدس اللہ اسرارہم کے نام نامی لکھ کر منظوم منقبت لکھی ہے اس کے بعد اپنا نام اور سلسلہ لکھتے ہوئے عدد چار کے التزام کو نہایت خوبی اور ترتیب سے بیان کیا۔ اس کے بعد وجہ تالیف کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ:۔

بہ حضور قیوم رابع ارادہ ایں مسکیں بہ تالیف ایں کتاب متعلق
شد ایں معنی را بہ عرض اشرف آں حضرت رسانیدم
و اذن تالیف ایں کتاب درخواست کردم۔ استدعاء
نقیر مقرون بہ اجابت شدہ آنجناب امر تالیف

ایں نسخہ فرمودند

چنانچہ مصنفؒ نے حسب ارشاد پیرومرشد اس کی تدوین شروع کردی اور بقول خود:۔

"چند جز بحضور مبارک آنحضرت تیار شدہ بنظر کیمیا اثر آں تطلب دہر گزشت"

چند اجزار لکھنے کے بعد مصنفؒ کے پیرومرشد کا انتقال ہوگیا اس غم میں سلسلہ تالیف موقوف ہوگیا اور پیرومرشد کے انتقال کے بعد دو سال تک مصنف نے اس پر قلم نہ اٹھایا کیونکہ بقول خود:۔

تا دو سال بعد وصال آں قبلہ اہل کمال در غم و الم بودکہ طاقت قلم گرفتن نہ داشت

دو سال کی سوگواری کے بعد جب مصنفؒ کو کچھ سکون ہوا تو:۔

بہ تالیف ایں کتاب مستطاب متعلق گشت

مصنفؒ نے کتاب کو حسب تفصیل ذیل چار ابواب پر تقسیم کیا ہے جن کا نام "رکن" رکھا ہے:۔

۱۔ رکن اول ۔ در احوال قیوم اول حضرت مجدد الف ثانی فرزنداں وخلفا، آں جناب کہ تا امروز شدہ اند

۲۔ رکن دوم ۔ در احوال قیوم ثانی معصوم زمانی عروۃ الوثقیٰ فرزنداں وخلفار آنحضرت تا ایں روزگار۔

۳۔ رکن سوم ۔ در احوال قیوم ثالث حجۃ اللہ وفرزنداں وخلفار ایشاں

۴۔ رکن چہارم ۔ در احوال قیوم رابع وفرزنداں وخلفار آں قیوم زماں وواقعات وحادثات سلطنت کہ از ایشاں کرامات شدہ اند آں واقعات را نیز بشرح وبسط نقل کردہ تا اہل روزگار را بہ کار آید

ابواب کی تفصیل لکھنے کے بعد مصنفؒ نے وجہ تسمیہ کو لکھتے ہوئے کتاب کے نام کو اس طرح سے لکھا ہے:۔

چوں دریں کتاب احوال قیوم اربع واحوال فرزنداں وخلفار ایشاں بیان کردہ ایم نام ایں کتاب "روضۃ القیومیت" گزاشتم۔

اس کے بعد مصنف نے ان حوالہ جات کو لکھتے ہوئے جن سے ان واقعات وحالات کو اخذ کیا ہے" قیوم رابع" کے حالات کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

احوال قیوم رابع را برائے العین مشاہدہ نمودہ ایم

مصنف نے جن کتابوں سے ان واقعات کو اخذ کرکے لکھا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ حضرات القدس ۔ تالیف ملا بدر الدین خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی قدس اسرارہا

۲۔ تاریخ زبدۃ المقامات
برکات الاحمدیہ } تصنیف خواجہ ہاشم کشمی خلیفہ دوم حضرت مجدد الف ثانی

۳۔ تواریخ کوکب درجہ۔ تصنیف حضرت امام المحققین شیخ محمد ہادی جد شریف ایں مولف مشتمل بر پنج دفتر

۴۔ محبت الاحمدیہ ۔ " " " " " "

۵۔ تاریخ شافی الحال ۔ (تصنیف) بنیرہ حضرت قیوم ثانی (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ)

۶۔ تاریخ میر؟ سفر احمد ۔ (تصنیف) نبیرہ دختر حضرت قیوم ثانیؒ

۷۔ تجدیدیہ ۔ (تصنیف) جد شریف مولف (کتاب ہذا)

۸۔ نجم الہدیٰ ۔ " " "

۹۔ ترویجیہ ۔ " " " "

۱۰۔ معصومیہ ۔

۱۱۔ طبقات معصومی ۔

۱۲۔ مقامات معصومی ۔

۱۳۔ یاقوت احمر حسنات حرمین ۔ (تصنیف) حضرت مروج الشریعت

۱۴۔ لطائف مدینہ ۔ تالیف شیخ عبدالاحد

۱۵۔ مقامات نقشبند دراحوال قیوم ثالث ۔ تالیف حضرت ابوالعلی فرزند حضرت قیوم ثالث (حضرت خوا
محمد نقشبند بن خواجہ محمد معصوم قدس اللہ اسرارہما)

۱۶۔ مناقب الحضرات ۔ تالیف خواجہ محمد امین خلیفہ خواجہ آدم بنوری

۱۷۔ مرآت العالم ۔ تالیف محمد رضا بموجب حکم سلطان عالمگیر (مصنف محبوب الالباب نے مصنف
نام بختاور خاں منصبدار عالمگیری لکھا ہے)

۱۸۔ مرات جہاں نما ۔ تالیف محمد بقا ۔ بموجب حکم سلطان عالمگیر

۱۹۔ کرامات الاولیاء

۲۰۔ سفینۃ الاولیاء ۔ تالیف شاہزادہ داراشکوہ

۲۱۔ سکینۃ الاولیاء ۔ " "

مصنفؒ قیوم رابع حضرت خواجہ زبیر قدس اللہ سرہٗ العزیز کے مرید تو تھے ہی لیکن صرف ایک واس
سے حضرت ممدوحؒ کے پوتے ہوتے تھے جس کی تفصیل خود مصنفؒ نے دیباچہ میں اس طرح لکھی ہے

ابوالفیض کمال الدین محمد احسان بن حضرت شیخ حسن احمد بن
حضرت شیخ محمد ہادی بن امام الطریقت مروج الشریعت

حضرت شیخ محمد عبد اللہ بن حضرت عروۃ (الوثقیٰ) امام معصوم
بن حضرت خزینۃ الرحمت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

یعنی حضرت خواجہ زبیرؒ حضرت خواجہ نقشبند بن امام خواجہ معصوم قدس سرہ کے بیٹے تھے اور مصنف کے دادا شیخ محمد ہادیؒ حضرت مروج الشریعت شیخ محمد عبد اللہ بن خواجہ معصوم قدس سرہ کے بیٹے تھے۔

خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ کا انتقال دہلی میں بقول صاحب خزینۃ الاصفیاء جلد اول (مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صفحہ ۶۷۰) ۱۱۵۱ھ میں ہوا اور ابتداءً دہلی میں مدفون ہوئے لیکن کچھ عرصہ کے بعد تابوت دہلی سے لایا جا کر سرہند میں دفن کیا گیا۔

کتاب کے آخر میں بوجہ ناقص ہونے کے کوئی ترقیمہ نہیں ہے لیکن کتابت سے پتہ چلتا ہے کہ اس نسخہ کے کاتب بھی وہی رحیم الدین مرحوم شاہجہانپوری ہیں جنہوں نے نسخہ ۵۵ لکھا ہے (یہ دونوں نسخہ جات ایک ہی جلد میں ہیں)

۵۶ سراج الہدایت (ملفوظ قطب عالم ناقص الطرفین)

۲۹۷/۷
۵۶

مرتب احمد علی سیاہ پوش علوی نبیرہ سید نور الدین مبارک غزنوی تالیف قبل ۷۸۵ھ اوراق (۱۴۲) تقطیع ۵×۸ حضرت سید جلال الدین بخاری قدس سرہٗ الملقب بہ مخدوم جہانیاں گشت کے یہ ملفوظات بطریق سوال و جواب اور حکایات ہیں اس کا ابتدائی صفحہ جو دیباچہ کا پہلا حصہ ہے نہیں ہے۔ اور آخر کے بھی چند اوراق نہیں ہیں۔

آغاز۔

منبع العلوم والسعادت فخر آل الرسول فلذۃ کبد البتول
انوار عین الزہراء والذاس الارض والسماء متبرک الخلق
فی العلمین تاج الملوک والسلاطین المخصوص بعنایت رب
العلمین نور الحق والدین سید مبارک غزنوی ظل اللہ
محبت ظلال مغفرتہ ونور نور قبرہ بنور رحمتہ۔

اختتام۔

فیسأل عن الامر بالمعروف فان امر بالمعروف جاز الی
الموقف الرابع فیسأل عن النہی عن المنکر فان کان ناھیاً
عن المنکر جاز الی الموقف الخامس فیسأل عن حسن
الخلق فان کان حسن الخلق

بعد حمد و نعت مرتب نے اپنا نام لکھنے کے بعد اپنے دادا حضرت خواجہ نورالدین سید مبارک غزنوی قدس اللہ سرہ منقبت کرتے ہوئے، قطب عالم قدس سرہٗ کی دہلی میں آمد اور اپنی موجودگی کا حال اس طرح سے لکھا ہے :—

روزے در ماہ مبارک رمضان عمت میامنہ" بجہت زیار
اولیاء حق تعالیٰ بحضرت دہلی کہ بہترین سعادات است۔
رفتہ بود سنہ ستا وثمانین وسبع مائۃ۔ درآں وقت مخدومت
سید السادات از بقعہ معظم اچ (ملتان) در حضرت
دہلی می رسید ند پیش از اں مخدوم زادہ جہانیاں سید عبداللہ تقی
شراہ بجہت خبر کردن بخلیفہ روئے زمیں سلطان السلاطین عالم
فیروز شاہ آمدہ بود کہ ایں داعی مخدوم زادہ مذکور ملاقات
کردہ تا آں وقت کہ قطب العالم بیا یند پیوستہ در خدمت بود

اسی کے بعد مرتب نے لکھا کہ ۲۲ رمضان کو حضرت قطب عالم دہلی تشریف لائے بادشاہ نے :—

" حطیرہ فتح خان بجہت بودن قطب عالم"

فرمان صادر کیا۔ چنانچہ اولیاء و صلحاء کے شایان شان جو تکریم و تعظیم کے شرائط ہوتے ہیں وہ سب بجا لائے اور بقول دیباچہ نویس :—

مخدوم زادہ مذکور بسر فرمائش بود"

اس کے بعد مرتب نے حضرت مخدوم زادہ سید عبداللہ قدس اللہ قدس اللہ سرہ سے یہ درخواست کی کہ ملفوظ قطب عالم رحمۃ جو جس میں دینی مسائل کا ذکر ہے۔ تاکہ معتقدان حضرت قطب العالم قدس سرہٗ اس سے استفادہ کریں چنانچہ بقول دیباچہ نویس یا مرتب :—

مخدوم زادہ سید عبداللہ ایں کتاب ملفوظ قطب عالم نوشتہ ..... وایں فقیر
باتفاق تمام نبشت در ہمہ بحضور سید السادات از اں نسخہ مقابلہ کردہ

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نسخہ اس اصل نسخہ کی نقل ہے جو حضرت مخدوم زادہ سید عبداللہ قدس سرہٗ کے پاس تھا جس کو ممکن ہے حضرت مخدوم زادہ ممدوح الصدر نے ترتیب دیا ہو بہر حال یہ مسلم ہے کہ دیباچہ نویس محض نسخہ کا ناقل ہے البتہ اس نے اس میں دیباچہ کا اضافہ کیا۔ اسی کے بعد دیباچہ نویس نے یہ لکھتے ہوئے کہ" ایں ملفوظ بابست" حسب تفصیل ذیل ابواب لکھے ہیں :—

۱۔ باب اول ۔ در بیان احادیث پیغمبر علیہ السلام
۲۔ باب دوم ۔ در روایات فقہ و احکام بود۔ و مسائل دینی و مرید گرفتن
۳۔ باب سویم ۔ در بیان فوائد احکام شرع کہ جملہ نصیحت است و قصہ قوم لوطؑ و فضیلت حروف مقطعات

۴۔ باب چہارم : در بیان حکایات
۵۔ باب پنجم : در قصص انبیاء و در بیان نماز و دعا کہ برآمدن حاجات را شاید
۶۔ باب ششم : در بیان ہفتاد و دو گروہ بنی آدم و مذ ہباء (احسن)
۷۔ باب ہفتم : در بیان احادیث مصابیح و در بیان فضائل میوہا و خضریات بر حکم حدیث طبقات و بیان خرابی دیارہا۔
۸۔ باب ہشتم : در بیان اشعار عربی و نظم فارسی بر طریق فضائل سورہ فاتحہ
۹۔ باب نہم : در بیان مسائل متفرقہ (اس باب میں آخر کا غالباً ایک ورق نہیں ہے)

ابواب کی مندرجہ بالا تفصیل کے بعد مصنف یا مرتب نے پہلے باب کو بہ شکل سوال و جواب اس طرح سے شروع کیا ہے :۔

الف : قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنّ اول ارض مسّتہا
قدمی الہند
معنی : حدیث رسول چناں باشد ۔ بدرستی و راستی کہ اول زمین
ہندوستان زیر قدم من باذن اللہ آمد

مصنف نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فارسی معنی دیتے ہوئے لکھا ہے :۔

سوال کردم از بندگی قطب العالم دامت برکاتہ کہ مولد و منشار
پیغامبر ما علیہ السلام در زمین عرب بودہ است ۔ بیان واضح
فرمایند ۔ بندگی سید السادات منبع العلوم والسعادات
جواب فرمودند کہ بوقت ولادت پیغامبر ما علیہ السلام
مہتر جبرئیل را فرمان ذو الجلال شد کہ زمین ہندوستان را جملہ
بہ پیچ و بر طریق خربزہ بکن و بزیر قدم پیغمبر من بدار کہ مراد و زیر
این حکمے است

اس کے بعد مصنف نے حضرت قطب العالم کی بیان کردہ تفسیر و تفصیل لکھی ہے جس میں حضرت آدمؑ کے نزول ہندوستان کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ :۔

چندیں انواع نعمتہا و الوان رنگہائے بنی آدم و کنوز حکمتہا کہ
مخصوص بہ زمین ہندوستان است در بر و بحر جہان نیست

اسی طرح سے سوال و جواب کی شکل میں مختلف مسائل کی تشریح و تصریح ہے ۔ اور کتب مجموع النوادرؒ نوادر النقاوی کے جگہ جگہ حوالہ جات بھی ہیں ۔ اسی طرح سے تمام ابواب میں تفصیلات ہیں چوتھے باب میں وہ حکایات ہیں جو حضرت قطب العالم

کے اپنے سفر و مشاہدات و تجربات سے متعلق ہیں چنانچہ ایک حکایت میں سفرِ دمشق کا حال بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ :-

چوں (بہ) دمشق رسیدم درویشے را دریافتم صاحب سعادت
(او) فرمود اے سید جلال الدین نزدیک من بہ ساعتے
بنشیں بنشستم۔ گفت روزے در ملک سفاہان (اصفہان)
بودم وغیرہ وغیرہ۔

ان حکایتوں میں ان تمام اولیاء سلف کا ذکر ہے جو حضرت قطب العالم سے پہلے گزر چکے یا جن کا ممدوح رح نے زیارت فرمائی اور ان سے فیض حاصل کیا۔

یہ کتاب ابتک طبع نہیں ہوئی۔ اس کا ایک نسخہ (۲ جنوری ۱۹۵۸ء کو) علی گڑھ میں میری نظر سے گزرا جو پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی پروفیسر تاریخ مسلم یونیورسٹی کی ملکیت ہے۔ وہ نسخہ کسی حد تک مکمل ہے۔ اس سے نہ صرف مولف کا پتہ چلا بلکہ کتاب کا صحیح نام بھی معلوم ہوا۔ اسی لحاظ سے نام کتاب اور نام مولف درج کر دیا گیا۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس اللہ سرہٗ العزیز کے انتقال کی تاریخ صاحبِ اخبار الاخیار نے ۷۸۵ھ لکھی ہے لیکن دوسرے تذکرہ نویسوں نے ۷۸۸ھ لکھی ہے۔ میرے خیال میں یہی تاریخ صحیح ہے کیونکہ اسی نسخہ کے دیباچہ میں حضرت قطب العالم قدس سرہٗ کی دہلی میں آمد کا سال [illegible] لکھا ہے۔ اسلئے وفات کی تاریخ [illegible] صحیح نہیں ہو سکتی۔

آخر میں ترقیمہ نہ ہونے کی وجہ سے تاریخ کتابت نہ معلوم ہو سکی۔ نسخہ بخط نستعلیق قدیم لکھا ہوا ہے۔ کاغذ اور کتابت کے انداز سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ نسخہ گیارھویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔ نسخہ معمولی کرم خوردہ ہے کتاب کا صرف چند سطری پہلا صفحہ جس میں حمد و نعت اور مرتب کا نام ہے اور آخر کا غالباً ایک صفحہ نہیں ہے۔ کتاب فی الجملہ مکمل ہے۔ کتابت اس نسخہ سے جو علی گڑھ میں نظامی صاحب کے پاس ہے اچھی ہے اور اس سے قدیم بھی ہے البتہ کاتب نے عربی عبارتوں میں بہت غلطیاں کی ہیں اس کے علاوہ عربی خط بھی اچھا نہیں ہے۔ کتاب علمی حیثیت سے بہت بلند پایہ ہے۔ یہ کتاب اب تک طبع نہیں ہوئی ہے۔ خزینۃ الاصفیا جلد دوم میں ایک کتاب "خزانہ جلالی" کا بھی حوالہ ہے جس کے لئے مصنف خزینۃ الاصفیا نے لکھا ہے کہ یہ مجموعہ ملفوظات قطب عالم ہے ممکن ہے کہ یہ وہی مجموعہ ہو جس کا غلطی سے "خزانہ جلالی" نام رکھ دیا گیا ہو۔ واللہ اعلم

۲۹۷۱۷
۵۷

۵۷۔ رسالہ تصوف (منظوم) (ناقص الآخر)

مصنف نامعلوم الاسم اوراق (۵) تقطیع ۵" × ۸"

آغاز۔

چشم بکشا کہ جلوۂ دیدار | تجلی است از در و دیوار
نحن اقرب الیہ آمدہ است | دور افتادۂ تو از پندار

اختتام -

فارغ الدین فارغ الدنیا ۔۔۔ نکند فرق را خرد انسار
آنچہ بر خود گذشت مفلس شد ۔۔۔ مال او داست دست بر دخصار

فی الحقیقت "وحدۃ الوجود" پر یہ ایک قصیدہ یا قطعہ ہے جس میں مصنف نے "علم الیقین" ۔ "عین الیقین" "حق الیقین" کے مسائل کو حل کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

خود انا الحق زد از لب منصور ۔۔۔ خود بر آمد ز ذوق بر سر دار
گفت انا احمد بلا میم ۔۔۔ در زبان مبارک آن مختار

اس کے بعد صوفیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو شرک خفی و جلی کی تعریف فرمائی ہے اس کی وضاحت فرماتے ہوئے مصنف رح نے حضرت جنید قدس اللہ سرہٗ العزیز کا قول اس طرح سے نقل فرمایا ہے :۔

ہر کہ نا دیدہ نام او گوید ۔۔۔ مشرک است آن فضول نا ہموار

اس کے بعد ہی حضرت شبلی قدس سرہٗ العزیز نے جو شرک خفی و جلی کی تعریف "بر سر منبر" فرمائی تھی ۔ اس کو مصنف رح نے یوں منظوم فرمایا ہے ۔

اے پسر لا الہ الا اللہ ۔۔۔ خود ز شرک خفی دست آیئنہ دار
چیست شرک جلی رسول ...؟ ۔۔۔ خویشتن را ازیں دو شرک برآر

ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے کوئی ترقیمہ نہیں ہے ۔ خط معمولی نستعلیق ہے ۔

۲۹۷/۷
۵۸

۵۸ ۔ اسؤلہ و اجوبہ رشیدی :۔

مصنف فضل اللہ بن ابی الخیر بن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ المعروف بہ رشید طبیب ہمدانی سال تصنیف ۱۰۱ ۱۳ھ
مکتوبہ ۹۴۴ھ اوراق (۲۱۶) تقطیع ۷ × ۱۱
یہ ضخیم کتاب فی الحقیقت سوال و جواب کی شکل میں مختلف علوم کا مجموعہ ہے جس کے دو دیباچے ہیں ۔ پہلا دیباچہ مصنف کے شاگرد کا ہے جو فہرست اسماء اشخاص و مضامین سے پہلے ہے اور ایک دیباچہ مصنف کا اپنا ہے جو متن کتاب سے پہلے ہے

پہلے دیباچہ کا آغاز :۔

فہرست ایں کتاب اسولہ و اجوبہ رشیدی کہ جماعت
فضلاء و علماء عصر مشکلات ہر علمے

دوسرے دیباچہ کا آغاز:۔

چنیں گوید کمترین بندگان و محتاج ترین کسے بفضل و رحمت ایزدی فضل اللہ
ابن ابی الخیر بن۔ ۔ المشتہر برشید الطبیب غفر اللہ ذنوبہ و ستر عیوبہ

اختتام۔

و اسباب و احوال آں بشرح و بسط یاد کردہ ایم چوں آں را
مطالعہ کنند فوائد دیگر نیز کہ در ضمن آں در آمدہ معلوم کنند
انشاء اللہ وحدہٗ

کتاب میں حمد و ثنا و نعت و منقبت کا حصہ نہیں ہے جو ایک عجیب بات ہے۔ اتفاق یہ ہے کہ دونوں دیباچے اس ضروری چیز سے خالی ہیں۔ پہلا دیباچہ فہرست مضامین سے پہلے ہے جس میں فہرست نویس نے پہلے تو مصنف کا نام لقب اور عہدہ لکھا۔

"مخدوم اعظم و اعدل دستور اعلم و اکمل مدبر امور ممالک۔ ۔ ۔ ۔
(یہ لفظ مٹ گئے) سلطان الوزراء والحکماء۔ ۔ ۔ ۔ رشید الحق
والدنیا والدین اعز اللہ انصار دولتہ"

اس کے بعد یہ لکھتے ہوئے کہ دور دراز ملکوں کے علماء نے موصوف کی خدمت میں سوالات لکھ کر بھیجے جن کے جوابات فوراً ممدوح نے لکھ کر بھیجے۔ اپنا نام اور ترتیب مجموعہ فہرست کے متعلق لکھا کہ:۔

این دولت احقر عباد اللہ ابن الرئیس الملقب بہ نظام الیزدی
بموجبے کہ در دیباچہ یاد کردہ۔ ۔ ۔ ۔ (یہ الفاظ مٹ گئے) اشارت
این درگاہ وزارت پناہ روز بروز آں را جمع کردہ لفظاً لفظاً کو
وچوں۔ ۔ ۔ ۔ عرض کرد۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرمود تا آں را فہرستے
سازد بر آں وجہ از آں جملہ سوالات ہر کدام کہ بہ نفے از
علوم متعلق باشد علیحدہ بنویسد

اس حکم کی تعمیل میں مقدمہ نویس اور فہرست نویس نے نہایت تفصیل سے فہرست سوال کنندہ اور سوالات و جواب کی بحوالۂ صفحات لکھی۔
فہرست کافی طویل اور مفصل ہے جو (۴۶) صفحات پر مشتمل ہے

مصنف نے دیباچہ میں پہلے اپنا نام جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا لکھا اس کے بعد اپنی علالت کو اس طرح سے لکھتے ہوئے۔
"روز آدینہ (جمعہ) بست و پنجم ذوالقعدہ سنہ عشر و سبعمائہ ہجری

بہ سبب آنکہ مسہل خوردہ بود بہ بندگی حضرت
نتوانست رفتن"

اپنے بادشاہ غیاث الدنیا والدین اولجائتو سلطان محمد کا نام لکھ کر ایک مختصر قصیدہ لکھا اور وجہ تصنیف کے سلسلہ میں لکھا کہ سلطان ہر جمعہ کو علماء و فضلاء ہی کا دربار کیا کرتا تھا جس میں دینی اور علمی مذاکرات ہوتے تھے اور بعض مسائل کی چھان بین ہوتی تھی چنانچہ ایک مجلس میں بادشاہ نے ایک سوال کیا جس کے جواب سے وہ مطمئن نہ ہوا اس پر مقتدا و یگانۂ ایران ..... افضل المحققین و قطب العارفین شیخ جمال الدین نے جو بقول مصنف :-

"حسن الظنی کہ بدیں بندہ ۔ حضرت داشتند"

عرض کیا کہ مصنف سے اس کے متعلق دریافت کرنا چاہیئے شاید وہ صحیح جواب دے سکے چنانچہ :-

حکم پر لیغ نافذ گشتہ کہ دراں رسالہ بنویسد مشروح
مبسوط تا ہر معانی کہ در خاطر او آمدہ باشد بحضرت ما
(بادشاہ) عرضہ گرداند

اس حکم کی تعمیل میں مصنف نے یہ ضخیم کتاب لکھ ڈالی۔ مصنف نے سب سے پہلے وہ سوالات لکھے ہیں جو بادشاہ نے کئے تھے اور انھیں کے ساتھ جوابات ہیں ۔ سوالات شاہی کا ایک مستقل عنوان قائم کرکے مصنف نے اس کا بھی ایک دیباچہ لکھا ہے جس میں مختصر حمد و نعت و منقبت کے بعد مصنف نے اپنا نام لکھا اور لکھا ہے کہ

"کہ در تاریخ روز جمعہ سابع صفر سنہ احدی عشرہ سبعمائہ" (۷۱۱ھ)

بادشاہ اسلام سلطان محمد اولجائتو نے حسب معہود و معمول :-

در مسجد محروسۂ دار الملک سلطانیہ ہرات

نماز ادا فرمائی اور اس کے بعد علماء موجودین سے حدیث کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف" کے تفصیلی مطلب کو پوچھا چنانچہ سب سے پہلے شیخ جمال الدین اور اس کے بعد شیخ نظام الدین عبد الملک نے مطالب تفصیلی بیان فرمائے اس کے بعد بقول مصنف :-

ایں بندہ را ارشاد کرد و فرمود کہ تو چہ می گوئی ؟

سوال و جواب کا یہ سلسلہ اس قدر مشہور ہوا کہ باہر کے ممالک کے علماء نے سوالات بھیجنے شروع کئے اور مصنف نے جوابات فی الفور لکھ کر روانہ کئے

کتاب کو اولاً دو "نمط" پر تقسیم کیا گیا اور ہر نمط کو دو قسموں پر تقسیم کرکے فنون واری سوالات و جوابات کو مرتب کیا گیا۔ فہرست اسماء علماء مع سوالات و جوابات بہ تصریح مضامین (۴۷) صفحات پر مشتمل ہے۔

"نمط اول" کی دونوں قسموں میں مضامین پر سوالات و جوابات میں اُن کے عنوانات باعتبار فنون درج ذیل ہیں :-

"(۱) علم تفسیر (۲) علم احادیث و آثار (۳) علم فقہ (۴) قصص انبیاء (۵) علم طریقت و سلوک و کلمات مشائخ (۶) علم حقیقت و عرفان و ذوقیات (۷) علم اصول دین (۸) علم الہیات (۹) علم طبعیات (۱۰) علم منطق (۱۱) علم طب (۱۲) علم ہیئت"

"نمط دوم" میں سوالات و جوابات مذکورہ کے فوائد کو علیحدہ علیحدہ عنوان کے ساتھ مع نام سوال کنندہ اس قدر تفصیل سے بیان کیا ہے کہ مسئلہ کا کوئی جزو تشنۂ مطلب نہیں رہا۔ اسی لئے "نمط دوم" "نمط اول" کے مقابلہ میں طویل تر ہے اس وقت کی اسلامی دنیا کا کوئی ملک ایسا باقی نہیں رہا جہاں کے متبحر اور ممتاز ترین علماء نے بطور استفادہ سوالات لکھ کر نہیں بھیجے۔ چنانچہ ہندوستان کے بھی ایک عالم "شیخ علم الدین ملتانی" نے سوالات بھیجے۔ اس کے علاوہ بلا اظہار مقام کسی "حکیم فرنگ" کے بھی سوالات درج ہیں جن میں سے دو اصول دین اور دو فن طبعیات کے متعلق ہیں۔ اس کتاب کے علاوہ مصنف کی ایک کتاب فن تاریخ میں بنام "جامع التواریخ" بھی ہے۔ جس کے دو نسخہ جات (ایک مکتوبہ قدیم اور ایک جدید) ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کتب خانہ میں ہیں (ملاحظہ ہو کٹلوگ فارسی ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۲/۳۱ صفحہ ۲) جو جلد اول کے دوسرے باب کا ایک حصہ ہے جس میں چنگیزی خاندان کی شاخوں اور اس کے دو بیٹوں کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً (۹) تصنیفات اور ہیں۔ بہرحال کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے مجمع العلوم اور قابل مطالعہ ہے۔ جس سے مصنف کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔

سلطان محمد اولجائتو سلطان ارغوں کا بیٹا اور سلطان غازاں کا چھوٹا بھائی تھا۔ اپنے بھائی کی وفات کے بعد تخت سلطنت پر ذی الحجہ ۷۰۳ھ میں بیٹھا۔ اور (۱۲) سال حکومت کرکے بعمر ۳۶ سال شب عید فطر ۷۱۶ھ میں مرگیا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی خواجہ رشید الدین اور خواجہ سعید الدین کو مشترک طور پر وزارت کی خدمت پر مامور کیا کچھ عرصے کے بعد خواجہ سعید الدین کو بالزام تغلب رقم سرکار علیحدہ کردیا گیا اور خواجہ علی شاہ جیلانی کو خواجہ رشید الدین کے ساتھ شریک کر دیا گیا۔ آخر میں خواجہ رشید الدین دستور (وزیر) اعظم ہوگئے جو زیر نظر کتاب کے مصنف ہیں۔ سلطان اولجائتو (جس کو سلطان محمد خدابندہ بھی کہتے تھے) عالم بھی تھا اور علم پرور بھی۔ اسی وجہ سے مختلف ممالک کے ممتاز علماء اس کے گرد جمع ہوگئے تھے (خلاصہ الاخبار (قلمی صفحہ ۶۳۲) اس کے بعد اس کا بیٹا سلطان ابو سعید ماہ صفر ۷۱۷ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس کو پورا ایک سال ہی گزرا تھا کہ خواجہ علی شاہ اور امیر الامراء چوپان کی سازش سے خواجہ رشید کو سلطان نے ماہ جمادی الاول ۷۱۸ھ میں بقول مصنف خلاصہ الاخبار (قلمی صفحہ ۶۳۶ مملوکہ جواہر میوزیم (اٹاوہ)

"آں وزیر فاضل و نیک نفس را بدرجہ شہادت رسانید"

مولانا جمال الدین عتیقی (عتیقی) نے۔ جو خواجہ کے معاصر تھے یہ تاریخ وفات لکھی:۔

رشید ملت و دیں چوں رحیل کرد بعقبیٰ ۔۔۔ نوشت منشی تاریخ او کہ "طاب ثراہ"

کتاب بخط نسخ خراسانی خفی میں نہایت خوبصورت لکھی ہوئی ہے افسوس ہے کہ بعض اوراق پر پانی کے اثر نے عبارتوں کو ناقابل فہم کر دیا ہے۔ عنوانات اور عربی کے بیشتر جملے سرخی سے لکھے ہوئے ہیں۔

نسخہ اپنے موضوع اور متنوع مضامین کے اعتبار سے اہم اور نادر ہے۔ نیز کتابت کی قدامت بھی اہمیت میں اضافہ کرتی ہے۔ میری نظر سے جس قدر کٹلوگ اس وقت تک گزرے ہیں یا اب جو زیر نظر ہیں ان میں یہ نسخہ نہیں ہے کتاب میں زیادہ تر

چونکہ علم دین یعنی تصوف وسلوک وعرفان و ذوقیات کا بیان ہے اس لئے میں نے اس کو تصوف کے فن میں درج کر دیا۔ یہ کتاب اکثر بادشاہوں اور امراؤ وقت کے مطالعہ میں رہی ہے جیسا کہ پہلے دیباچہ کے سرورق کی عبارتوں اور مہروں سے ونیز درمیانی اور آخری صفحات کی عبارتوں اور مہروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ سرورق پر چھوٹی ٹوٹی (؟) بیاض کچھ دیں ہیں ایک مہر کے اوپر یہ عبارت لکھی ہے:-

از جانب پیش کش ہادی ..... واقعہ بتاریخ غرہ شہر ربیع الاول

۲۲ جلوس تحویل امارت شد قیمت ۳۰

اس کے علاوہ تین سرخ بڑی مہریں ہیں جن میں امجد علی شاہ لکھا ہوا ہے۔ ایک عربی عبارت یہ ہے

قد دخل فی الملک لدی وانتقل فی الآخر الیٰ وانا العبد

المدعو (اس کے بعد دستخط ہیں) بن مسیح الدولہ مرحوم ۲ رجب ۱۲۸۱ ء

اس کے نیچے ایک فارسی عبارت ہے "بتاریخ چہارم ربیع الاول ۱۲۶۲ھ بجائزہ رسید"

دوسرے دیباچہ کے سرورق پر ایک بیضوی مہر ہے جس میں نام غالباً "محمد بن احمد الشاہی" لکھا ہے اور اس کے اوپر عربی میں بخط نسخ "محمد ابن الشاہی الادشی" لکھا ہے اس کے نیچے لکھا ہے:-

ہفدہم ذی القعدہ سنہ جلوس عرض دیدہ شد

اس کے نیچے تحویلدار شاہی کی مہر ہے۔ اسی کے قریب دوسری جگہ "بمعرفت قاضی عبد اللہ خریدہ شد داخل کتابہائے حکمت" لکھا ہے۔ ان تمام عبارتوں کے بعد سب سے آخر میں لکھا ہے

کتاب اسولہ و اجوبہ رشیدی بابت احوال دانشمند خاں

ہفدہم ذی القعدہ سنہ از وجوہ محمد باقر تحویل محافظ خانہ شد

قیمت ۱۱/۸ روپیہ

آخری صفحہ پر تین سرخ مہریں اسی قسم کی ہیں جو سرورق پر ہیں ان میں نام "امجد علی شاہ" لکھا ہوا ہے۔ ان مہروں کے علاوہ "مظفر حسین" نام کی کئی مہریں متعدد اوراق پر ہیں جو گویا کتاب کے آخری مالک کی معلوم ہوتی ہیں اسی نام کے بزرگ کی طرف سے کئی کتابیں میوزیم کو دی گئی ہیں غالباً یہ بھی انہیں کا عطیہ ہے

ترقیمہ:-

(۹۴۴)

تمام شد اسولہ و اجوبہ رشیدی در اوسط جمادی الاول سنہ

اربع و اربعین و تسعمائہ بدست بندہ اضعف اقل عباد اللہ

(پڑھا نہیں گیا) علی ... عظم اللہ شانہ ابدا

۵۹۔ ب۔ لمحات فی شرح اللمعات :۔ (ناقص الآخر)

مصنف نامعلوم۔ اوراق (۹)۔ تقطیع ۹ × ½۳"۔

حضرت فخرالدین عراقی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی مشہور کتاب تصوف لمعات کی یہ شرح ہے۔ حضرت مولانا نورالدین جامی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے بھی "لمعات" کی شرح لکھی ہے جس کا نام "اشعۃ اللمعات" ہے

آغاز۔

سزائے ثنائے چہ لائق سپاس بے قیاس وجود مقدس

اختتام۔

ومراد از ذرات کائنات ماہیات موجودات ممکنہ اند کہ آں را
مختفان اعیان ثابتہ .....

یہ کافی بڑا رسالہ ہوگا لیکن کاتب نے اسی قدر نقل کیا ہے جس کی آخری عبارت اوپر درج ہے۔ شارح نے بعد حمد و نعت دیباچہ میں کہیں اپنا نام ظاہر نہیں کیا بلکہ وجہ تصنیف کے سلسلہ میں یہ لکھتے ہوئے کہ اظہار نا اہلیت کے باوجود "خلان صفا و اخوان وفا" کے اصرار پر شرح لکھنے پر آمادہ ہوگیا اسی عرصہ میں ہاتف غیب نے "ایں بیت بہ گوش جاں فرد خواند"

چو فیاض از عنایت کرد باری
بیا اے کان گوہر ہرچہ داری

اسی غیبی آواز پر بعد استخارۂ مسنون بقول مصنف :۔

بشرح لمعات شروع افتاد و اولمحات فی شرح اللمعات نام نہاد

شرح شروع کرنے سے پہلے مصنف نے بطور تعارف و تمہید ایک مقدمہ مشتمل برچہار لمحہ لکھا جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

۱۔ لمحۂ اول :۔ دربیان موضوع و مسائل و مبادی ایں علم (یعنی علم الٰہی)

۲۔ لمحۂ دوم :۔ دربیان وجود حق سبحانہٗ تعالیٰ و لوازم آں

۳۔ لمحۂ سوم :۔ دربیان غیب ہویت و احدیت

۴۔ لمعۂ چہارم:۔ دربیان مراتب و درتحقیق آنکہ نزولِ تجلی الہی مراد را دریں مراتب

مذکورہ بین الاجمال والتفصیل است

اس کے بعد مصنف نے "شیخ اکبر" "شیخ کبیر" "شیخ مطلق" "خواجہ" "مولانا" اور "حکیم" کی مصطلحات کو لکھ کر اس نے جن جن بزرگوں سے مراد لی ہے ان کے اسمار گرامی لکھے ہیں اور پھر اصل کتاب کے خطبہ سے شرح شروع کی۔ لمعات کے خطبہ کی ابتدائی عبارت یہ ہے:۔

الحمد للہ الذی نور وجہ حبیبہ بتجلیات الجمال

حضرت فخرالدین عراقی ہمدانی قدس اللہ سرہ العزیز مصنف "لمعات" ساتویں صدی ہجری کے ممتاز ترین صوفیا میں سے تھے حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز اور شیخ بہاؤ الدین ملتانی قدس اللہ سرہ العزیز سے یکے بعد دیگرے استفادہ و استفاضہ فرمایا ۶۸۸ھ میں بمقام دمشق وصال ہوا اور حضرت محی الدین العربی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے جوار میں دفن ہوئے۔ ممدوح کی ایک نظم "ترجیعات عراقی" بھی ہے جو غالباً ابتک طبع نہیں ہوئی اور جواہر میوزیم میں ہے۔ شرح نہایت بلند پایہ ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ ناقص ہونیکی وجہ سے یہ پتہ نہ چل سکا کہ مصنف کون صاحب اور کس زمانہ کے بزرگ ہیں۔

نسخہ کا خط بہت بناخن شکست آمیز ہے۔ شارح نے بسم اللہ سے پہلے

"یا صاحب البرکات نجات بخش"

لکھا ہے۔ اس کے آخر کے دو ورقوں پر "رقعات لالہ شیوا رام داس" کے زیر عنوان صرف ایک رقعہ ناقص الآخر معمولی شکست آمیز میں لکھا ہوا ہے۔

۲۹۷/۷
۶۰

۶۰۔ انشار جامی حصہ اوّل:

حضرت مولانا نورالدین جامی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔ تصنیف قبل ۸۹۸ھ اوراق (۸) تقطیع ۳/۴×۳ ۷/۸

حضرت مولانا کے اگرچہ یہ رقعات اور خطوط ہیں لیکن ادبیت اور انشا پردازی کے ساتھ ساتھ ان میں تصوف کی پوری چاشنی ہے اس لئے ان کو فن تصوف میں درج کر دیا گیا:۔

آغاز۔

بعد از انشار صحائف ثنا و محمدت اللہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب؛

اختتام۔

داب دانا بود قطرہ بہ بحر آوردن   کارِ زیرک نہ بود ریزہ بکرماں بردن

مع ہذا بارہا درخاطری گذرد . . . . . (یہاں تک پہلا
پہلا حصہ ہے)

مولانا جامی قدس اللہ سرہ العزیز کی (۴۰) نظم ونثر کی تصانیف میں سے یہ مکتوبات بھی ہیں جن میں انشا و ادب بھی ہے اور تصوف وسلوک بھی ۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب بھی بہت مشہور ہے ۔ یہ مکتوبات کا پہلا حصہ ہے ۔ دوسرا حصہ جو ناقص الآخر ہے اس کے بعد کے نمبر میں درج کیا جائے گا ۔ مولانا جامی کی یہ مکتوبات بہ نام انشا رجامی ہندوستان اور بیرون ہند کے اکثر چھاپہ خانوں میں طبع ہو چکے اور متداول ہیں۔

مولانا جامی قدس اللہ سرہ العزیز کا پورا نام مع ولدیت تذکرہ نویسوں نے نور الدین عبد الرحمٰن ابن نظام الدین احمد بن شمس الدین محمد لکھا ہے۔

ایک فہرست نویس نے (ملاحظہ ہو ایشیاٹک سوسائٹی کیٹلاگ صفحہ ۲۶۶ سطر ۲۱) مقام "جام" کی پیدائش سے انکار کرتے ہوئے موضع "خرجرد" ضلع جام پیدائش لکھی ہے اور لکھا ہے کہ جام نام کی کوئی بستی نہیں تھی ۔ معلوم نہیں اس نے کس بنیاد پر یہ فیصلہ کیا ہے درحالیکہ خود مولانائے ممدوح اپنی پیدائش کے متعلق فرماتے ہیں:۔

مولدم جام ، رشحۂ قلمیت   جرعۂ جام شیخ الاسلامیست

امیر نظام الدین علی شیر والی ہرات نے ۔ جو آپ کا بے حد معتقد تھا آپ کی وفات کی تاریخ حسب ذیل شعر میں کہی:۔

کاشف سرالہی بود بے شک زاں سبب   گشت تاریخ وفاتش کاشف سر الہٰ

آپ کی پیدائش کی تاریخ ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ مطابق ۷ ، نومبر ۱۴۱۴ء اور وفات کی تاریخ بہ عمر (۸۱) سال ۱۸ محرم ۸۹۸ھ مطابق ۹ ، نومبر ۱۴۹۲ء ہے

کتاب بہ خط نستعلیق جلی معمولی لکھی ہوئی ہے ۔ کاتب نے مکتوبات کے عنوانات کی اکثر جگہیں خالی چھوڑ دی ہیں ۔ ترقیمہ نہ ہونے کی وجہ سے تاریخ کتابت نہ معلوم ہو سکی لیکن خط کا انداز بتاتا ہے کہ تحریر بہت زیادہ قدیم نہیں ہے بین السطور میں مشکل الفاظ یا جملوں کے معانی بھی لکھدئے گئے ہیں۔

(۶۱) ۔ **انشار جامی** ۔ حصہ دوم ناقص الآخر ایضاً ۔ ایضاً ۔ ایضاً ۔ ایضاً

۲۹۷/۷
۶۱

اوراق (۵۷) ۔ تقطیع ۸ × ۴½ ۔ انشار جامی کا یہ دوسرا حصہ ہے جو ناقص الآخر ہے ۔

آغاز ۔

کرلا او بالی واز اندیشۂ قلت بضاعت و ملاحظۂ عدم
استطاعت وغیرہ وغیرہ

اختتام:-

چوں عزیزے را بہ برکتِ صفائی ارادت و صدقِ عقیدت
نسبت ..... از اہل سلوک

اس حصہ کا کاتب بھی وہی ہے جو حصہ اول کا ہے۔ اصل میں تو دونوں حصوں کی ایک ہی جلد ہونی چاہیئے تھی لیکن ناواقفیت کی بنیاد پر دونوں حصوں کو علیحدہ علیحدہ کتابیں خیال کر کے دونوں کی الگ الگ جلدیں بندھوا دی گئیں۔

(۶۲)۔ ۳۔ **ملفوظات** حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب (محدث دہلوی قدس اللہ سرہٗ العزیز) ۲۹۷۷/۶۲

مرتب نامعلوم الاسم تصنیف غالباً ۱۲۳۳ھ مکتوبہ ۱۲۹۲ھ اوراق (۱۷۵) تقطیع ۸×۵

مصنف نے خلاف دستور بغیر حمد و ثنا کے ایک مختصر دیباچہ سے اپنی کتاب کو شروع کیا ہے

آغاز:-

چوں بار دیگر در ۱۲۳۳ھ سیزدہم ماہِ رجب روز دوشنبہ
شرفِ ملازمت سید و امام خود مشرف گشتہ

اختتام:-

اذن برائے اذاں داد اکثر خدام تا دریا قریب صد کس
باشاہ در آمدند و رخصت کردند

مرتب نے دیباچہ میں دہلی میں اپنے آمد کی تاریخ اور حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی قدمبوسی اور ملفوظات لکھنے کی اجازت اور آغازِ تحریر ملفوظات کو لکھا لیکن اپنا نام نہیں لکھا اس نے حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے بعض مریدوں کے نام ضرور لکھے ہیں جو مصنف کے ہم وطن۔ دوست اور اعزا تھے لیکن وطن کے نام کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ صرف یہ لکھا کہ:-

محبت و جاں نثاری اکثر عقیدتمند اں صوبجات نسبت
بہ حضرت و مریداں خصوصاً منشی نعیم الدین خاں صاحب
و محبّی و عزیزی شیخ لطف علی و شیخ مبارک اللہ وغیرہ انچہ
بیاد آمد مجملاً و مفصلاً گزارش ساختم:-

یہ ملفوظات سوال و جواب کی شکل میں ہیں جن میں مسائل تصوف و سلوک۔ مسائل فقہ۔ تفسیر و حدیث اور بعض واقعات تاریخی وغیرہ کا پر از معلوم درس ہے۔ کتاب قابل مطالعہ ہے۔ کتابت بہ خط معمولی نستعلیق ہے لیکن کاتب کا نہ صرف خط نسخ بہت معمولی ہے جس سے عربی عبارتیں غلط ہو گئی ہیں بلکہ خط با وجود پختہ ہونے کے کافی خراب ہے جس کی وجہ سے بعض الفاظ مشکل سے پڑھے جاتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث قدس اللہ سرہ العزیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز کے دوسرے صاحبزادے تھے جنھوں نے جملہ علوم عقلی و نقلی اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل فرما کر (۱۵) سال کی عمر میں فراغت حاصل فرمائی اور اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کے وصال (۱۱۷۶ھ) کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے علاوہ درس و تدریس کے ہفتہ میں دو بار مجلس وعظ بھی منعقد فرمایا کرتے تھے جس میں ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہوا کرتا تھا۔ آپ صاحب درس بھی تھے اور صاحب ارشاد بھی۔ یوں تو آپ کی تصانیف کافی ہیں لیکن نمایاں کر آپ کی تصنیف "تحفۂ اثنا عشریہ" نے کافی شہرت حاصل کی جس کا عربی میں بھی ترجمہ ہوا تھا جس کو نواب والاجاہ اول والی مدراس کے صاحبزادہ اور جانشین نواب عمدۃ الامرا والاجاہ ثانی نے عرب ممالک کے لئے کرایا تھا یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ ترجمہ طبع ہوا یا نہیں۔ تذکرہ نویسوں نے حضرت شاہ صاحب کے حافظہ کو بے حد سراہا ہے اور بطور مثال لکھا ہے کہ تحفۂ اثنا عشریہ کے تصنیف کے وقت کوئی کتاب حوالہ کے لئے سامنے نہیں ہوتی تھی بلکہ محض قوت حافظہ سے تمام حوالہ جات لکھواتے تھے۔ سبحان اللہ کیا حافظہ تھا۔

ایک ہم عصر شاعر "حسن" نے آپ کی تاریخ وفات کا یہ قطعہ موزوں کیا ہے

حجت اللہ ناطق و گویا	شاہ عبدالعزیز فخر زمن
مہر نصف النہار در عرفاں	مثل بدر منیر در ہمہ فن
از سر "لطف" و "علم" تاریخش	رضی اللہ عنہ گفت حسن

"لطف" کی (ل)، (و) "علم" کی (ع) کے اعداد (۳۸) "رضی اللہ عنہ" کے اعداد (۱۲۰۱) میں جوڑنے سے تاریخ وفات ۱۲۳۹ھ نکلتی ہے۔

(۶۳) رسالہ علم سلوک و اذکار۔

۲۹۷۷ / ۶۳

شیخ عبدالجلیل صدرالدین الہ آبادیؒ۔ تصنیف قبل ۱۲۰۰ھ اوراق (۱۳) تقطیع ۸×۵½

اس مختصر تر رسالہ میں مختلف سلسلوں کے طریق اذکار کا بیان ہے۔

آغاز۔

الحمد للہ حمدا کثیرا و سبحوہ بکرۃ و اصیلا و اذکر و اللہ ذکرا جمیلا

اختتام :-

واین خطا است چہ تجلی دائمی دیگر است وتجلی برقی رنگ دیگر
دارد کہ بقائش موجب فنا صاحب تجلی است محض برائے
الفنا است

مصنف نے بعد حمد وصلوٰۃ مختصر دیباچہ میں اپنا نام لکھتے ہوئے وجہ تالیف کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ :-

چوں اعلم علماء و افضل فضلاء بارد بالد ... قطب
عالم غوث بنی آدم بندگی شیخ صالح محمد مینا

یہ درخواست کی کہ ممدوح رح کے علم توحید ومعارف میں رسائل بہت ہیں پھر بھی ایسے رسالہ کی ضرورت ہے جو دلوں کے قفل کو کھول دے اس لئے مولف نے یہ رسالہ لکھدیا۔ مولف نے سب سے پہلے "عبادت" کے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

معرفت بہ عبادت وعبادت بہ صحبت راست می شود
ومحبت بہ متابعت نبویہ درست می گردد

کیونکہ قرآن شریف میں صاف وصریح حکم ہے "اے رسول کہدے کہ اگر تم کو اللہ سے پیار ہے تو میری پیروی کرو اللہ تم کو پیار کرے گا" اس تصریح کے بعد مولف نے مثالیں دی ہیں۔ مصنف نے ہر مسئلہ کو "عزیز من" سے خطاب کرکے شروع کیا ہے۔ مولف نے رسالہ کو حسب تفصیل ذیل (۱۸) فصلوں پر تقسیم کیا ہے۔

۱۔ فصل اول :- مرتبۂ دل بہ حب دنیا و زندگانی دنیا و لذات وحظوظ نفسانیت
۲۔ فصل دوم :- در ارشاد وتلقین کہ از پیراں رسیدہ است
۳۔ فصل سوم :- ذکر نفی و اثبات ہمیں لا الٰہ الا اللہ
۴۔ فصل چہارم :- شرح حدیث لکل شئی صقالۃ وصقالۃ القلب ذکر اللہ تعالیٰ است
۵۔ فصل پنجم :- یاران سلسلہ یا بعضے طالبان
۶۔ فصل ششم :- ذکر نفی و اثبات بعد از نماز فجر وعصر داخل نوافل نیست
۷۔ فصل ہفتم :- طریق پاس انفاس ایں است
۸۔ فصل ہشتم :- پاس انفاس بہ حبس دم و بجز دم مشغول شود
۹۔ فصل نہم :- از جملۂ پاس انفاس و حبس دم
۱۰۔ فصل دہم :- شد ومد و فوق وتحت آں است
۱۱۔ فصل یازدہم :- مرشد کامل باید کہ برحسب استعداد و صلاحیۂ باطن ارادہ مرید تلقین فرماید

۱۲۔ فصل دوازدہم۔ ذکرالله جہر خواہ باد یا قصر
۱۳۔ فصل سیزدہم:۔ دربیان محاربہ۔ سالک را باید کہ اول نصوحاً توبہ کند
۱۴۔ فصل چہاردہم:۔ دربیان محاسبہ بحکم حاسبوا قبل ان تحاسبوا
۱۵۔ فصل پانزدہم:۔ مواعظ آنکہ نفس خودرا وعظ و نصیحت و نیک خواہی کند
۱۶۔ فصل شانزدہم:۔ بدانکہ فکر بر سہ مراتب است
۱۷۔ فصل ہفدہم:۔ دربیان مراقبہ (یہ فصل نسبتاً طویل اور تفصیلی ہے)
۱۸۔ فصل ہشت دہم:۔ بدانکہ انچہ اذکار مذکورہ در یہ جہریہ و خفیہ و ستریہ بودہ است (یہ فصل بھی نسبتاً تفصیلی ہے) اسی فصل پر رسالہ ختم ہے رسالہ پر از معلومات اور قابل مطالعہ ہے۔ خط قدیم نستعلیق معمولی ہے۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ عنوانات سرخی سے لکھے ہوئے ہیں۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے جلد اول (صفحہ ۲۶۹) حضرت شیخ عبد الجلیل رح کو لکھنوی لکھا ہے اور لکھا ہے کہ وہ مشاہیر مشائخ میں سے تھے اور ان کا طریق "طریق اویسی" تھا۔ ظاہری مرشد ان کا کوئی نہیں تھا۔ بلکہ "روحانیت" میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز سے بیعت تھے اور وہیں سے اجازت ملی تھی۔ ان کی کافی تصانیف از قسم مکتوبات۔ رموزات و اسرار یہ بتائی جاتی ہیں۔ ان کی وفات خزینۃ میں بحوالہ "شجرۂ چشتیہ" ۹۳۳ھ لکھی ہے:۔ واللہ اعلم۔

$\frac{۲۹۷۷}{۶۴}$

۶۴۔ شرح مخزن الاسرار۔ مکتوبہ ۱۲۷۲ھ

مصنف و سال تصنیف نامعلوم۔ اوراق (۹۳)۔ تقطیع ۶½" × ۱۰"

مصنف نے بلا تمہید شرح کو شروع کر دیا ہے اور مخزن اسرار کے ابتدائی شعر سے آغاز کر دیا

آغاز:۔

بست کلید در گنج حکیم　　بسم اللہ الرحمن الرحیم
افتتاح کتاب تقدیم مصرعۂ اول بر تسمیہ سبب آں ذکر کرد

اختتام:۔

شکر کہ ایں نامہ بہ عنوان رسید　　بیشتر از عمر بہ پایان رسید
عنوان سرنامہ است کہ بعد اتمام مکتوب نویسند و ہنوز عمر
بہ پایان نہ رسیدہ بود کہ کتاب تمام شد

شرح نہایت مبسوط اور اچھی ہے۔ بعض بعض حاشیوں پر مشکل الفاظ کی تشریح بھی کر دی ہے۔ یہ مشہور خمسہ نظامی (پنج گنج) کی پہلی مثنوی کی شرح ہے جو اول سے آخر تک تصوف کے بیان میں ہے جس میں کوئی قصہ وغیرہ نہیں ہے۔ مثنوی کے فن میں خمسہ نظامی کی ہر مثنوی پر تشریح کر دی جائے گی اسی جگہ حضرت نظامی کے حالات کو بھی قلمبند کر دیا جائے گا۔ اول و آخر شارح نے کہیں اپنا نام نہیں لکھا جس سے یہ معلوم ہوتا کہ شارح کون ہیں۔
ان مثنویوں کی شرحیں اکثر حضرات نے مختلف اوقات میں لکھی ہیں جو اکثر طبع بھی ہو گئی ہیں
خط معمولی شکست آمیز ہے۔ کتاب کہیں کہیں کرم خوردہ ہے چٹ بندی کرا دی گئی ہے۔ کاتب نے بھی اپنا نام نہیں لکھا ہے صرف تاریخ کتابت لکھدی ہے۔

ترقیمہ۔

تمت الکتاب بعون الوھاب فی التاریخ ۳ ذی الحجہ
۱۲۷۱ ہجری نبوی صلعم

۲۹۷/۷
۶۵

۶۵۔ ایضاً۔ (ناقص الآخر)

شارح نامعلوم۔ اوراق (۲۱)۔ تقطیع ½۵" × ½۸"
یہ شرح کا دوسرا نسخہ (ناقص الآخر) ہے مگر اس کے شارح وہ نہیں ہیں جو سابقہ نسخہ کے ہیں۔

آغاز:۔

ہست کلید الخ:۔ مراد از گنج حکیم قرآن است و سورہ فاتحہ درا و کلید او
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اختتام:۔

نفش۔ یعنی دعا۔ جام سخا۔ یعنی سخاوت۔ باقی بادا
کہ بادشاہ باقی باد

شرح یہ بھی بہت اچھی ہے۔ اس میں شارح نے پورے شعر کو پہلے نہیں لکھا بلکہ ہر مصرعہ کے ٹکڑے کی شرح کر کے پھر مطلب لکھا ہے۔ غالباً کاتب نے اس شرح کے کئی جز کئے ہیں یہ اس کا پہلا جز ہے کیونکہ آخری عبارت سے ایسا ہی اندازہ ہوتا ہے نسخہ بخط نستعلیق خفی (معمولی) لکھا ہوا ہے۔ بعض حاشیوں پر معانی بھی لکھے ہوئے ہیں۔ شارح کا نام اوّل و آخر کہیں نہیں ہے اور نہ سالِ تصنیف و کتابت لکھا ہوا ہے۔ کتابت

زیادہ قدیم نہیں ہے۔

۶۶۔ لطائف المعنوی من حقائق المثنوی :۔ (ہر شش دفتر) $\frac{۲۹۷۷}{۶۶}$

مصنف شیخ عبد اللطیف ابن العباس۔ سال تصنیف ۱۰۴۸ھ۔ مکتوبہ ۱۰۸۹ھ اوراق (۲۹۰)
تقطیع ۶ × ۱۲

مولانا رومی کی مثنوی کی یہ مکمل اور مفصل شرح ہے :۔

آغاز۔

شرح بعضے ابیات مشکل و ترجمہ اشعار مفصلہ دیباچہ
تازی مثنوی مولوی۔ و برخے از فوائد و عوائد ضروریہ

اختتام :۔

دائم درمزید حسنات کوشد اگر در کمیت زیادتی ممکن نہ شود
در مزیت کیفیت بیفزاید واللہ اعلم بالصواب

شارح نے بعد تحمید و تمہید بسم اللہ کے بعد دیباچہ شروع کر دیا ہے جس میں مصنف نے سب سے پہلے اپنا نام "عبد اللطیف ابن العباس" لکھا اس کے بعد وجہ تالیف کتاب کے متعلق لکھا ہے کہ سب سے پہلے اس نے اسی مثنوی کے متعلق ایک کتاب بنام "نسخہ ناسخہ" لکھی لیکن بعض احباب نے یہ درخواست کی کہ دفتروار مفصل شرح لکھنی چاہیئے تاکہ مثنوی کے رموز سے عام فائدہ ہو سکے لہذا شارح نے یہ شرح لکھدی، اور اس کا نام بقول خود "لطائف المعنوی" رکھا۔ شارح نے یہ شرح بعہد حکومت اعلیٰ حضرت خاقانی جمشید الزمانی ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی صاحبقران ثانی شاہ جہاں بادشاہ غازی خلد اللہ ظلال رافتہ علی العالمین الی یوم استیام وقیام القیامۃ" لکھی اس کے بعد شارح نے شہنشاہ شاہجہاں کی معدلت گستری۔ علم پروری اور دوسری خوبیوں کو سراہتے ہوئے اپنا دیباچہ ختم اور سب سے پہلے مولانا روم کے عربی دیباچہ کا فارسی میں ترجمہ کیا اس کے بعد شرح شروع کی۔ شارح نے ہر دفتر کا عنوان علیحدہ لکھتے ہوئے شرح کو اس طرح سے شروع کیا کہ ہر مسئلہ جس کا اشارہ مصرع یا شعر میں ہے واضح ہو گیا شرح نہ صرف مبسوط ہے بلکہ ہر حیثیت سے انتہائی بلند پایہ ہے چنانچہ شارح خود بھی دیباچہ کے آخر میں شرح کی اس خوبی کی طرف بہ اظہار عجز و انکسار اس طرح سے اشارہ کرتا ہے :۔

در ہیں مدت ایں مراتب در حجلۂ غیب و پردۂ خفا مخفی

دستتر بود ہیچ یک از فارسانِ مضارِ حال وقال
باوجود فراوانی دانش و قدرت مقال چہ درزمانِ
ماضی وچہ درادان حال بایں موفق نہ شدند۔ بایں
طریق چیزے بہ خاطر ما نیاوردند

بالاستیعاب شرح کے پڑھنے والے شارح کے اس قول کی تصدیق کریں گے۔ فی الحقیقت مثنوی پر کافی شرحیں لکھی گئی ہیں مگر کوئی شرح راقم کی دانست میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ شارح نے جیسا کہ دیباچہ کے ابتدا میں لکھا ہے "نسخہ، ناسخہ" کو بھی لکھا ہے جو گویا مثنوی کی اجمالی شرح ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال (کلکتہ) کی لائبریری میں موجود ہے (ملاحظہ ہو کیٹلاگ نمبر ۵۰۰، صفحہ ۲۲۲) "صاحب محبوب الالباب فی تعریف الکتب والکتاب" نے بھی اس شرح کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ "بخطِ نستعلیق در سنہ ۱۱۱۱ھ بایامِ حیاتِ مصنف مکتوب شدہ" (ملاحظہ ہو محبوب الالباب صفحہ ۲۶۲) لیکن ایشیاٹک سوسائٹی کے لائبریری کے کیٹلاگر نے شارح کی تاریخ وفات ۱۰۴۸ھ لکھی ہے۔ راقم کی رائے میں یہی تاریخ قرین قیاس ہے غالباً مصنف محبوب الالباب کو کچھ تسامح ہوا۔ جو تاریخ وفات سنہ ۱۱۱۱ھ لکھدی چونکہ شیخ عبداللطیف کی تاریخ پیدائش و وفات کا حال معلوم نہ ہوسکا اس لئے تاریخ وفات کا صحیح یقین نہیں کیا جاسکتا۔ انھیں مصنف نے "حدیقۃ الحقیقہ" کی بھی شرح لکھی ہے جس کا نام لطائف الحدائق فی نفائس الدقائق ہے دیباچہ کتاب میں سنہ ۱۰۳۸ھ و سنہ ۱۰۴۲ھ لکھی ہے۔ اس کے بعد مصنف نے زیر نظر کتاب لکھی جس کا سال تصنیف غالباً سنہ ۱۰۴۵ھ ہوگا۔ زیر نظر کتاب کے خاتمہ پر ایک مہر ہے جس میں نام "محمد (غالباً) جمال مرید بادشاہ عالمگیر" لکھا ہے اور سال جلوس سنہ ۲۲ (۱۰۹۰ھ) لکھا ہے اس سے قیاس یہ ہوتا ہے کہ شارح کا انتقال عہد شاہجہانی میں ہوگیا تھا۔

شارح نے دیباچہ میں اپنا نام "عبداللطیف بن العباسی" لکھا ہے لیکن لطائف الحدائق کے دیباچہ میں عبداللطیف بن عبداللہ العباسی لکھا ہے مصنف "محبوب الالباب" نے یہی نام لکھا ہے۔ لیکن ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کیٹلاگر نے صرف "عبداللطیف العباسی" لکھا اور ولدیت نہیں لکھی۔ یہ کتاب ہندوستان کے مختلف مطابع میں طبع ہوچکی ہے۔ زیر نظر نسخہ قدیم ترمکتوبہ ہے۔ کتاب کے آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ صرف خاتمۂ کتاب کے بعد ایک گول مہر ہے جس کا ذکر اوپر کردیا گیا ہے

خط نستعلیق خفی نہایت خوبصورت ہے۔ عنوانات وغیرہ سرخی سے لکھے ہوئے ہیں۔ شرح سے نہ صرف شارح کی تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے بلکہ موصوف الصدرؒ کے سلوک و تصوف پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے۔ باوجود کوشش کے یہ بھی نہ معلوم ہوسکا کہ شارح کا سلسلۂ بیعت کس سے تھا۔

۹۰۰/۶۷ تاریخ اسلام

۱۔ روضۃ الصفا۔ جلد پنجم۔ ناقص الآخر)

محمد ابن خاوندشاہ بن محمود الملقب بہ میر خواند۔ سال تصنیف قبل ۹۰۳ھ/۱۴۹۷ء ہجری اوراق (۳۱۶) تقطیع ۱۰ ½ × ۶ ۳/۴ ۔

یہ مشہور اور متداول اسلامی تاریخ کی پانچویں جلد ہے جس کے آخر کے چند اوراق نہیں ہیں۔

آغاز۔

آرائش دیباچہ آثر و مناقب سلاطین رفیع القدار و نمائش۔۔۔۔
خصائص و مفاخر خواقین گردوں اقتدار

اختتام۔

وفرمود کہ بمراد خود رسیدی۔ و با جلاد گفت کہ ہم او را
بتفصیل برساں چناں بیچارہ متحیر ماندہ مجال سخن نیافت
و از جلاد درخواست کرد کہ از میانش بد دنیم ۔۔۔۔

یہ حصہ پنجم بادشاہوں کے بیان میں ہے۔ دیباچہ کے ورق کے بعد جو طلائی اور مینا کے کام سے مزین ہے کچھ اوراق ضائع ہوگئے ہیں اسی طرح سے کچھ آخر کے اوراق بھی نہیں ہیں مصنف نے فی الحقیقت یہ تاریخ آٹھ مجلدات میں لکھی ہے جس کے نسخہ جات قلمی بیشتر کتب خانوں میں کہیں پورے اور کہیں کم موجود ہیں اس کے مجلدات ایران کے علاوہ ہندوستان کے مشہور مطبع نولکشور لکھنؤ وغیرہ میں بھی طبع ہوچکے ہیں موجودہ نسخہ اول سے آخر تک مطلا و مذہب بخط نستعلیق قدیم (خفی) لکھا ہوا ہے۔ خط کا انداز بتاتا ہے کہ اس نسخہ کی کتابت زیادہ سے زیادہ دسویں صدی کے آخر یا گیارھویں صدی کے اوائل میں کی گئی ہے مصنف کا انتقال چونکہ ۹۰۳ھ/۱۴۹۷ء میں ہوا اس لئے سال تصنیف قبل ۹۰۳ھ لکھدیا گیا چونکہ مصنف کے حالات متعدد تذکروں میں موجود ہیں اس لئے ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

۹۰۰/۶۸

۲۔ خلاصۃ الاخبار فی بیان احوال الاخیار

مصنفہ شیخ غیاث الدین ابن ہمام الدین خواند میر۔ سال تصنیف ۹۰۵ھ/۱۴۹۹ء ہجری اوراق (۳۰۵م)۔
تقطیع ۶ ½ × ۱۰

مصنف نے یہ کتاب ایک حد تک حسب فرمائش اپنے مربی سلطان نظام الدین میر علی شیر والی ہرات مختلف اسلامی

تاریخوں کے خلاصہ کے طور پر لکھی ہے۔

آغاز۔

خلاصہ کلمات راویانِ اخبار و انبار عالی مقدار و نقادۂ
منشأۂ و افغانِ آثار وسلاطین ذوی الاقتدار

اختتام۔

و دھر خود بلسان خود گفتہ :۔
ہوائے مہر تو تن را مفید تر عرا بو حروف نام تو زر را....
(اس کے بعد کے الفاظ چٹ بندی کے نذر ہو گئے)
والسلام علی من اتبع الهدیٰ

مصنف نے بعد حمد و ثنا دیباچہ میں پہلے اپنا نام لکھا اس کے بعد اپنے مربی :۔
نظام الحق و الحقیقۃ و الدین امیر علی شیر
کی توجہات و عنایات کو لکھتے ہوئے لکھا ہے :۔
تا در سال نہصد و چار از ہجرت نبی مختار صلی اللہ علیہ
مادار الملک الدوار ۔ ہر کتابے کہ مشتمل بر فن تاریخ واخبار
در کتابخانۂ معمورۂ آں بزرگوار موجود بود تسلیم ایں بے
بضاعت نمودند و بمطالعۂ آنہا ترغیب و تحریص فرمودند

ان مفید کتب کے مطالعہ کے بعد مصنف کو یہ خیال ہوا کہ تاریخ اسلام کا وہ ایک ایسا خلاصہ مرتب کرے جو ہر حیثیت سے مفید ہو چنانچہ یہ خیال آتے ہی بقول مصنف :۔
چوں ایں خیال را بہ عرضِ آں نقطۂ دائرۂ فضل و کمال رسانیم
بعز قبول و رضا مقرون شد ۔ رخصت انشاء ایں نامہ نامی یافتم
یہ اجازتِ شاہانہ ملتے ہی مصنف نے پوری کوشش اور محنت کر کے :۔
صور اصح روایات در قید تحریر آمد
اس کے بعد مصنف نے وجہ تسمیۂ کتاب کے متعلق لکھا ہے
بنا برآنکہ ایں مختصر خلاصۂ اخبار مشتمل بود مرشد عقل آں را
خلاصۃ الاخبار فی بیانِ احوال الاخیار نام نہاد

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ محض روضۃ الصفا کا خلاصہ نہیں ہے بلکہ بہت سی نادر تاریخی کتب کا خلاصہ ہے گو ان نوادرات میں یہ "روضۃ الصفا" بھی ہوگی۔ کیونکہ "روضۃ الصفا" کا مصنف "خلاصۃ الاخبار" کے مصنف کا چچا تھا اور جس سال میر علی شیر نے کتب تاریخ کے مطالعہ کا حکم دیا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے اس کے چچا کے انتقال کو صرف ایک سال ہوا تھا۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے فہرست نویس نے اس کو "روضۃ الصفا" کا خلاصہ قرار دیا ہے (۳۳ صفحہ ۱۰) جو یقیناً صحیح نہیں ہے کیونکہ مصنف کا اپنا قول اس کی تردید کرتا ہے

مصنف نے اپنے "خلاصہ" کی تکمیل جس کو اس نے سنہ ۹۰۴ ہجری میں شروع کیا تھا ۹۰۵ھ ہجری میں کی اور اس کو ایک مقدمہ (۱۰) مقالہ اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا جس کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے

۱۔ مقدمہ :- در ذکر اول چیزے کہ خلعت خلقت پوشیدہ وغیرہ وغیرہ

۲۔ مقالۂ اول :- در ذکر انبیاء و مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین

۳۔ مقالۂ دوم :- در ذکر حکماء رحمہم اللہ

۴۔ مقالۂ سوم :- در ذکر ملوک عجم و سلاطین ما تقدم

۵۔ مقالۂ چہارم :- در ذکر حالات و غزوات خواجۂ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

۶۔ مقالۂ پنجم :- در ذکر خلفاء راشدین و ائمہ اثنا عشر رضوان اللہ علیہم اجمعین

۷۔ مقالۂ ششم :- در ذکر خلفاء بنی امیہ

۸۔ مقالۂ ہفتم :- در ذکر خلفاء بنی عباس

۹۔ مقالۂ ہشتم :- در ذکر طبقات سلاطین وغیرہ

۱۰۔ مقالۂ نہم :- در ذکر فرزندان یافث بن نوح علیہم السلام

۱۱۔ مقالۂ دہم :- در ذکر ظہور نورانی امیر تیمور گورگان و بیان سلطنت اولاد آں تا ایں زماں

۱۲۔ خاتمہ :- در بیان شمہ از صفات دار السلطنت ہرات و عمارات و باغات آں بلدہ و ذکر بعضے از اہل فضل دہر کہ در ایام دولت امیر علی شیر دریں دیار بود

تصنیف کے (۳۶) سال بعد ۹۴۱ھ / ۱۵۳۵ء میں مصنف کا انتقال ہوا۔ موجودہ نسخہ کا سال کتابت جیسا کہ ترقیمہ سے ظاہر ہوتا غالباً سنہ ۹۲۰ھ یا ۹۳۰ھ ہے۔ بہر حال دونوں حالتوں میں یہ نسخہ مصنف کی زندگی ہی میں لکھا گیا۔ امکان و قیاس یہ بھی ہے کہ یہ نسخہ مصنف کی نظر سے بھی گزرا ہو کیونکہ اوّل تو نسخہ کا خط نستعلیق آمیز قدیم خراسانی ہے دوسرے جگہ جگہ بعض لفظ اور سطریں بھی قلم رد کی گئی ہیں جن کو شاید مصنف نے بغرض صحت قلم زد کیا ہو۔ انھیں مصنف کی تصنیف "حبیب السیر" بھی ہے جس کو انھوں نے سنہ ۹۲۷ھ میں مدون فرمایا۔ نسخہ بخط نستعلیق (خفی) لکھا ہوا ہے۔ جلد اول مطلا و مذہب ہیں۔ یہ کتاب ابتک طبع نہیں ہوئی البتہ اس کے

نسخہ جات متعدد کتب خانوں میں ہیں میری نظر سے اس وقت تک جتنے کیٹلاگ گزرے ہیں ان میں کسی میں اس سے زیادہ قدیم مخطوطہ نسخہ نہیں ہے ممکن ہے کہ اور کتب خانہ جات میں بھی اتنا قدیم نسخہ نہ ہو اس اعتبار سے یہ نسخہ نادر ترہے

ترقیمہ :۔

تمام شد خلاصتہ الخیار (خلاصتہ الاخبار) کاتب فقیر حقیر محمد
بن محمود بن اسمعٰیل خطیب سنہ ۹۲۰ھ یا سنہ ۹۳۰ھ (کیونکہ نو کے
بعد ہندسہ مشتبہ ہوگیا ہے)
کتاب اچھی حالت میں ہے معمولی کرم خوردہ ہے جس کی چٹ بندی کردی گئی ہے۔

۳۔ ایضاً۔ ایضاً۔ (ناقص الطرفین) $\frac{۹۰۰}{۶۹}$

اوراق (۲۶۷)۔ تقطیع $۴\frac{۱}{۲} \times \frac{۳}{۴}۶$

"خلاصتہ الاخبار" کا یہ دوسرا نسخہ ہے۔ پہلا نسخہ تفصیلاً درج کیا جاچکا ہے۔ یہ بھی مطلا و مذہب قدیم خراسانی نسخ خفی میں لکھا ہوا ہے ابتدائی صفحہ نہیں ہے اور آخر کے بھی چند اوراق نہیں ہیں بعض اوراق مقدم موخر ہوگئے ہیں۔ بعض پر صفحات ڈالدیئے گئے تاکہ معلوم ہوجائے کہ کون ورق کس جگہ کا ہے

۴۔ تاریخ اسلام۔ (ناقص الطرفین) $\frac{۹۰۰}{۷۰}$

نامعلوم الاسم۔ اوراق (۲۰۴) تقطیع $۶ \times \frac{۱}{۲}۹$

آغاز اسلام سے خلافت عباسیہ تک کی ایک حد تک یہ مفصل تاریخ ہے جس کے ابتدائی اور آخر کے بہت سے اوراق نہیں ہیں اور اس پر یہ ستم ہے کہ لاپرواہی یا ناواقفیت کی بدولت تقریباً نصف کتاب کے اوراق جو مقدم ہونے چاہیئے تھے وہ موخر ہیں اور جو موخر ہونے چاہیئے تھے وہ مقدم ہیں۔ میں نے صرف یہ اصلاح کردی ہے کہ جہاں سے اوراق موخر کر دئے گئے ہیں وہاں پر ایک پرچہ لکھ کر لگا دیا ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ یہاں سے آغاز کتاب کے اوراق ہیں بہرحال موخر اوراق سے جو فی الحقیقت ابتدائی اوراق ہیں یہ پتہ چلتا ہے کہ آغاز "غزوہ احد" سے ہے جس کے پہلے صفحہ کی پہلی سطر یہ ہے :۔

ندید و دیگر بارگفت یا عمر یا عثمان کس پاسخ نداد
ہمہ را بکشتند عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
راصبر نہ ماند۔ گفت اے دشمن خدا چند اسے ہستند
کہ ترا بس است بوسفیان آواز عمر بشناخت گفت

یا عمر بگو یا اللہ کہ محمد را بخشند یا نہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
گفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ است و آواز تو ہمی شنود

اسی طرح سے مقدم اوراق کے اختتام سے جو نی الحقیقت موخر اوراق ہیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اس میں خلیفہ مہدی تک کے حالات ہیں اس کے بعد کے اوراق نہیں ہیں۔ موجودہ شکل میں اس حصہ کے آخری ورق کے آخری سطروں کی عبارت بطور نمونہ یہ ہے۔

فتنہ بہ بغداد دراز شد و مردمان بستوہ شدند و
ابراہیم المہدی را بیرون آوردند و او را بخلعت

غرض کہ یہ کتاب تاریخ اسلام افسوس ہے کہ بہت ہی ناقص ہے ورنہ آغاز اسلام کی یہ تاریخ کافی مبسوط اور مفید ہے۔ ناقص ہونے کی وجہ سے نہ نام مصنف ہی معلوم ہو سکا اور نہ نام کتاب و سال تصنیف کا پتہ چل سکا۔ کتابت معمولی نستعلیق قدیم (خفی) میں ہے۔

۵۔ شہادت نامہ:۔

۹۰۰
۷۱

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز۔ سال تصنیف ۱۲۲۰ھ بکتوبہ ۱۲۳۶ھ اوراق ۱۷ + ۱۲ = ۲۹۔ تقطیع $\frac{1}{2}$ ۵ × ۸
حضرت شاہ صاحب کا یہ مختصر رسالہ شہادت حسنین علیہما السلام کے بارے میں ہے

آغاز:۔

می گوید حامداً و مصلیاً و مسلماً و داعیاً بندۂ درگاہِ احد۔
کرم محمد مترجم ایں اوراق چند در باب شہادت
امامین ہمامین۔

اختتام۔

فرمود آنحضرت صلعم پس برسانید آں فرشتہ مرا کفِ
از خاکِ سرخ۔ واللہ اعلم بالصواب الیہ المرجع
والمآب۔

شہادت نامہ غالباً عربی میں تھا جس کا ترجمہ کرم محمدؐ نے یہ لکھتے ہوئے کیا ہے کہ:۔
کرم محمد مترجم ایں اوراق چند در باب شہادت امامین۔

جامین سیدین سعیدین مظلومین شہیدان ابی محمد الحسن
و ابی عبد اللہ الحسین علیہما السلام تالیف شیخ اجل
تحریر اکمل شاہ عبد العزیز محدث دہلوی دام ظلہ علی
مفارق الانام در ماہ جمادی الثانی سنہ یکہزار دو صد
و بست و ہشت ہجری۔

اس کے بعد اصل رسالہ کا مقدمہ ہے جس کا آغاز یہ ہے:۔

اعلم رحمک اللہ تعالیٰ اَنّ الکمالاتِ التی تصرفت
فی الانبیاء علیہم السلام

اس کے بعد اصل رسالہ شروع کیا ہے۔ مترجم نے پہلے عربی عبارت لکھی ہے جس کے پہلے سُرخی سے (م) لکھا ہے جس کے معنی متن کے ہیں اس کے بعد "ش" لکھ کر فارسی میں اس کا ترجمہ کیا ہے اسی طرح سے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ترجمہ کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اصل روایات سے باظہار اسناد و واقعات شہادت کو بیان فرمایا۔ رسالہ گو بہت ہی مختصر ہے لیکن قابل مطالعہ اور پر از معلومات ہے۔ رسالہ حضرت شاہ صاحبؒ کی زندگی ہی میں لکھا گیا ہے ممکن ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی نظر سے گزرا ہو کیونکہ حضرت شاہ صاحبؒ کا وصال ۱۲۳۹ھ میں ہوا چنانچہ حضرت کی تاریخ وفات کا قطعہ "حسن" نے لکھا ہے اس کا آخری شعر یہ ہے:۔

از سر لطف و علم تاریخش　　　"رضی اللہ عنہ" گفت حسن

"رضی اللہ عنہ" کے اعداد کے ساتھ "لطف" کے پہلے صرف (ل) اور "علم" کے پہلے صرف (ع) کے اعداد جوڑنے سے سال ۱۲۳۹ھ ہوتا ہے۔ یہی سالِ وفات ہے:۔
خط معمولی شکست آمیز ہے۔

ترقیمہ۔

با تمام رسید نسخہ شہادت نامہ تالیف مولانا شاہ عبد العزیز
محدث دہلوی قدس اللہ سرہٗ العزیز بتاریخ بست و
دوم شہر رجب المرجب یوم چہارشنبہ ۱۲۳۴ھ بخط کمترین
عبد الرحیم عرف الٰہی بخش بن حفیظ اللہ بن شاہ محمد قانونگو
پرگنہ ساڈھی ضلع ہردوئی۔

۲۔ اس رسالہ کے آخر میں حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس اللہ سرہٗ العزیز کا وہ مشہور استفتا و فتویٰ بھی کاتب نے نقل کر دیا ہے جو تعزیہ داری کے متعلق سوال و جواب کی شکل میں ہے

اور جس کے (۱۲) اوراق ہیں کاتب اس کا بھی وہی ہے جو مندرجہ بالا رسالہ کا ہے

سیرت و تذکرہ

۹۲۰
۷۲

۱۔ وقائع حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ (ناقص الآخر)

مصنف شیخ شرف الدین حسین علوی حنفی اوراق (۱۰۱) تقطیع ۵" × لے۸"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات میں یہ کافی مفصل تذکرہ ہے جس میں مستند روایات ہیں

آغاز۔

"پس از شکر و سپاس حکیمے کہ حضرت کلیم را آیات باہرہ
و معجزات قاہرہ مثل عصا و ید بیضا ممتاز ساخت"

اختتام۔

"نقل است کہ چوں قوم فرعون غرق گشتند و دریا بحالت
اولیٰ بازگشت بنو اسرائیل از کیفیت حال فرعونیان
اطلاع نداشتند"۔

مصنف نے بعد حمد و نعت اپنا نام لکھتے ہوئے وجہ تالیف کے متعلق لکھا ہے۔

"دریں اوقات از جملہ مؤلفات زبدۃ الفضلا مولانا معین الدین
الہردی .... وقائع حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کہ
بہ عبارات و فقرات فائقہ مشتمل بر انواع نکات عجیبہ و اوصاف
و اشارات غریبہ تالیف فرمودہ بنظر مطالعہ رسید"

مولانا معین الدین ہردی" کے حالات "معارج النبوۃ" کے تحت لکھ دئے گئے ہیں۔ جن کا انتقال ۹۰۷ھ میں ہوا
مصنف نے چونکہ اس کتاب کو مفید لیکن مشکل الفہم پایا اس لئے عام افادیت کے لئے انھوں نے ضروری
لطائف و اشارات کو جو حکایات میں ہیں آسان زبان میں "بہ خفیف تغیر و تبدل بعض عبارات" لکھ کر اس
کو (۴۲) فصلوں پر تقسیم کیا۔ موجودہ نسخہ میں صرف (۷) فصلیں ہیں۔ اس طرح سے کتاب کافی ناقص ہے
یعنی آخر کی (۳۱) فصلیں نہیں ہیں۔

کتاب بہ خط نستعلیق جلی لکھی ہوئی ہے۔ بعض بعض جگہ کرم خوردہ ہے۔

مصنف کے حالات اور سالِ تصنیف کا باوجود تجسس پتہ نہ چل سکا۔ مصنف نے دیباچہ میں کتاب کا
کوئی نام بھی نہیں لکھا

۲- روضۃ الاحباب فی سیرت النبی و الآل و الاصحاب (دفتر اول)

۹۲۰/۷۳

مصنف شیخ عطاء اللہ بن فضل اللہ الملقب بہ جمال الحسینی المحدث۔ سال تصنیف ۹۰۰ھ۔ سال کتابت غالباً دسویں صدی ہجری۔ اوراق (۵۲۴) تقطیع ۶" × ۹½"

یہ مشہور کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی سیرت میں نہایت مفصل اور مستند ہے۔

آغاز۔

الحمد للہ الذی من علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا
منہم یتلوعلیہم ایاتہ۔

اختتام۔

انیضت علیٰ قطانہا سجال الامن والحمد للہ اولاد
آخراً وظاھراً و باطناً

مصنف نے بعد حمد ونعت ومنقبت صحابہ کرامؓ طویل دیباچہ میں اپنا نام اور وجہ تالیف لکھتے ہوئے پہلے اپنے استاد محترم کا نام:۔

"السید السند المویدمن عند اللہ اصیل الحق والشریعۃ
والتقویٰ والدین عبد اللہ متع اللہ المسلمین
بطول بقاء کالہ کر لکھا کہ:۔
"ایں فقیر حقیر ہرچہ یافتہ بواسطہ خدمت آستانہ آں حضرت
وبہ یمن تربیت ایشاں یافتہ"

اس کے بعد موضوع کتاب کو بیان کرتے ہوئے کتاب کا نام
"روضۃ الاحباب فی سیرت النبی والآل والاصحاب"
لکھا ہے۔ کتاب کو مصنفؒ نے "۳ مقصد" پر حسب تفصیل ذیل تقسیم کیا ہے

۱- مقصد اول:۔ در سیرت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ومقدمات وسمات آں وما یتعلق بہا
(اس مقصد میں (۳) باب ہیں)

الف:- باب اول:۔ در بیان نسب اطہر آں سرور وما یتعلق بہ

ب:۔ باب دوم :۔ در ذکر تاریخ ولادت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وانچہ متعلق بہ ولادتِ اوست مع غزوات وغیرہ

ج:۔ باب سوم :۔ در متمماتِ فن سیرت (اس میں آٹھ فصلیں ہیں)

۱۔ فصل اول :۔ در بیان عدد ازواج وسراری آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وشرح حال ہر یک از ایشاں

۲۔ فصل دوم :۔ در ذکر عدد اولادآں سرور صلی اللہ علیہ وسلم از ذکور واناث وبیانِ حال ہر یک۔ وغیرہ

۳۔ فصل سوم :۔ در فضائل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتعداد معجزات او صلی اللہ علیہ وسلم

۴۔ فصل چہارم :۔ در ذکر اوصاف وشمائل آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم

۵۔ فصل پنجم :۔ دربیانِ عبادات سید السادات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۶۔ فصل ششم :۔ در بیان آداب وعادات خواجۂ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات

۷۔ فصل ہفتم :۔ در بیانِ مخصوصات آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۸۔ فصل ہشتم :۔ در ذکر خدام وموالی ومراضع وعمال وکتاب ورسولاں ومؤذناں وشعراء وخطباء آں حضرت وبیانِ اسلحہ وامتعہ واثاث البیت ومراکب ودواب او وما یتعلق بہا

۲۔ مقصد دوم :۔ در معرفت احوال صحابہ رضی اللہ عنہم (اس دوسرے مقصد میں دو ابواب حسب ذیل ہیں)

(الف) باب اول :۔ در معرفت رجالِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

(ب) باب دوم :۔ در معرفت نساءِ صحابہ رضوان اللہ علیہن

۳۔ مقصد :۔ در بیانِ احوال تابعین وتبع تابعین ومشاہیر ائمہ احادیث۔ (اس تیسرے مقصد میں تین ابواب حسب ذیل ہیں) :۔

الف :۔ باب اول :۔ در ذکر تابعین

ب :۔ باب دوم :۔ در ذکر تبع تابعین

ج :- باب سوم :- در ذکر جماعتے کہ بعد از تبعِ تابعین بودہ اند رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

دفتر اول (یعنی موجودہ نسخہ) صرف مقصد اول کا حامل ہے۔ دوسرے دو مقصد دفتر دوم وسوم میں ہیں جن کی تفصیلات اس کے بعد کے نمبروں میں دی گئیں ہیں۔

مصنف نے ۸۸۸ ہجری میں اس ضخیم اور مستند تصنیف کو ختم کیا اور اپنے مربی میر علی شیر والئی ہرات کے نام بایں تصریح معنون کیا:۔

"حضرت امارت پناہ نصرت و معدلت شعار ۔ ۔ ۔ ۔ زبانش
در بیانِ حق چو شمشیر نظام الدولہ والدنیا والدین امیر علی
شیر اعز اللہ انصارہ وضاعف فی سلوک سبیل الحق
اقتداراہ"

تصنیف کے تقریباً (۴۲) برس کے بعد سنہ ۹۳۰ ہجری میں مصنف کا انتقال ہوا اور ہرات میں مدفون ہوئے۔
مصنف "حدائق الحنفیہ" نے "تاج کشور" سے تاریخ وفات نکالی جو سنہ ۹۳۰ھ ہوتی ہے (ملاحظہ ہو "حدائق الحنفیہ" صفحہ ۳۶۹) کتاب از اول تا آخر مطلا و مذہب ہے۔ پیشانی پر طلائی اور مینا کا کام نہایت خوبصورت ہے جو اپنی قدامت کی شہادت دیتا ہے۔ کتاب کا خط قدیم نستعلیق خفی ہے اور نہایت صاف ہے انداز کتابت سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ یہ دسویں صدی ہجری کی کتابت ہے۔
آخر میں جو ترقیمہ ہے اس میں کتابت کی تاریخ درج نہیں ہے۔ صرف یہ مختصر عبارت بہ خط شکست آمیز لکھی ہے

"مقابلہ کتاب تمام شد جگر شیطان کباب شد"

مصنف نے آخر کتاب میں مقام اور تاریخ اختتام تصنیف کو اس طرح سے ظاہر کیا ہے۔

"وقد وقع الفراغ من تالیفہ وجمعہ علیٰ ید مولفہ وجامعہ
الفقیر الی الغنی عطاء اللہ بن فضل اللہ المشتہر
بجمال الحسینی اصلح اللہ احوالہ بحق بجودہ امالہ
فی الیوم الاحد الحادی عشر من شہر ذی الحجۃ
ثمان وثمانین ثمانمائہ بمنزلہ بہ ظاہر ہراۃ"
"افیضت علیٰ قطانہا سجال الامن والحمد للہ اولا
وآخرا وظاہرا وباطناً"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کتاب کا اختتام ۸۸۸ ہجری میں ہوا۔
ایک کٹلاگر (فہرست نویس) نے خدا جانے کہاں سے دیکھ کر یہ لکھا ہے کہ "یہ تصنیف سنہ ۱۲۸۴ھ میں شروع

کی اور سنہ ۹۰۰ھ میں مکمل کی گئی (ملاحظہ ہو کیٹلاگ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال مطبوعہ سنہ ۱۹۲۴ء، $\frac{۵۳}{D ۱۸۸}$) ۱۴۹۵ء
حالانکہ مصنف نے اختتام کی تاریخ "یوم یکشنبہ (اتوار) ۱۱ ذی الحجہ ۸۸۸ہجری" آخر میں لکھدی ہے آغاز یقیناً اس سے پہلے ہوا ہوگا۔

یہ کتاب مطبع نولکشور میں عرصہ ہوا چھپ چکی ہے۔ ممکن ہے کہ دوسرے مطابع میں بھی چھپی ہو

$\frac{۹۲۰}{۷۴}$

۳۔ ایضاً۔ دفتر دوم:۔

سال تصنیف ۸۸۸ہجری۔ سال کتابت ۱۲۰۳ھ۔ اوراق (۴۸) تقطیع ۷½ × ۱۲

آغاز۔

لک الحمد یا مسبب الاسباب ولک الشکر یا
مفتح الابواب۔

اختتام۔

فلیس ھدی الصالحین ھدیتم ولیس فضل العابد المجد تم

اس دفتر میں "قصہ دوم" کی تفصیلات ہیں جس کی مفصل فہرست سابقہ نمبر میں دے دی گئی ہے۔ خط بہت معمولی نستعلیق جلی ہے۔ بعض اوراق کرم خوردہ ہیں جن کی پیوند کاری کر دی گئی ہے۔ دفتر فی نفسہ مکمل ہے۔

ترقیمہ:۔

تمت ہذہ کتاب دفتر الثالث من احوال امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تمت تمام شد تاریخ
بست و دوم ذی الحجہ ۱۲۰۳ھ

$\frac{۹۲۰}{۷۵}$

۴۔ ایضاً دفتر سوم:۔ ناقص الآخر

سال تصنیف ۸۸۸ہجری سال کتابت ۱۲۲۱ھ۔ تقطیع ۷½ × ۱۲۔ اوراق (۵۰)

آغاز۔

کلام در بیعت انام بہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

برخلافت وحکومت خواص وعوام"

اختتام:-

"پس از منبر فرود آمد و امر فرمود و بجانب کوفہ روان
شدند مویدالمنصور منظفر مسرور آ
واللہ اعلم بالصواب"

یہ دفتر سوم "مقصد سوم" کا حامل ہے جس کی تفصیلی فہرست دفتر اول میں دے دی گئی ہے مگر یہ ناقص ہے کاتب نے بہت بڑا حصہ چھوڑ دیا یہ خط بھی بہت معمولی نستعلیق جلی ہے۔ غالباً اس کا کاتب بھی وہی ہے جو سابقہ نسخہ کا ہے البتہ سال کتابت میں (۲۷) سال کا فصل ہے۔ یہ نسخہ بھی کرم خوردہ ہے جیٹ بندی کر دی گئی ہے۔

ترقیمہ:-

تمت تمام شد نسخہ متبرکہ روضۃ الاحباب من تصنیف
جمال الدین المحدث الحسینی بتاریخ سوم محرم الحرام ۱۲۳۲ھ۔

نسخہ جات دفتر دوم وسوم ایک ہی مجلد میں ہیں۔

۵- ایضاً- دفتر دوم (ناقص الآخر) $\frac{۹۲۰}{۷۶}$

اوراق (۸۶)۔ تقطیع (۸ × ۱۱)

"روضۃ الاحباب" کا یہ دفتر نہ صرف ناقص الآخر ہے بلکہ کاتب نے درمیانی عنوانات کے علاوہ بعض عبارتیں بھی نہیں لکھیں اور وہ جگہیں خالی چھوڑ دی ہیں ممکن ہے کہ کاتب سے وہ عبارتیں نہ پڑھی گئی ہوں۔ راقم نے دوسری کتاب سے چند جگہ عبارتیں لکھدی ہیں پوری کتاب میں لکھنے کے لئے وقت کی ضرورت تھی۔ دفتر دوم کا جو مکمل نسخہ اوپر درج ہے اس سے نقل کی جاسکتی ہیں۔ ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے کوئی ترقیمہ نہیں ہے خط جلی نستعلیق ہے نسخہ اچھی حالت میں ہے۔ اس کے آغاز کی وہی عبارت ہے جو سابقہ نسخہ دفتر دوم کی ہے

۶- ایضاً- دفتر سوم- $\frac{۹۲۰}{۷۷}$

اوراق (۴۲۸)۔ تقطیع ($۴\frac{۱}{۲}$ × $۸\frac{۱}{۲}$)

یہ دفتر سوم مکمل ہے۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ خط معمولی شکست آمیز ہے اوّل اور آخر کے چند اوراق زمانۂ حال کے لکھے ہوئے ہیں

آغاز۔

زبان آں حضرت را کند واز رشحات لعاب آن دہن کہ
سرچشمۂ اسرار و ما ینطق عن الھویٰ بود

اختتام۔

پسرش درآں وقت ہرچند فریاد کرد کہ ایں پدر من
است بجائے نہ رسید کہ سلمانان از غایت وحشت
وتحیر ندانستند کہ او چہ میگوید

$\frac{920}{78}$

۷۔ ایضاً دفتر اول۔

تعداد اوراق (۹۴۴) تقطیع $\frac{1}{2}$ ۶ × $\frac{3}{4}$ ۱۰

یہ "روضۃ الاحباب" کے دفتر اول کا دوسرا نسخہ ہے جس کے اول کا ایک ورق نہیں ہے اور آخر کے دو تین اوراق بھی بہت ہی خراب حالت میں تھا جنکی چٹ بندی کرا دی گئی ہے کتاب پوری کرم خوردہ ہے۔ خط معمولی نستعلیق خفی ہے۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے اس لئے سال کتابت نہ معلوم ہو سکا۔

$\frac{920}{79}$

۸۔ معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ۔ (ناقص الآخر)

مصنف مولانا معین الدین ابن محمد امین الفراہی الہراتی المشتہر بہ مسکین۔ سال تصنیف ۸۹۱ھ۔

اوراق (۳۸۶)۔ تقطیع ۵ × $\frac{1}{2}$ ۸

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں یہ مستند ترین کتاب ہے

آغاز۔

رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنکَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا
مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔ حمدے کہ صحائف لطائف
اطباق فلکی بہ نقوش آں موشح بود۔

مصنف نے بعد تحمید و نعت و منقبت ایک طویل دیباچہ لکھا جس میں سب سے پہلے مصنف نے اپنا نام

"العبد الضعیف المسکین المعین" لکھ کر لکھا ہے کہ نہ صرف کامل (۳۰) سال تک کتب واحادیث وسیر زیر مطالعہ رہیں بلکہ:-

" ہر جمعہ بعد از اداے صلوٰۃ در مقصورۂ جامعۂ ہراۃ بر مسند آباد اجداد"

درس و وعظ کا بھی سلسلہ جاری رکھا۔ اس طویل دیباچہ کے آخر میں مصنف نے کتاب کا نام "معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ" لکھ کر کتاب کو حسب ذیل ایک مقدمہ۔ چار ارکان اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا

۱۔ مقدمہ :- محتوی بر محامد و مناجات الٰہی ونعوت وصفات وخصائص ذات، وفضائل صلوات حضرت نبوت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم مشحون بہ لطائف بشارات ومقرون بہ ضائف بشارات

۲۔ رکن اول :- متکفل ذکر نور شمائل السرور آں حضرت است وانتقال او از اصلاب طیبہ بارحام طاہرہ وغیرہ

۳۔ رکن دوم :- ایں قصر رفیع المبانی متضمن وقائع ایام ولادت تا ہنگام بعثت است وغیرہ

۴۔ رکن سوم :- مشتمل بر تنزل وحی وکیفیت ابلاغ امر و نہی وغیرہ

۵۔ رکن چہارم :- احاطۂ واقعات سابقہ کہ در ایام ہجرت تا وقت وفات سمت ورود یافت وغیرہ

۶۔ خاتمہ :- بیان معجزات وغیرہ

مصنف نے چاروں ارکانوں کو فصلوں اور خاتمہ کو دو بابوں پر بھی تقسیم کیا ہے اور اس طرح سے سیرت کا کوئی جزو تشنۂ تشریح نہیں رہا۔ افسوس ہے کہ خاتمہ کے باب دوم کے کچھ اوراق نہیں ہیں۔

مصنف رح والی ہرات سلطان حسین مرزا کے عہد میں ممتاز ترین اور بلند پایہ علماء میں سے تھے۔ سلطان مذکور نے بااصرار ممدوح رح کو قضاۃ کی خدمت قبول کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ لیکن ممدوح نے ایک سال خدمت انجام دے کر اس کو چھوڑ دیا اس کے بعد باوجود انتہائی اصرار کے قبول نہ فرمایا اور درس و وعظ میں اپنی باقی ماندہ حیات مستعار گزار دی۔ تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ وعظ انتہائی دلپذیر اور بااثر ہوا کرتا تھا۔ موجودہ کتاب کے علاوہ اور بھی اسی زمرہ کی تصانیف ممدوح رح کی ہیں جن کا ذکر اس کتاب کے دیباچہ میں ہے۔ مولانا ممدوح کا انتقال ۹۰۷ھ میں بمقام ہرات ہوا اور بقول بعض حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری برادر خورد قاضی نظام الدین کے مزار سے قریب مدفون ہوئے۔

یہ کتاب اکثر مطابع میں طبع ہو چکی ہے۔ موجودہ نسخہ بخط نسخ قدیم اخفی (خراسانی) لکھا ہوا ہے۔ خط کے انداز سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ نسخہ دسویں صدی ہجری کے اوائل کا لکھا ہوا ہے۔ ممکن ہے مصنف کی زندگی ہی میں لکھا گیا ہو آخر کے اوراق نہ ہونے کی وجہ سے تاریخ کتابت کا پتہ نہ چل سکا۔ کتاب کافی کرم خوردہ ہے۔ چٹ بندی

کر دی گئی ہے ۔ درمیان کے دو تین اوراق نہیں ملا۔

۹۲۰
۸۰

۹ ۔ مطالع الانوار ۔

مصنف عفیف نور ابن کاشانی تصنیف دسویں صدی ہجری اوراق (۱۷۳) تقطیع ۶" × ۹" ۔
یہ کتاب فی الحقیقت سیرۃ النبی ہے اگرچہ آخری فصول میں جیسا کہ ذیل کی تفصیل سے معلوم ہوگا خلفاء راشدین اور خلافت بنو امیہ کا بھی ذکر ہے ۔

آغاز ۔

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی سید
المرسلین خاتم النبیین محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ۔

اختتام ۔

عالمک است ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر
خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ و اہل بیتہ اجمعین برحمتک
یا ارحم الراحمین

مصنف نے بعد حمد و صلوٰۃ دیباچہ میں اپنا نام اور اپنی تعلیمی حالت کو مختصر لکھتے ہوئے وجہ تصنیف کے سلسلہ میں لکھا ہے :۔

"در بدو شباب کہ سال عمر بہ بست و یک رسیدہ بود
بہ خدمت اساتذہ بدایت کردم مذہب نعمانی باقتدار
احکام شرعیہ و مسائل دینیہ روانی شد ۔ ۔ ۔ ۔
ایں ضعیف بعد تحقیق روایات و بہ تصحیح از اقوال
از کتب تفاسیر و آثار و احادیث و شروح آں در سلک
انتظام آورد" ۔

اس کے بعد مصنف نے تعداد فصول (۲۱) جو مصنف کی عمر کی مناسبت سے ہے لکھتے ہوئے اس کا نام مطلع (مطالع) الانوار فی رحمۃ ... الآثار لکھا ہے ۔ تفصیل فصول مختصراً حسب ذیل ہے

۱ ۔ فصل اول ۔ در کیفیت ولادت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و علامت نبوت کہ در طفولیت
معائنہ شد

۲۔ فصل دویم :۔ در ابتداء نزولِ وحی و ملاقات جبریل امین علیہ السلام
۳۔ فصل سویم :۔ در اظہار دعوت پیغمبری و بیان جفا اہل قریش وغیرہ
۴۔ فصل چہارم :۔ در ذکر ہجرت ام حبیبہ ونقل خدیجہ رضی اللہ عنہا وغیرہ
۵۔ فصل پنجم ۔ در ذکر معراج و فرضیت صلوات خمسہ و ہجرت سید المرسلین دیار ال در مدینہ بارک اللہ فیہا
۶۔ فصل ششم :۔ در باز آمدن یاراں از حبشہ وغیرہ
۷۔ فصل ہفتم :۔ در بیان چند معجزہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بر سبیل ایجاز
۸۔ فصل ہشتم :۔ جنگ بدر
۹۔ فصل نہم :۔ جنگ اُحد
۱۰۔ فصل دہم :۔ جنگ احزاب (خندق)
۱۱۔ فصل یازدہم :۔ جنگ بنی قریظہ و بنی نضیر
۱۲۔ فصل دوازدہم ۔ جنگ تبوک
۱۳۔ فصل سیزدہم ۔ جنگ خیبر (جنگ با اہل الکتاب)
۱۴۔ فصل چہاردہم ۔ فتح مکہ
۱۵۔ فصل پانزدہم :۔ جنگ حُنین (یا بنو ھوازن)
۱۶۔ فصل شانزدہم :۔ فتح طائف
۱۷۔ فصل ہفدہم :۔ در کیفیت حج (حجۃ الوداع) و وفات مبارک
۱۸۔ فصل ہژدہم :۔ در کیفیت خلافت خلفاء راشدین
۱۹۔ فصل نوزدہم :۔ در کیفیت خلافت معاویہ و خلفاء دیگر
۲۰۔ فصل بستم :۔ در کیفیت بناء کعبہ وغیرہ
۲۱۔ فصل بست و یکم :۔ در کیفیت سوال گو رو مقام ارواح وغیرہ

تفصیل فصول کے بعد مصنف نے یہ لکھتے ہوئے کہ اس تصنیف سے محض "رضائے الہیٰ" مقصود ہے اس لئے

"ایں مجموعہ را باسم ہیچ مخلوق موشح نکردم"

اس کے بعد فصول واری بیان ہے۔

کاتب اس قدر کم سواد اور کم پڑھا لکھا ہے کہ پوری کتاب اول سے آخر تک ہر اعتبار سے ایسی غلط لکھی ہے کہ پڑھنے والے پر مصنف کی طرف سے کم سوادی کا شبہ ہوتا ہے اس لئے اور بھی کہ اس نسخہ کے علاوہ کتب خانہ میں دو نسخے اور ہیں وہ بھی ایسے ہی غلط لکھے ہوئے ہیں حالانکہ مختلف کاتبوں نے مختلف زمانوں میں مختلف مقامات پر لکھے ہیں۔

انتہا یہ ہے کہ عربی کے آسان جملے آسان قرآنی آیتیں چھوٹی چھوٹی حدیثیں اس قدر غلط لکھی ہیں کہ پہلی نظر میں پڑھنے والے کی سمجھ میں نہیں آسکتی ہیں

اس نسخہ میں فصلوں کے عنوانات تو ہیں لیکن کاتب نے معلوم نہیں کیوں الفاظ "فصل اول فصل دوم" کو ترک کر دیا ہے۔ خط معمولی بچگانہ ہے کہیں کہیں نستعلیق اور کہیں شکستہ آمیز

ترقیمہ :-

تمام شد ھذا الکتاب مطلع (مطالع) الانوار فی
راحمۃ الآثار من تصنیف عفیف نور کاستانی
بلغہ اللہ تعالیٰ الی نیل المرام بدستخط احقر علی
… خان ساکن
موضع رانیو … فی تاریخ بست دوم شہر
شوال ۱۲۵۰ ہجری بروز دوشنبہ بوقت دوپہر صورت
تحریر یافت۔

مندرجہ بالا ترقیمہ کاتب کی علمیت اور املا نویسی کا نمونہ ہے اسی پر پوری کتاب قیاس کی جاسکتی ہے۔ مصنف کا حال باوجود کوشش کے کسی کتاب سے نہ معلوم ہو سکا۔ اس کے دو نسخے ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں بھی ہیں چنانچہ کیٹلاگ ۶۲ء کے صفحہ (۱۹) پر صرف اسی قدر لکھا ہے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء (راشدین) کی یہ تاریخ ہے جو دسویں صدی ہجری میں تصنیف کی گئی ہے۔

اس کے بعد مصنف کا نام "عفیف نور کاستانی" لکھا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں لکھا جس سے مصنف کے حالات کا پتہ چل سکتا۔

۱۰۔ ایضاً :- ایضاً

۹۲۰
۸۱

مکتوبہ ۱۲۶۰ھ ہجری۔ کاتب رستم خاں۔ اوراق (۱۸۴) تقطیع ۶" × ۱۰" یہ نسخہ بھی سابقہ نسخہ کی طرح سے انتہائی غلط لکھا ہوا ہے۔ خط کہیں معمولی نستعلیق اور کہیں شکستہ آمیز ہے البتہ اس میں فصول اور عنوانات سرخی سے لکھے ہوئے ہیں۔

ترقیمہ :-

تمام شد کتاب مطلع (مطالع الانوار) الانوار۔ یہ خط

بے ربط بندہ اضعف العباد رستم خاں کہ باتفاقات
آب خورہ (خور) بہ موضع کوٹھی مڈراک بہ سرکار نامدار
صاحب والا مناقب نکترلی صاحب غالباً (او کٹرلونی)
دام اقبالہ بہ حیلۂ ادبی صاحبزادہ ذوی الاقتدار
سٹیل صاحب غالباً (سیوئل) خلف الصدق صاحب
ممدوح ملازم بود۔ بحسب فرمائش منبع کرم و احسان
منشی محمد قادر بخش صاحب زاد کرمہ کہ بعہدۂ خدمت
منشی گری بسرکار دولت مدار صاحب موصوف شرف
امتیاز داشتند۔ بہ تاریخ ہفدہم شہر ربیع الاول ۱۲۲۶ھ
و سنہ ۳؎ علیہ الصلوٰۃ والسلام صورت اختتام و
سمت ارتسام پزیرفت مطابق سمت یک ہزار و نہصد

۱۱۔ ایضاً۔

$\frac{920}{82}$

ناقص الآخر اوراق (۱۶۲) تقطیع ۵½" × ۸"

اس نسخہ کے آخر کے کئی اوراق نہیں ہیں۔ یہ نسخہ بھی کافی غلط لکھا ہوا ہے۔ کتابت اور کاغذ کافی قدیم ہے۔ نسخہ کرم خوردہ بھی ہے

۱۲۔ تذکرۃ الائمہ :۔

$\frac{920}{83}$

مصنفہ میر محمد باقر مجلسی۔ سال تصنیف قبل سنہ ۱۱۱۱ھ سال کتابت سنہ ۱۱۹۶ھ اوراق (۱۹۳) تقطیع ۵" × ۸½"

مصنف نے جو فرقۂ امامیہ کا زبردست عالم اور صاحب تصانیف کثیرہ تھا۔ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واهل بیت اطہار میں یہ کتاب لکھی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ النَّبِیَّ لِسَانَ
صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ وَصَیَّرَ اَئِمَّۃِ
المعصومین تذکرۃ للمتقین۔

اختتام :-

"کہ ایشاں را خلیفۂ رسول تو اند گفت با این ظلم ہا و
کفر ہا کہ از ایشاں صادر شدہ و تا حال الحمد للہ
جمعے از ایشاں مومن شیعہ شدند"

مصنف نے بعد حمد و نعت اپنا نام لکھتے ہوئے کتاب کو حسب تفصیل ذیل ایک مقدمہ چودہ ابواب اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے۔

(۱) مقدمہ :- در بیان ظہور رسالت
(۲) باب اوّل :- در احوال حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوۃ و السلام
(۳) باب دوم :- در احوال حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام
(۴) باب سوم :- در احوال حضرت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام
(۵) باب چہارم :- " " امام حسن علیہ السلام
(۶) باب پنجم :- " " امام حسین علیہ السلام
(۷) باب ششم :- " " امام زین العابدین علیہ السلام
(۸) باب ہفتم :- " " امام باقر علیہ السلام
(۹) باب ہشتم :- " " امام جعفر صادق علیہ السلام
(۱۰) باب نہم :- " " امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
(۱۱) باب دہم :- " " امام رضا علیہ السلام
(۱۲) باب یازدہم :- " " امام محمد تقی علیہ السلام
(۱۳) باب دوازدہم :- " " امام علی نقی علیہ السلام
(۱۴) باب سیزدہم :- " " امام حسن عسکری علیہ السلام
(۱۵) باب چہاردہم :- " " امام محمد مہدی علیہ السلام
(۱۶) خاتمہ :- در بیانِ امامت ائمہ اثنا عشرہ (دوازدہ امام)

ترقیمہ :-

تمت الکتب بعون الملک الوهاب به ید العاصی
الفقیر المحتاج الی رحمۃ اللہ مرزا عبد الرحیم بیگ

بتاریخ بست و پنجم شہر جمادی الثانی ۱۲۶۶ھ
(مطابق ۱۸۵۰ء عیسوی)۔ تمام رسید:-

کتاب تین خطوں میں لکھی گئی ہے یعنی کہیں بخط نسخ ہے تو کہیں بخط نستعلیق اور کہیں بخط شکست آمیز بھی ہے لیکن بہر حال کتاب کی ایسی حالت ہے کہ پڑھی جاسکتی ہے۔

۱۳۔ سرور المحزون (فی ترجمۃ نور العیون)

۹۲۰ / ۸۴

مترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔ سال تصنیف قبل ۱۱۷۶ھ۔
اوراق (۱/۲ ۴۲) تقطیع ۹ × ۶ ½ ۸ سطر

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ مختصر تر رسالہ "نور العیون" مصنفہ شیخ ابوالفتح محمد بن محمد المشتہر بہ سید الناس "کا سلیس فارسی میں ضروری تغیر و تبدل کے ساتھ ترجمہ ہے

آغاز۔

"بعد سپاس خدائے تبارک و تعالی کشائندہ درہائے
عطار و بخشندۂ خلعتہائے بدا"

اختتام۔

و ایں ہمہ در خانۂ عائشہ واقع شد و باآں حضرت مدفون
شدند ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما و صلی اللہ علی سید نا محمد و آلہ
واصحابہ وسلم

مترجمؒ نے بعد حمد و نعت و منقبت اپنا اسم گرامی لکھتے ہوئے اصلی کتاب کا نام مع نام مصنف لکھ کر یہ تحریر فرمایا کہ اعزہ و احباب نے :-

ازیں فقیر ترجمہ کتاب نور العیون فی تلخیص سیر الامین
کہ فراہم آوردہ علامۂ زماں شیخ ابوالفتح
محمد بن محمد الشہیر بسید الناس است (قدس اللہ سرہ)
درخواستند

چنانچہ حسب درخواست احباب حضرت شاہ صاحب قبلہ و کعبہ قدس اللہ سرہ العزیز نے ترجمہ کرتے ہوئے جہاں جہاں ضرورت محسوس

فرمائی، وہاں اضافہ اور ترمیم سے بھی دریغ نہیں فرمایا۔ چنانچہ دیباچہ میں حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

در بعض، واضح بسبب ضعیف روایتیکہ مصنف اختیار کردہ

یا مثل آں از اسباب بزیادہ ونقص وتبدیل وتصرف کرد

اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ نے مترجمہ رسالہ کا نام تحریر فرماتے ہوئے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامۂ مبارک تحریر فرمایا ہے" ولادت مبارک" سے رسالہ کا آغاز کیا۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔

۱۳/۲ اسی رسالہ کے ساتھ" مسائل حج" کا رسالہ بھی لگا ہوا ہے جو صرف (۵)، اوراق کا ہے یہ بھی غالباً حضرت شاہ صاحبؒ کا لکھا ہوا ہے۔ مصنف کا نام درج نہیں اس لئے یہ قیاس کیا گیا۔ رسالہ کا آغاز اس طرح سے ہے۔

آغاز۔

"بدانکہ ہر کہ ارادۂ حج از ہندستان کند دبراہ سورت

در جہاز نشستہ بطرف مکہ معظمہ رود از محاذی یلملم احرام

بہ بندد"

حج بیت اللہ کے پورے مسائل پر مع ادعیہ وغیرہ کے یہ رسالہ حاوی ہے۔ مسائل حج کے بیان میں یہ مختصر ترسالہ بہت مفید ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین شہید بن معظم بن منصور دہلوی قدس اللہ اسرارہم کا لقب قطب الدین تھا۔ نسباً فاروقی تھے تاریخ پیدائش ۴ شوال ۱۱۱۴ھ ہجری بعہد شہنشاہ اورنگ زیب) عالمگیر ہے اور تاریخ وفات بہ عمر (۶۲) ۱۱۷۶ھ ہے۔ صاحب تصانیف کثیرہ تھے سوانح نگاروں نے آپ کو،" افضل علماء متاخرین وسید المفسرین وسند المحدثین" لکھا ہے بہ عمر (۱۵) سال تمام درسیات ختم ہوگئی تھیں اور (۱۷) سال کی عمر میں بعد وفات والد ماجدؒ بیعت وارشاد کے سجادہ پر متمکن ہوئے کیونکہ آپ کے والد ماجدرحہ نے وفات سے کچھ قبل یہ فرماتے ہوئے کہ

"ید ہ کید ی"

بیعت وارشاد کی ہدایت واجازت مرحمت فرمادی تھی

۱۴- می باید شنید۔

٩٢٠/٨٥

مصنفہ محمد رفعت علی بن سید عشق اللہ خاں الحسنی الواسطی۔ اوراق (۱۱) تقطیع ۷×۷/۸ ۳۔

یہ رسالہ کافی مشہور ہے اور مطبع نولکشور وغیرہ میں چھپ چکا ہے۔ مصنف نے یہ رسالہ بقول خود:۔

برائے خاطر فرزند دلپذیر صاحبدل سلمہ اللہ بہ قلم

آورد وآں را "می باید شنید" نام نہاد

یہ رسالہ مذہبی اور اخلاقی ہدایات کا مرقع ہے۔ مصنف نے ہر مسئلہ کو علیحدہ علیحدہ "می باید شنید" سے شروع کیا ہے اسی لئے اس کا نام "می باید شنید" رکھ دیا گیا۔

آخر میں کاتب نے مصنف کا نام لکھتے ہوئے "ازالہ گناہ" کا وہ نسخہ نقل کر دیا ہے جو صوفیا میں کافی مشہور ہے۔ اور جس کو ایک درویش نے حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز کو بتایا تھا۔ خط معمولی شکستہ آمیز ہے یہ رسالہ اگرچہ اس فن سے متعلق نہیں ہے لیکن چونکہ ۱۲ کے ساتھ لکھا ہوا اور مجلد ہے اسی لئے اس فن میں درج کر دیا گیا۔

۱۵۔ محرق القلوب

۹۲۰ / ۸۶

مصنفہ مہدی بن ابی ذر النراقی سال کتابت ۱۲۳۰ ہجری اوراق (۱۷۱) تقطیع ۸ × ۱۲
سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و ائمہ اثنا عشرہ میں یہ ایک مبسوط تذکرہ ہے

آغاز:-

حمد و سپاس بے نہایت تحفۂ بارگاہ حکیمیست جلت
عظمتہ کہ خاکدان ایں دنیا و زندان ایں عاریہ سرا را
دار بلیہ و غم و محل مصیبت و الم اہل ولا نمودہ و زمرۂ
انبیاء و مرسلین و فرقہ اولیا و مقربین را درآں بانواع مصائب
و رزایا امتحان و ابتلا فرمود

اختتام:-

وائے بر ما ہوں وائے بر ما ہوں پس وائے بر ما ہوں اینست
زیاں کاری عظیم کہ علاجے از برائے او متصور نیست۔
لعنۃ اللہ علیہ وعلی اعوانہم وعلی سائر
عاصیتہم بحق محمد وآلہ محیاں دعذبہم
عذاباً الیماً الی یوم القیٰمۃ

مصنف نے بعد حمد و ثنا اپنا نام اور اس کے بعد وجہ تالیف لکھتے ہوئے لکھا ہے:۔
"بعد از اتمام بعون اللہ الملک العلام قاطبۃ"

مشیعان علی ابن ابی طالب صلی اللہ علیہ وسلم
از خواص و عوام از خواندن و شنیدن آں بہرہ ور گردد
و مولف را بد عائے خیر یاد نماید و آں را مسمیٰ نمود بہ محرق القلوب
اس کے بعد مصنف نے حسب تفصیل ذیل دو مقدمات اور بیس مجلسوں (ابواب) پر کتاب کو تقسیم کیا ہے:۔

(۱) مجلس اوّل:۔ در وفات حضرت سید انبیا صلی اللہ علیہ وسلم
(۲) مجلس دوم:۔ در وفات سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا
(۳) مجلس سوم:۔ در شہادت سرور اولیاء سلام اللہ علیہ یوم الجزاء
(۴) مجلس چہارم:۔ در شہادت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام
(۵) مجلس پنجم:۔ در رفتن جناب سید الشہداء از مدینہ طیبہ بہ مکہ مشرفہ
(۶) مجلس ششم:۔ در شہادت مسلم بن عقیل رضوان اللہ علیہا
(۷) مجلس ہفتم:۔ در شہادت فرزندان مسلم رحمۃ اللہ علیہم
(۸) مجلس ہشتم:۔ در رفتن امام حسین علیہ السلام از مکہ معظمہ بہ محنت آباد کربلا
(۹) مجلس نہم:۔ در شہادت حر و بعضے دیگر از یاران آں سرور
(۱۰) مجلس دہم:۔ در شہادت وہب بن عبد اللہ کلبی وغیرہم۔
(۱۱) مجلس یازدہم:۔ در شہادت قاسم بن امام حسن علیہ السلام
(۱۲) مجلس دوازدہم:۔ در شہادت حضرت عباس امیر الشہداء علیہ السلام
(۱۳) مجلس سیزدہم:۔ در شہادت علی اکبر علیہ السلام
(۱۴) مجلس چہاردہم:۔ در شہادت سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام
(۱۵) مجلس پانزدہم:۔ در بعضے از وقائع کہ بعد از شہادت حضرت سید الشہداء روئے داد
(۱۶) مجلس شانزدہم:۔ در بردن اہل بیت از کربلا بہ کوفہ و از آں جا بہ شام۔
(۱۷) مجلس ہفدہم:۔ در کیفیت دخول ایشاں بہ شام
(۱۸) مجلس ہشدہم:۔ در رفتن اہل بیت از شام بہ مدینہ
(۱۹) مجلس نوزدہم:۔ در شہادت موسیٰ بن جعفر الکاظم علیہ السلام
(۲۰) مجلس بستم:۔ در شہادت ابو الحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام

مصنف فرقۂ امامیہ کا عالم ہے جس نے تمام روایات کو اخبار و قصص امامیہ سے لے کر لکھا ہے چنانچہ مقدمۂ اول کے زیر عنوان لکھا ہے:۔

"بدانکہ مشہور میان فقہاء امامیہ آنست کہ در احکام مستحبہ و مکروہہ

"در مواعظ وقصص باخبار ضعیفہ عمل می تواں نمود"
سوائے نام کے مصنف کے مزید حالات از قسم سکونت و زمانہ تصنیف نہ معلوم ہو سکے۔ کتاب کافی شرح وبسط سے لکھی گئی ہے۔ آخر میں مصنف نے خلیفہ مامون الرشید اور حضرت امام رضا رضی اللہ تعالی عنہا کے واقعات کو لکھتے ہوئے اور مامون پر لعنت کے اسباب بیان کرتے ہوئے کتاب کا خاتمہ اسی لعنت پر کیا ہے الہم اخفطنا۔

ترقیمہ :۔

"حررہ العبد الاثم الجانی الشہیر
بہ محبوب الاصفہانی سنہ ۱۲۳۱ھ ہجری"

کتاب بہ خط نسخ لکھی ہوئی ہے۔ جداول مطلا و مذہب ہیں کتاب اچھی حالت میں ہے۔

۱۶۔ سعادت الکونین فی فضائل الحسنین :۔

۹۲۰
―
۸۷

مصنفہ مولانا اکرام الدین دہلوی۔ سال تصنیف قبل سنہ ۱۲۲۱ھ ہجری سال کتابت سنہ ۱۲۳۱ھ ہجری۔ اوراق (۶۱) تقطیع ۹" × ۱/۲ ۱۱"
سیدنا امام حسن وسیدنا امام حسین علیہما السلام کے واقعات کے بیان میں یہ کافی مستند کتاب ہے

آغاز۔

الحمد للہ الذی شرف الحسن والحسین علی
سائر الخلائق بسزین الخلق والنسب والجود
والاحسان۔

اختتام۔

چوں ایں رسالہ تمام شد مطالعہ ساطعہ جالینوس زماں ۔ ۔ ۔
حکیم ثناء اللہ خاں دام اللہ تعالی برکتہ دو قطعہ تاریخ
اتمام ایں رسالہ از شوق واز سعادت وشمول برکت
رقم فرمودند

مصنف نے بعد حمد وصلوٰۃ ونعت ومنقبت (جو نظم میں ہے) دیباچہ میں سب سے پہلے اپنا نام "محمد اکرام الدین بن نظام الدین بن محب الحق بن نبایر قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین سند المحدثین (المحدثین) عبد الحق بن سیف الدین

الدہلوی البخاری القادری الشاذلی الحنفی قدس اللہ سرہ العزیز" لکھ کر کتاب کا نام لکھا اور اس کے بعد ان تمام مصنفات و مصنفین قدیم و جدید کے نام لکھے جن سے مصنف نے تالیف کتاب میں مدد لی۔ مصنف نے اپنی کتاب کو حسب تفصیل ذیل ایک مقدمہ چار ابواب اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے۔

(۱) مقدمہ :- در بیان تحقیق معنی اہل بیت و بیان سر شہادت وغیرہ
(۲) باب اول :- در احادیث مشترکہ حسنین (علیہما السلام)
(۳) باب دوم :- در ذکر امام حسن (علیہ السلام)
(۴) باب سوم :- در ذکر امام حسین (علیہ السلام)
(۵) باب چہارم :- در ذکر حال تباحت آل یزید یاں و داصل شدن ایشاں بجہنم
(۶) خاتمہ :- در ذکر یزید لعین علیہ اللعنۃ

مصنف حضرت شاہ عبد العزیز قدس اللہ سرہ العزیز کے ہم عصر تھے چنانچہ موصوف نے مصنفات قدیم کے سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب کی کتاب "رسالہ نور العین فی اسرار شہادۃ الحسنین" کا نام لکھتے ہوئے۔

" تالیف علامہ فہامہ مولانا عبد العزیز سلمہ اللہ"

لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی حیات میں یہ کتاب تصنیف ہوئی۔ اس کے علاوہ حکیم ثناء اللہ خاں فراق دہلوی کا حوالہ آخر کتاب میں دیتے ہوئے ان کا یہ قطعہ تاریخ بھی لکھ دیا ہے۔

مفتی پاک دین و پاک نہاد — وارث علم ہادی کونین
چوں رسالہ رقم نمود بشوق — در بیان حقیقت حسنین
سال تاریخ جستمش کہ بود — بندہ را ہم وسیلۂ دارین
سر... برید ہاتف گفت — فی بیان فضائل الحسنین

ترقیمہ :-

بارہ آخر و اول بدو خط در ماہ رمضان ۱۲۳۱ھ ہجری
بمقام میرٹھ نقل گرفتہ شد۔

اس کے بعد کاتب نے وہ قطعہ تاریخ نقل کر دیا ہے جو اوپر درج کر دیا گیا ہے۔ تصنیف اور کتابت کے درمیان چند سال ہی کا فرق ہے۔ خط معمولی نستعلیق ہے۔ سر ورق پر تین مہریں ہیں جو کتاب کے مالکوں کی ہیں۔ ایک میں نام ہدایت علی ۱۲۲۰ھ ہجری۔ دوسری میں مدحت علی ۱۲۳۲ھ ہجری تیسری میں جو خط طغریٰ میں ہے "محمد ظفر اللہ" ہے۔ ۱۲۳۱ھ کی مکتوبہ کتاب میں نام مالک کے ساتھ ۱۲۲۰ھ ہجری کی مہر ہے جو بظاہر غلط معلوم ہوتی ہے لیکن ایسا نہیں ہے فی الحقیقت وہ مہر بننے کا سال ہے اس کا استعمال بعد کے زمانہ میں ہوا۔

۱۷۔ اسعد الاخبار بذکر سید الابرار۔ (ناقص الآخر)

۹۲۰
۸۸

مصنف مودت میاں بن حافظ بابر خاں بن حافظ رحمت خاں مرحومین بریلوی۔
سال تصنیف ۱۲۳۳ھ ہجری اوراق (۲۰۱) تقطیع ½۵ × ½۹۔ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کافی مبسوط کتاب ہے جو تیرھویں صدی ہجری میں کافی کاوش اور محنت سے لکھی گئی۔

آغاز۔

سبحان اللہ والحمد للہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب والشہادۃ
وھو ارحم الراحمین۔

اختتام۔

دنہایت دلاوری وجانفشانی رابکار بردہ بہ ہزاران جدوجہد
تا بدر جہار سانید ندو در افتتاح آں سعی موفورہ بہ عمل آوردند۔
اہل حصار مشاہدۂ جلادت و دلاوری ۔۔۔۔۔

مصنف نے بعد حمد وصلواۃ ومنقبت سب سے پہلے مصنفات اور مصنفین قدیم کے ناموں کے حوالے دئے ہیں اور اس کے بعد تقسیم ابواب وفصول کو مع عنوانات لکھتے ہوئے اپنا نام اور وجہ تالیف کو لکھا ہے دیباچہ میں فہرست ابواب وفصول کے علاوہ کتاب کے آغاز میں ابواب وفصول کی ایک طویل تفصیلی فہرست بھی ہے مصنف نے سب سے پہلے کتاب کو دو ابواب اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا۔ اس کے بعد ان کو فصلوں پر تقسیم کیا ہے۔ مختصراً ان کی تفصیل درج ذیل ہے :۔

۱۔ **باب مکی**۔ اس میں دو حسب ذیل فصلیں ہیں۔
(الف) **فصل اول** :۔ ذکر ولادت شریف وذکر واقعاتیکہ درحین ولادت روداد وغیرہ وغیرہ
(ب) **فصل دوم** :۔ متضمن بہ ذکر مبعوث شدن آں حضرت برسالت کافۂ خلائق

۲۔ **باب مدنی** :۔
اس میں حسب تفصیل ذیل دس فصلیں ہیں
الف۔ **فصل اوّل** :۔ واقعات سال اول از ہجرت (اس میں مدینہ منورہ کی ہجرت مبارک اور تعمیر مسجد قبا وغیرہ کا تفصیلی ذکر ہے)
ب۔ **فصل دوئم** :۔ واقعات سال دوم از ہجرت (اس میں غزوات بدر وتحویل قبلہ وغیرہ کا ذکر ہے)

ج۔ فصل سوم :- واقعات سال سوم از ہجرت (اس میں غزوات احد وغیرہ کے علاوہ سریات اور حضرت امام حسن کی پیدائش وغیرہ کا بھی ذکر ہے)

د فصل چہارم :- " " چہارم :(اس میں یہود کی عہد شکنی اور غزوات بنو نضیر کے ذکر کے علاوہ حضرت امام حسینؓ کی پیدائش کا ذکر ہے)

ہ فصل پنجم :- " " پنجم " (اس میں غزوات بنو مصطلق وغیرہ کے علاوہ قصہ افک اور آپ کی ایک شادی کا بھی ذکر ہے)

و فصل ششم :- " ششم " اس میں بیشتر سریات اور صلح حدیبیہ وغیرہ کا ذکر ہے)

ز فصل ہفتم :- " " ہفتم " (اس میں سریات کے علاوہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ عقد مبارک کا ذکر ہے)

ح فصل ہشتم :- " " ہشتم " (اس میں بعض سریات فتح مکہ اور غزوہ طائف کا ذکر ہے)

ط۔ فصل نہم :- " " نہم " (اس میں بعض سریات اور غزوہ تبوک کے علاوہ نجاشی شاہ حبش کی وفات کا ذکر ہے)

ی۔ فصل دہم :- " " دہم " (اس میں روانگی وفود و بعض سریات اور مسیلمہ کذاب کے دعویٰ نبوت کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر ہے)

۳۔ خاتمہ (اس میں حسب ذیل چار فصلیں ہیں)

الف فصل اول۔ اس میں اہل بیت اطہار اور اصحاب کرام کو جو تکلیفیں ہوئیں ان کا ذکر ہے اس کے علاوہ تقرر خلافت کے سلسلے میں جو واقعات پیش آئے ان کا تذکرہ ہے)

ب۔ فصل دوم :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تدفین کے ذکر کے علاوہ روضۂ مبارک کی تعمیر کے سلسلے میں جو واقعات مسلسل رونما ہوتے رہے ان کا ذکر ہے

ج۔ فصل سوم :- اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کرام اور ازواج مطہرات کے ذکر کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور جنگ جمل کا مختصر ذکر ہے۔

د۔ فصل چہارم :- اس میں معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔

کتاب کی ترتیب جیسا کہ اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوگا نہایت پسندیدہ ہے۔ کتاب میں بقول مصنف عبارت آرائی نہیں کی گئی ہے بلکہ ضروری واقعات اسلامیہ کو سیدھی سادی زبان میں لکھا گیا ہے جلد بندی کے وقت بعض اوراق کو مقدم و موخر کر دیا گیا ہے۔ بہر حال جہاں تک ممکن ہوا ان پر ترتیبی نمبر ڈال دئے گئے ہیں۔ آخری اوراق نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔

کتابت تصنیف کے قریبی زمانہ کی معلوم ہوتی ہے جو معمولی خط نستعلیق میں ہے۔ کتاب معمولی کرم خوردہ ہے۔

۱۸۔ سیر الاولیاء فی محبت الحق جل و علاء۔

۹۲۰ / ۸۹

مصنف سید محمد بن مبارک بن محمد کرمانی علوی الملقب بامیر خرد و سال تصنیف قبل ۷۷۰ھ ہجری۔ اوراق (۲۷۲)
تقطیع ۵½ x ۹"

خواجگان چشت اہل بہشت قدس اللہ اسرارہم بالخصوص حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی قدس اللہ سرہٗ کے حالات میں یہ اہم کتاب ہے جو عرصہ ہوا طبع بھی ہو چکی۔ اس کے نسخہ جات قلمی مشہور کتب خانوں میں ہیں۔

آغاز۔

حمد متواتر و شکر متکاثر مر خدائے راکہ بکرم گردانید اولیاء خود را
بر صدر دنیا تا با آرائش آں التفات نہ نمائند۔

اختتام:۔

تاریخ وفات سلطان فیروز شاہ "فوت فیروز" است کہ ہفتصد و ۷۹۰ھ
ہفتاد و نہ است مدت سلطنت او سی و ہفت (۳۷) سال بود

مصنف نے بعد حمد و نعت و منقبت صحابہ کرام جو کئی صفحات پر مشتمل ہے۔ لفظ "نکتہ" کے زیر عنوان وجہ تصنیف کے سلسلے میں لکھا ہے کہ:۔

عرض می دارد کاتب حروف محمد مبارک محمد علوی الکرمانی المدعو
بامیر خرد ... کہ چوں عمر ایں بندہ در خانۂ پنجاہ رسید و ہیچ
عملے آں چناں در وجود نہ آمد کہ شایان درگاہ بے نیاز باشد

اس لئے مصنف نے اپنی نجات آخرت کے توشہ کے طور پر اس تذکرۂ اولیا کی تصنیف کا خیال کر کے بقول خود:۔

و بہ عجز و زاری از حضرت سلطان المشائخ درخواست نمودم تا ایں مجموعہ کہ مسمیٰ بسیر الاولیاء فی محبت الحق جل و علا

مکمل ہو سکے کتاب شروع کر دی اور بقول مصنف:۔

بمدد محبت سلطان المشائخ توفیق اتمام یافت

اس کے بعد میر حسن سجزی کی ایک بیت لکھ کر جو مصنف کی تکمیل تصنیف کے متعلق ہے لکھا ہے کہ

"حق علام و علیم است کہ باعث کتابت (یعنی تصنیف) ایں کتاب
محبت سلطان المشائخ است"

اس طویل تمہید کے بعد مصنف نے اپنی کتاب کو حسب تفصیل ذیل دس ابواب اور ان کے تحت (۱۴۴) نکتوں پر تقسیم کیا۔

۱۔ باب اول:۔ در بیانِ فضائل و کرامات مشائخ و شجرۂ طیبہ خواجگانِ چشت از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تا حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی۔ (اس میں (۱۶) نکتے ہیں)

۲۔ باب دوم:۔ در بیانِ فضائل و مناقب و کرامات حضرت بندہ نواز اجمیری و خلیفۂ بندہ نواز حضرت قطب الاولیاء و خلیفۂ آں حضرت فریدالدین قدس اللہ اسرارہم (اس میں (۶) نکتہ اور (۵) خلفاء حضرت قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت بابا فرید قدس اللہ اسرارہم کا بیان ہے)

۳۔ باب سوم:۔ دربیانِ مناقب و فضائل و کرامات اولاد یعنی بنیرگانِ حضرت بابا فرید قدس اللہ سرہٗ و سادات کرام یعنی خانوادۂ حضرت مصنف (اس میں (۶) نکتہ ہیں اور (۲۱) خلفاء و پسرانِ حضرت بابا کا بیان ہے)

۴۔ باب چہارم:۔ دربیانِ مناقب و فضائل و کرامات حضرات خلفاء سلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس اللہ اسرارہم (اس میں (۲۶) نکتے اور (۱۰) خلفاء کا بیان ہے)

۵۔ باب پنجم:۔ درمناقب و فضائل و کرامات بعضے یاران مقربین حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس اللہ سرہٗ العزیز (اس میں صرف (۲۱) یارانِ محبوب الٰہی کا بیان ہے)

۶۔ باب ششم:۔ در بیانِ ارادت و خلافتِ مشائخ قدس اللہ اسرارہم (اس میں (۱۵) نکتے ہیں)

۷۔ باب ہفتم:۔ دربیان ادعیۂ ماثورہ و اورادِ منقولہ (اس میں (۱۷) نکتے ہیں)

۸۔ باب ہشتم:۔ دربیانِ محبت و شوق و رویتِ باری تعالیٰ۔ (اس میں (۷) نکتے ہیں)

۹۔ باب نہم:۔ دربیانِ سماع و وجد و رقص وغیرہ (اس میں (۱۱) نکتے ہیں)

۱۰۔ باب دہم:۔ دربیانِ بعضے ملفوظات و مکتوبات سلطان المشائخ (اس میں (۲۸) نکتے ہیں)

ابتدائی تین ابواب کے علاوہ جس میں حضرت سلطان المشائخ و پیرانِ طریقت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا تذکرہ ہے باقی ابواب حضرت سلطان المشائخ کے تذکرہ میں ہیں۔ باب پنجم میں مخصوص طور پر "یارانِ باوفا" کا تذکرہ مصنف نے ایک حد تک نام بنام تفصیل سے لکھا ہے جس میں تقریباً ممتاز ترین ہستیوں کا ذکر ہے۔ راقم الحروف کے جد امجد حضرت خواجہ قاضی مبارک اولیاء قدس اللہ سرہٗ العزیز کا تذکرہ بالخصوص حضرت سلطان المشائخ کی روحانی طاقت کا اعلیٰ مظاہرہ ہے جس میں مصنف کے والد بزرگوار حضرت سید مبارک بن سید محمد کرمانی کا بڑا دخل ہے جو قاضی مبارک کے خاص دوستوں میں تھے۔

قاضی مبارک فی الحقیقت سلطان علاء الدین خلجی کی طرف سے دہلی میں "امیر داد" (چیف جسٹس) کے معزز عہدہ پر مامور تھے گویا مؤ (اودھ) سے جب دہلی تشریف لاتے تھے تو خاص طور پر ہر بار سلطان کی طرف سے بیش بہا خلعت سے سرفراز ہوتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کی شہرت بام عروج پر تھی اور حضرت قاضی صاحب جن کو حضرت سلطان المشائخ خواجہ

کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ پیری و مریدی۔ کرامت وغیرہ کے بالکل قائل نہ تھے بلکہ ایک حد تک منکر تھے چنانچہ حضرت قاضی صاحب کے دوست و رفیق حضرت سید مبارک بن محمد (یعنی والد مصنف) نے قاضی صاحب کو مجبور کرکے جن کے لئے مصنف نے لکھا ہے کہ :۔

آں صوفی باصفا۔ آں زاہد باوفا کہ در بذل و ایثار و
امر معروف و نہی منکر میانِ یارانِ اعلیٰ مشہور بود یعنی
شیخ مبارک گوپامئو کہ اورا امیرِ داد گفتندے

حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر کر دیا بیک نظر کایا پلٹ ہوگئی اور "امیرِ داد" صوفیا کے اعلیٰ طبقہ میں شمار ہونے لگے۔ اور "اولیاؔ" کے لقب سے ملقب ہوئے۔ چنانچہ بعد وفات اسی حلقہ میں حضرت امیر خسرو کے مزار سے باہر چند قدم کے فاصلہ پر مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

اس خاندان میں چار قاضی مبارک ہوئے جن میں سے دو ممتاز تر ہوئے۔ اول قاضی مبارک اولیاء یار وفادار و مرید حضرت سلطان المشائخ اور ان کے پوتے قاضی مبارک امام العلماء و رئیس المنطقیین ہوئے جن کی مشہور کتاب بنام "قاضی مبارک" فن منطق کے تصورات میں آج تک درسیات میں متداول ہے جو منتہی طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے۔ ان کا مزار گوپامئو کے خاندانی قبرستان میں ہے۔

باب دہم کے آخری "نکتہ" میں دہلی کے سلاطین یعنی اوّل سے سلطان فیروز شاہ تک کا ذکر ہے جس کی وفات کی تاریخ ۷۹۰ھ اور مدت سلطنت (۳۷) سال لکھی ہے اور جس کی تخت نشینی میں بقول مصنف حضرت شیخ نصیر الدین محمود روشن چراغ دہلوی اور دوسرے مشائخ و علماء کا ہاتھ تھا۔

نسخہ مکمل اور اچھی حالت میں ہے اس کے دو ترقیمے ہیں پہلے ترقیمہ میں لکھا ہے :۔

"در سنہ ۱۱۵۰ھ پنجاہ و ہزار ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بستم جلوس محمد شاہ بادشاہ سید عبد اللہ جیو ا نسخہ بخط قدیم بسیار دیرینہ و کہنہ مکتوب سید محمد حسن بن فضل اللہ کہ یکے از اجداد ایشاں اند بدیں طریق ی رسد" اس کے بعد سید محمد حسن بن فضل اللہ کا پورا شجرہ ہے۔ شجرہ لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ دوسرے نسخوں کو سامنے رکھ کر شیخ نور محمد کاتب سے ایک اچھا اور خوشخط اور صحیح نسخہ لکھوایا گیا ہے اس صحیح نسخہ کی یہ نسخہ نقل ہے جس کا ترقیمہ درج ذیل ہے :۔

ایں کتاب سیر الاولیاء بعون اللہ تعالیٰ بآرزوئے تمام
در عمر پنجاہ و ہشت سالگی از دست فقیر گنہ گار۔۔۔۔ محمد
عبید غفر اللہ تعالیٰ ۔۔۔ تاریخ اتمام کتاب بست و یکم
ماہِ رمضان المبارک روز چہار شنبہ سنہ ۲۹ جلوس محمد شاہ عالم
بادشاہ موافق سن ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سنہ ۱۲۰۲ھ
ایں نقل آں نسخہ است کہ بالا مذکور شد۔

۹۲۰
―――
۹۰

۱۹- رشحات عین الحیات:-

مصنف علی ابن الحسین الواعظ الکاشفی ۔ سال تصنیف سنہ ۹۰۹ھ مکتوبہ غالباً قبل سنہ ھ اوراق (۱۸۸)۔
تقطیع ۸ × ۶½

قدما صوفیائے نقشبندیہ کا یہ وہ مستند تذکرہ ہے جو کافی مشہور اور متداول ہے اور جس کے نسخہ جات قلمی مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

آغاز۔

الحمد لمن رشح رشحات الحقائق والحکم علی
قلوب العارفین بفیضہ الاقدس الاقدم والصلوٰۃ
علی مظہر الاتم ومظہرہ اونیت جوامع الکلم
لیتکمل بھا طوائف الامم والسلام علی آلہ
واصحابہ مفاتیح الکرم ومصابیح
الظلم ۔

اختتام۔

رباعی

آمد رشحات ما کہ زالبرکات | چوں آب خضر منفجر از عین حیات
یابند محاسبان سنجیدہ صفا | تاریخ تمامش از حروف رشحات
۹۰۹ھ

مصنف نے مختصر حمد وثنا کے بعد جس کی پوری عبارت (عربی) اوپر درج ہے دیباچہ میں پہلے اپنا نام

علی ابن الحسین الواعظ الکاشفی المشتہر بالصفی

لکھتے ہوئے دربار حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احراری قدس اللہ سرہٗ العزیز میں اپنی پہلی حاضری "در اواخر شہر ذی قعدہ (سنہ ۸۸۹ھ) تسع وثمانین وثمانمائۃ" اور پھر دوسری حاضری "در اوائل ماہ ربیع الآخر (سنہ ۸۹۳ھ) ثلث وتسعین وثمانمائۃ" میں ہوئی اس کے دو سال کے بعد سنہ ۸۹۵ھ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کا وصال بعمر (۸۹) سال سمرقند میں ہوگیا اور وہیں مدفون ہوئے ۔ مصنف نے ان مجالس میں شرکت اور استفادہ کا ذکر کیا جو فضائل ومناقب نقشبندیہ کے سلسلہ میں اس آستانہ پر منعقد ہوتی تھیں چنانچہ مصنف ان سب تذکروں کو بقول خود۔

درصدف قوت حافظ کامثال اللولو را لمکنون می پرورید

اس طرح سے وہ تمام باتیں بلا تغیر وتبدل مصنفؒ یادداشت کی شکل میں لکھتے جاتے تھے جس کو مصنف نے بعد مفارقت صحبت بقول خود:۔

" بعد از شانزدہ سال سنہ ۹۰۱ھ تسع وتسعماۃ"

دوسری معتبر کتابوں کی مدد سے تفصیل وار کتاب کی شکل میں پیش کر دیا۔ کتاب کو مصنف نے حسب تفصیل ذیل ایک مقالہ تین مقصد اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا:۔

۱۔ مقالہ :۔ در ذکر طبقات خواجگان سلسلۂ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم العالیہ

۲۔ مقصد اول :۔ در ذکر آبا واجداد و اقربائے حضرت ایشاں۔ (خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ سرہٗ)

۳۔ مقصد دوم :۔ در ذکر بعضے از حقائق و معارف و دقائق و لطائف وحکایات و امثال کہ در خلال احوال از حضرت ایشاں بے واسطہ استماع افادہ است

۴۔ مقصد سوم :۔ در ذکر بعضے از تصرفات عجیبہ و امور غریبہ کہ بہ طریق خرق عادات از حضرت ایشاں (حضرت خواجہ عبید اللہ احرار) ظاہر شد

ہر مقصد کے ذیل میں تین فصلیں ہیں۔

۵۔ خاتمہ :۔ در ذکر تاریخ وفات حضرت ایشاں وکیفیت ارتحال وانتقال آنحضرت از دار الفناء بدار الآخرت

مصنف نے اپنی کتاب کی تدوین میں حضرت جامیؒ کی کتاب " نفحات الانس" سے بھی مدد لی ہے جن کو مصنفؒ نے ہر جگہ "مخدومی" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں اپنی پہلی حاضری دربار احراری کے متعلق لکھا ہے کہ راقم الحروف نے جس وقت پہلی بار حضرت خواجہ احراری قدس اللہ سرہ کے دربار میں حاضری کا ارادہ کیا تو اس وقت راقم الحروف کی عمر (۲۲) سال کی تھی چنانچہ مصنف نے حضرت مولانا جامیؒ سے اس دربار میں حاضری کی اجازت چاہی جواب میں حضرت ممدوحؒ نے فرمایا کہ

" تو خورد سالی و حضرت ایشاں بہ غایت کلاں اند"

اسی لئے حضرت مولانا جامیؒ نے مصنفؒ کو پہلے حضرت خواجہ احرار قدس اللہ سرہ کے مرید خاص با اختصاص حضرت مولانا قاسمؒ کی خدمت میں اپنے رقعہ کے ساتھ بھیجا۔ وہ چند سطر کا رقعہ یہ ہے:۔

بعد از عرض نیازمندی و دل شکستگی معروض آنکہ خدمت
مولوی مولانا فخر الدین علی کہ نسبت بہ فقیر کل التفات
خاطر بسیار دارد باد زوئے زمیں بوسی ملازمان آستانہ
توجہ نمودہ است شک نیست کہ بہ عین عنایت ملحوظ خواہد بود کہ

این اینست محفوظا (غالباً محفوظا) خواہد شد والسلام
والکرام ۔ الفقیر عبدالرحمن الجامی

مصنف نے دوسری بار حاضری کے (۱۶) برس بعد یعنی سنہ ۹۰۹ھ میں بقولِ خود:۔
آں داعیۂ قدیم تجدید یافت وخاطر جمع و ترتیب آں ساخت

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مصنف نے (۴۲) سال کی عمر میں اس کتاب کو مکمل کیا جیسا کہ مصنف کی رباعی سے جو اس کتاب کے آخر میں ہے ظاہر ہوتا ہے۔

کتاب بخط نستعلیق قدیم (خفی) لکھی ہوئی ہے۔ خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب اسی زمانہ کی لکھی ہوئی ہے جو کتاب کی تصنیف کا زمانہ ہے۔ صحیح سالِ کتابت نہیں لکھا جا سکتا کیونکہ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ لیکن خط کی قدامت اس کا پتہ دیتی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ نسخہ مصنف کی زندگی ہی میں لکھا گیا ہو۔

مصنف کا پورا نام مولانا فخر الدین علی بن کمال الدین حسین الواعظ الکاشفی الصفی" ہے۔ مولانا چونکہ اپنے والد بزرگوار مولانا حسین واعظ کاشفی کے قائم مقام کی حیثیت سے ہر جمعہ کو ہرات کی جامع مسجد میں وعظ فرمایا کرتے تھے اس لئے والد بزرگوار کی طرح سے واعظ کے لقب سے یہ بھی مشہور ہوئے اور چونکہ شاعر بھی تھے اس لئے تخلص "صفی" فرماتے تھے۔ آصفیہ لائبریری حیدرآباد کے کٹلاگ میں (ملاحظہ ہو فہرست آصفیہ لائبریری حیدرآباد حصہ اول صفحہ ۲۶۶) حضرت مولانا کمال الدین حسین واعظ کو جن کی وفات سنہ ۹۱۰ھ میں ہوئی اس کتاب کا مصنف لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے (مولانا ممدوح حسین واعظ کاشفیؒ کے نام سے مشہور تھے جن کی مشہور تصانیف تفسیر حسینی مواہب علیہ اور انوار سہیلی وغیرہ ہیں۔ زیر نظر تصنیف ان کے صاحبزادہ کی ہے اس کا ایک نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں بھی ہے جو شاید سنہ ۹۹۵ھ کا مکتوبہ ہے جیسا کہ فہرست نویس نے لکھا ہے اس میں کاتب کا نام بھی ہے اور نسخہ کی حالت بھی اچھی ہے۔ (ملاحظہ ہو کٹلاگ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ صفحہ ۱۴ و نمبر ۲۵۲) لیکن راقم کی رائے میں موجودہ نسخہ غالباً اس سے زیادہ قدیم ہے جیسا کہ خط سے ظاہر ہے۔ کتاب میں جگہ جگہ مفید حاشیے بھی ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ نسخہ مصنف کی نظر سے بھی گزرا ہو واللہ اعلم آصفیہ لائبریری حیدرآباد میں (۳) نسخہ جات سنہ ۱۱۰۰، سنہ ۱۱۷۰، سنہ ۱۳۳۰ھ کے لکھے ہوئے ہیں۔
بہرحال بہ ظاہر زیر نظر نسخہ قدیم تر معلوم ہوتا ہے

شروع میں فہرست ابواب و فصول بھی لکھی ہوئی ہے جس کا ایک ورق جلد ساز نے آخر میں لگا دیا فہرست کا قلم دوسرا ہے ممکن ہے کہ بعد میں کسی نے لکھی ہو اگرچہ کاغذ ایک ہے

سر ورق پر علاوہ چند عربی و فارسی عبارتوں کے ایک گول مہر بھی ہے لیکن وہ بالکل پڑھی نہیں جاتی۔ آخر کے دو ورق ۱۴۹ و ۱۵۰ کو جلد ساز نے مقدم و مؤخر کر دیا ہے۔

نفحات الانس : مصنفہ مولانا عبدالرحمن جامی رح

مطلا و مذہب — مصنفہ ۸۸۳ھ

مکتوبہ ۹۱۱ھ

۲۰۔ نفحات الانس۔

۹۲۰/۹۱

مصنف حضرت مولانا نورالدین جامی قدس اللہ سرہ العزیز۔ سال تصنیف سنہ ۸۸۳ھ سال کتابت سنہ ۹۱۱ ہجری۔
اوراق ۳۸۲۔ تقطیع ۸" × ۵½"۔

اولیاء ائمہ سلف کے تذکرہ میں یہ وہ مستند اور مشہور کتاب ہے جو نہ صرف بیشتر مطبعوں میں مختلف زبانوں میں چھپ چکی ہے بلکہ یورپ کے بیشتر زبانوں میں اس کے ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں۔

آغاز۔

الحمد للہ الذی جعل مرائی قلوب اولیائہ مجالی
جمال وجھہ الکریم والاح منہا علی صفائح
وجوھھم لوائح نورہ القدیم

اختتام۔

شیخ از منبر فرود آمد با من گفت چوں اہل مجلس عصا ہا بنہادند
مارا خواہر لیست با صفہان وے خود عصا بہ خود را بنہاد چوں
ایں آں را بر دوش خود انداختم وے از اصفہان دست
خود دراز کرد و آں را بر داشت

اس کتاب کے قلمی نسخہ جات بہ تعداد کثیر دنیا کے ہر چھوٹے بڑے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ اس کتب خانہ میں بھی اس کے کل (۶) نسخہ جات ہیں جو مختلف زمانوں میں لکھے گئے ہیں۔ موجودہ نسخہ کے درمیان کے چند اوراق آب خوردہ اور کرم خوردہ ہیں ان کی جلد بندی ایسی بد احتیاطی سے کی گئی ہے کہ اُن کا پڑھنا دشوار ہے۔ موجودہ نسخہ میرے خیال میں قدیم تر مکتوبہ نسخہ ہے کیونکہ تصنیف کے (۲۸) سال بعد بخط نستعلیق خفی لکھا گیا ہے۔ پیشانی دیباچہ وجداول مطلا و مذہب ہیں اس کے علاوہ سرورق پر ایک مطلا و مذہب لمبی مہر بھی ہے جس میں بہ خط نستعلیق یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

کتب خانۂ مبارک سلطان محمد صفوی ملقب بہ سلطان محمد خدابندہ
دام ظلہم و حشمتہم در سنہ ۹۲۵ قمری۔ فقیر اسمٰعیل ترکمان تحویلدار

نسخہ کے آخری ورق پر شاہزادی جہاں آرا مرحومہ بنت شاہنشاہ شاہجہاں کے قلم کی یہ عبارت بخط شکست آمیز لکھی ہوئی ہے۔

"الفقیرا الفانیہ جہاں آرا مرید خواجگان چشت بنت شاہجہاں بادشاہ غازی انار اللہ برھانہ" فی سنہ ۱۰۵۰ ہجری"
اس عبارت کے نیچے ایک مہر ہے جو غالباً شاہزادی کے نام کی تھی اس کو اس بری طرح سے مٹا دیا گیا ہے کہ صرف ایک سیاہ دھبہ ہے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ ان اعتبارات سے اس نسخہ کی اہمیت و ندرت مسلم ہے۔ جلد بندی نہایت بے احتیاطی سے کی گئی ہے جس کی وجہ سے بعض اوراق مقدم و موخر ہو گئے ہیں ایسے اوراق پر ترتیب کا نوٹ لکھ دیا گیا ہے۔
کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے کسی توضیح اور تشریح کی محتاج نہیں ہے کیونکہ ہر صاحب علم کے مطالعہ میں یہ رہ چکی ہے اور اب بھی رہتی ہے۔
مولانا نورالدین جامی قدس اللہ سرہٗ العزیز کا اصلی لقب عمادالدین، و مشہور لقب نورالدین اور نام نامی عبدالرحمٰن تھا ان کے والد بزرگوار نظام الدین احمد سلامیؒ اصفہان کے رہنے والے تھے لیکن بعض مقامی واقعات نے ان کو ترک وطن پر مجبور کیا اور وہ بمقام موضع خرجرد (خرجرد) ضلع جام میں آکر سکونت پذیر ہو گئے اسی ضلع کی نسبت سے مصنفؒ جامی مشہور ہوئے مولانا کی پیدائش ۸۱۷ ہجری ہے اور وفات بہ عمر (۸۱) سال ۸۹۸ھ میں بمقام ہرات ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے
تذکرہ نویسوں نے مولانا ممدوحؒ کی تصانیف کی تعداد جو مختلف موضوع پر ہیں اور تقریباً سب ہی مشہور اور متداول ہیں (۴۴) لکھی ہے چنانچہ لفظ "جامؒ" سے ان کی تعداد نکالی گئی ہے جس کے عدد (۴۴) ہوتے ہیں۔
نفحات میں جن بزرگوں کی مختصر سوانح مذکور ہیں ان کی تعداد مع عابدہ و زاہدہ عورتوں کے جن کا ذکر کتاب کے آخری حصہ میں ہے (۵۹۱)، ہے لیکن اس نسخہ میں صرف (۵۷۸) کا تذکرہ ہے۔ آخری تذکرہ "امرأہ فارسیہ رحمہا اللہ" کا نہیں ہے جو دوسرے نسخوں میں موجود ہے۔ بہرحال یہ نسخہ اپنی کتابت، خوشخطی اور ان مہروں اور تحریروں کی وجہ سے نادر اور اہم ہے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ کتاب اچھی حالت میں ہے البتہ کہیں کہیں کرم خوردہ ہے۔ چنانچہ آخری صفحہ میں جس پر ترقیمہ ہے زیادہ کیڑوں نے حملہ کیا ہے جس کی درستی اس طرح کی گئی ہے کہ سوائے ان چند جملوں کے اور کچھ نہیں پڑھا جاتا۔
"..... دو سہ سال گذشتہ بود کہ در ماہ رمضان المبارک .... پنجشنبہ وقت نماز پیشیں این کتاب نفحات..... سنہ ۹۱۱ھ ..... تمت تمام شد"۔ کاتب اور مقام کتابت کا پتہ نہ چل سکا وہ الفاظ کچھ کیڑوں اور کچھ درستی کے نذر ہو گئے۔

۲۱۔ ایضاً مکتوبہ سنہ ۱۰۲۹ھ ایضاً ایضاً

۹۲۰
———
۹۲

کاتب محمد فاضل بن خواجہ محمود نقشبندی۔ اوراق (۳۰۷)۔ تقطیع "۵ × "۸ $\frac{1}{2}$
یہ نسخہ مکمل ہے۔ اور اس میں امرأۃ فارسیہ رحمہا اللہ کا بھی تذکرہ ہے۔

ترقیمہ ۔

الحمد للہ علی الاتمام والصلوٰۃ علی سیدنا محمد
خیر الانام وعلی آلہ البررۃ الکرام واصحابہ
العظام وسلم تسلیما کثیرا کثیرا والصلوٰۃ ۔ اتفق
اتمام کتاب ھذہ الاوراق بتاریخ یوم الاحد چہاردھم
شھر جمادی الاول سنہ تسعہ وعشرین والف
ھجریہ بنوبہ علی ید اضعف عباد اللہ
القوی محمد فاضل بن خواجہ محمود
النقشبندی

اس کے نیچے دو چھوٹی چھوٹی بیضوی مہریں بھی ہیں جن میں لفظ "مالک صو.ی" کے بعد محمد عظیم اللہ مہر خاں (یا حبان) سنہ ۱۱۰۲ ہجری لکھا ہے

نسخہ بہ خط شکستہ آمیز لکھا ہے اور بہت معمولی کرم خوردہ ہے ۔ مجموعی طور پر نسخہ کی حالت اچھی ہے

۲۲- ایضاً ۔ ایضاً ۔ ایضاً ۔

$\frac{۹۲۰}{۹۳}$

سال کتابت سنہ ۱۰۳۹ھ ۔ کاتب عبدالرحیم ۔ اوراق (۱۹۱) ۔ تقطیع ½۵" × ½۹"

یہ نسخہ بھی نسخہ ع۲ کی طرح سے مکمل ہے اس اضافہ کے ساتھ کہ اس میں مفید اور ضروری حواشی بھی ہیں اور شروع میں ایک دیباچہ کاتب نے عربی میں لکھا ہے جس میں اوراق کتاب کی تعداد (۱۹۱) لکھی ہے اور ان اولیا و اصفیا کی بھی تعداد (۵۷۹) لکھی ہے جس میں ان کے تذکرے ہیں اور اس کے ساتھ ہی فہرست اسمار اولیا مع قید صفحات لکھی ہے ۔

ترقیمہ ۔

تمت الکتاب بعون حضرت ملک الوھاب وبمدد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ
وبتوجہ جمیع الولی اللہ ولایت مآب . . . . . .
فی شھور سنۃ الف وثلاثین وتسعۃ (سنہ ۱۰۳۹ھ)
من الھجرۃ النبویہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی التاریخ السابع عشر من شھر

مرجب المرجب وقت الضحیٰ یوم السبت (شنبہ)
و فی عہد الملک العادل شہاب الدین
محمد صاحبقران ثانی شاہجہاں بادشاہ ... فی المقام
دارالسلطنت و الخلافت اکبرآباد ..... وکتابتہ ومالکہ
فقیر الحقیر احقر العباد عبد الرحیم غفر اللہ ذنوبہٗ

نسخہ اچھی حالت میں ہے اور نہایت خوبصورت شکستہ آمیز خط میں لکھا گیا ہے۔

۲۳۔ ایضاً ۔ ایضاً (ناقص الاول)

۹۲۰ / ۹۴

عہد تصنیف ۱۰۵۴ھ اوراق (۹۲)۔ تقطیع ۵" × ½ ۸"

یہ نسخہ ناقص الاول ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ابتدائی ایک سے زیادہ اوراق نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ کاتب نے بزرگوں کے ناموں میں بھی تقدم و تاخر کر دیا ہے۔ چنانچہ جس صفحہ سے یہ نسخہ شروع ہوتا ہے اس کا آغاز شیخ جمال الدین عبد الرزاق کاشی کے تذکرے سے ہے اور اس کے بعد حضرت شیخ کمال الدین عبد الرزاق کا تذکرہ ہے ان دونوں ناموں کو کاتب نے مقدم و موخر کر دیا ہے حالانکہ پہلے حضرت شیخ کمال الدین عبد الرزاق کا نام ہونا چاہیے اس کے بعد حضرت شیخ جمال الدین عبد الرزاق کا۔ یہی ترتیب تمام نسخہ جات میں ہے جو صحیح ہے ورنہ ایک کے حالات دوسرے بزرگ سے منسوب ہو جاتے ہیں جو تاریخی حیثیت سے غلط ہو جاتا ہے۔ نسخہ بخط ثلث لکھا ہوا ہے اور مفید حواشی سے مزین ہے

ترقیمہ۔

الحمد للہ علی الاتمام والصلوٰۃ علی خیر الانام
وآلہ البررۃ الکرام والسلام۔ تمت
تمام شد ۱۲۵۸ھ ہجری

بعض صفحات کرم خوردہ ہیں۔ بہرحال نسخہ کافی ناقص ہے

۲۴۔ ایضاً ۔ ایضاً (ناقص الآخر)

۹۲۰ / ۹۵

اوراق (۲۹۰) تقطیع ۵" × ½ ۸"

اس نسخہ کے آخر کے تقریباً (۵۰) اوراق نہیں ہیں اس لئے تاریخ کتابت وغیرہ نہ معلوم ہو سکی۔ نسخہ بہ خط ثلث قدیم لکھا ہوا ہے۔ ان تمام نسخہ جات کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ بعض نسخوں میں نہ صرف ناموں میں تقدم و تاخر ہے

بلکہ دوسری طرح سے بھی فرق ہے یعنی بعض نسخوں میں بعض بزرگوں کے حالات ہیں اور بعض کے نہیں چنانچہ اس نسخہ میں شیخ شمس الدین صفی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات درج ہیں جو دوسرے بعض نسخوں میں نہیں ہیں یہ نسخہ انتہائی ناقص حالت میں ہے کیونکہ ابتدا سے آدھے اوراق سے زیادہ بُری طرح سے کرم خوردہ ہیں ہر ورق کا درمیانی بڑا حصہ کیڑوں نے کھالیا ہے۔ جِلد بندی بھی کسی زمانہ میں کردی گئی تھی۔

۹۲۰/۹۶

۲۵۔ ایضاً ایضاً (ناقص الطرفین)

اوراق (۱۶۴)۔ تقطیع ۶" × ۹"۔

یہ نسخہ اول اور آخر دونوں طرف سے ناقص ہے کیونکہ ابتدائی تقریباً ایک سو اوراق نہیں ہیں اور آخر کے تقریباً (۲۵) اوراق نہیں ہیں۔ کتابت اور کاغذ کافی قدیم ہیں۔ عنوانات سُرخی سے بہ خط نسخ لکھے ہوئے ہیں۔ نسخہ معمولی کرم خوردہ ہے۔

۹۲۰/۹۷

۲۶۔ تذکرہ حضرت مخدوم شیخ حمزہ کشمیری قدس اللہ سرہ العزیز۔

(ناقص الطرفین والاوسط)

مصنف نامعلوم۔ اوراق (۲۰)۔ تقطیع ½۵" × ½۸"

یہ تذکرہ جس کے صرف چند اوراق ہیں نہ صرف حضرت مخدوم شیخ حمزہ کشمیری کا ہے بلکہ اس میں ممدوح کے خلفاء کا بھی مختصر ذکر ہے۔

آغاز۔

جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ طبع زاد ایں ہیچداں بود
درخواست نمود

اختتام:۔

دے قبول نمود و نعمت یافت بعد ازاں کہ والد راسن تمیز
شد امانت رسانید و خرقہ پوشانید وا زو الدخرقہ
براقم رسید

حضرت مخدوم شیخ حمزہ کشمیری قدس اللہ سرہ العزیز کشمیر کے دسویں صدی ہجری کے ممتاز اولیاء میں سے تھے بقول صاحب خزینۃ الاصفیاء، (جلد دوم صفحہ ۸۶ - ۸۷ مطبوعہ مطبع نول کشور لکھنو) ممدوح حضرت

سید جلال الدین بخاری دہلوی کے مرید اور خلیفہ تھے سلسلۂ اولیسیہ وقادریہ کے علاوہ دوسرے سلسلوں میں بیعت لیا کرتے تھے ذکر جہر فرمایا کرتے تھے مگر سماع ومزامیر سے کلیتہً پرہیز فرماتے تھے۔ کشمیر کے پرگنہ زینہ کرہ کے رہنے والے تھے آپ کا وصال ۹۸۴ھ ہجری میں بمقام کشمیر ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔ مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

جن خلفار مخدوم کا تذکرہ جستہ جستہ ان منتشر اوراق میں ہے ان کے اسمار مبارک درج ذیل ہیں ان میں سے بعض خلفار کے حالات خزینۃ الاصفیار (جلد دوم) میں موجود ہیں

یہ کتاب غالباً دو ابواب پر تقسیم تھی۔ پہلے باب میں حضرت مخدوم شیخ حمزہ قدس اللہ سرہ العزیز کا تذکرہ ہے اور دوسرے باب میں ممدوح کے خلفار کا۔ کیونکہ چند اوراق کے بعد حسب ذیل عنوان ہے

"باب دوم ذکر بعضے از اصحاب محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہم

تفصیل خلفار حضرت مخدوم :-

۱۔ شیخ بابا داؤد خاکیؒ :- حضرت مخدوم قدس اللہ سرہٗ العزیز کے ممتاز ترین خلفار میں سے تھے چکیوں (سلاطین کشمیر) کا آخری عہد تھا بلکہ بقول صاحب خزینۃ الاصفیا انھیں کی بددعا سے اس سلطنت کا خاتمہ اور اکبر اعظم کا کشمیر پر قبضہ ہوا۔ آپ کا انتقال ۹۹۴ھ ہجری میں ہوا اور اسلام آباد (کشمیر) میں مدفون ہوئے۔ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصانیف بھی تھے چنانچہ ان کی مشہور تصانیف میں سے "ورد المریدین" "رسالہ عالیہ" وغیرہ کو کافی مقبولیت رہی

۲۔ میر حیدر تلہ ملیؒ :- میر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیر ومرشد کے مزاج میں کافی درخور تھا حتیٰ کہ بقول تذکرہ نویس۔

"ہرگاہ کہ شیخ (مخدوم شیخ حمزہ) درخلوت شدے
کہ کسے را یارائے در آمدن درحجرۂ خاص نہ بودے
میر در حضور آمدے"

مگر افسوس ہے کہ تذکرہ ناقص ہے کیونکہ اس ورق کے آگے کے اوراق نہیں ہیں

۳۔ شیخ نوروز ریشی :- تذکرہ نویس نے لکھا ہے کہ :-

"وے در ملازمان سلطان میر غضب بود روزے (بروئے) سیر وشکار بطرف جنگلے کہ شیخ نیک ریشی سروی بود رفت وہمراہیاں خود را درگما شتہ

وخود بے خبر نزدیک حجرۂ ریشی شد"

تذکرہ نویسوں نے بالاتفاق شیخ نیک ریشیؒ کے لئے یہ لکھا ہے کہ ہمیشہ جنگل میں رہتے تھے اور ان کے اردگرد ہر قسم کے درندے جمع رہتے تھے اور ممدوح ان کے کھانے کا گویا انتظام کرتے تھے جس روز نوروز ریشی جو سلطان وقت کے امراء میں سے تھا اور کافی ظالم مشہور تھا وہاں خفیہ جاکر بیٹھا تاکہ حضرت شیخ کی "درندہ پروری" کا معائنہ کرے اس روز اور اس وقت بقول تذکرہ نویس:۔

"خرسے بر حصۂ شغال تغلب می کرد شیخ نیک ریشی خرس را گفت
کہ مگر سایۂ نوروز ظالم بر تو افتاد کہ جبر بر حصۂ شغال مے کنی"

اس جملہ کا شیخ نوروز پر اتنا اثر ہوا کہ انھوں نے اسی وقت سب جاہ و جلال ترک کر دیا اور فقیری اختیار کرکے حضرت شیخ کی خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت شیخ کے انتقال کے بعد حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بلند مرتبہ پر پہنچے بقول صاحب خزینۃ الاصفیاء (جلد دوم صفحہ ۰۰) موصوفؒ کا انتقال کشمیر میں ۹۸۸ھ میں ہوا۔ تذکرہ ناقص رہ گیا کیونکہ سلسلہ کے اوراق نہیں ہیں۔

۴۔ شیخ احمد جاکلی:۔ ان کے ذکر میں صرف تین سطریں ہیں باقی کے اوراق نہیں ہیں

۵۔ مہدی ملک:۔ یہ بھی حضرت مخدومؒ کے مرید تھے انھوں نے میر حیدر تلمولی خلیفہ حضرت مخدومؒ کی میزبانی کی تھی اور ولایت کا درجہ پایا

۶۔ شیخ محمد اسلام۔ شاہ محمد بیگ و نور محمد درویش بقول تذکرہ نویس:۔

ایں ہر سہ کس مردم ولایت بودند و وارد کشمیر شدند و وزد بودند"

ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک بار انھوں نے حضرت مخدومؒ کا گھوڑا چرایا تھا لیکن اس کو نہ لیجا سکے جب معلوم ہوا کہ حضرت شیخ مخدوم کا گھوڑا ہے تو گھوڑے کے نگران حضرت نوری صوفیؒ مرید حضرت مخدوم سے معذرت کرتے ہوئے سفارش کی درخواست کی چنانچہ معروضہ منظور ہوا اور ان تینوں کو وہ فیض سلطانی پہنچا کہ یہ تینوں اولیاء میں سے ہوگئے بوقت رخصت بقول تذکرہ نویس:۔ یہ نصیحت فرمائی

"کہ ہر حال خود را کسے را مطلع نہ خواہید کرد"

۷۔ شیخ زیتونؒ :۔ "بقول تذکرہ نویس" از سن تمیز قائم اللیل و صائم الدھر۔ از روحانیت بعضے پیغمبراں موید بود" حضرت مخدومؒ کی ان پر جید توجہات تھیں۔ یہ درویشوں کی طرف ذرا متوجہ نہیں ہوتے تھے بقول تذکرہ نویس :۔

۸۔ خواجہ عبد اللہؒ :۔ "روزے در حضور آمد تربیت وے حوالہ میر حیدر (تلہ ملی) نمودند در چند گاہ بولایت رسید"

۹۔ مولانا شاہ دولتؒ
۱۰۔ شیخ کنکی ریشیؒ

یہ دونوں بزرگ حضرت بابا داؤد خاکی قدس اللہ سرہ العزیز خلیفہ حضرت مخدوم قدس اللہ سرہٗ العزیز کے خلیفہ تھے۔ افسوس ہے کہ شیخ کنکیؒ کا تذکرہ نامکمل ہے کیونکہ صرف ایک صفحہ ہے باقی کے اوراق نہیں ہیں

۱۱۔ صوفی علیؒ :۔ خلیفہ حضرت مخدوم شیخ حمزہ قدس اللہ سرہ العزیز تھے بقول تذکرہ نویس:۔ "قاصد سلطان اولیا، است وے را در مکان ہائے دور و دراز ہمی فرستادند و فی الحال جواب می آورد"۔

۱۲۔ شیخ علی۔ زینہؒ ۔ خلیفہ حضرت مخدومؒ تھے چند سطروں کے بعد کا ورق نہیں ہے اس لئے تذکرہ ناقص ہے۔

۱۳۔ صوفی الہداؒ :۔ یہ بزرگ "غلام سلطان الاولیا" کہلاتے تھے کیونکہ باپ کے مرنے کے بعد ان کے بھائیوں نے بقول تذکرہ نویس :۔

"بدست میاں محمد واصل کہ تاجر بود بفروختند"

میاں محمد واصل حضرت مخدومؒ کے مرید تھے سفر پر جاتے ہوئے جب وہ ممدوحؒ سے رخصت ہوئے تو حضرت ممدوحؒ نے فرمایا کہ :۔

کہ چوں در سیستاں خواہی رسید دراں جا غلامے ست بدیں شکل و شمائل اورا برائے ما خریدہ خواہی فرستاد۔

چنانچہ محمد واصل نے صوفیؒ کو خرید کر کے پیش کیا۔ تذکرہ ناقص رہا کیونکہ اس کے بعد کا ورق نہیں ہے

۱۴۔ ملا عبد العزیز و مولوی ابراہیم رحمتہ اللہ علیہما یہ دونوں بزرگ حضرت شیخ احمد جاکلی کے بھائی تھے جن کا اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

۱۵۔ شیخ محمد ہادیؒ یہ بھی حضرت مخدومؒ کے خلیفہ تھے ان کا تذکرہ بھی ناقص ہے کیونکہ اس صفحہ کے بعد کے اوراق نہیں ہیں۔

۱۶- بابا نورالدین المعروف بہ بندہ بابا رحمتہ اللہ علیہ

یہ بزرگ آخوند ملا طیب صاحب کے مرید اور خلیفہ تھے۔ غالباً آخوند ملا طیبؒ بھی حضرت مخدومؒ کے سلسلہ کے بزرگ تھے اگرچہ اس کا کوئی حوالہ نہیں ہے لیکن قیاس یہی کہتا ہے کیونکہ تذکرہ نویس نے حضرت بابا کی ارادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"والد راقم خواجہ عبدالوہاب چوں متولد شد بندہ بابا صاحب بہ فرزندی قبول نمودہ است چوں ایام انتقال بابا صاحب (قریب) شد خواجہ محمود ہجوعمی راقم را بخواند وگفت عبدالوہاب را پرورش کردم کہ خلیفۂ خود سازم دیراسن تمیز نیست و مرا اجل اماں ندہد۔ نعمتے کہ دارم می خواہم کہ امانت (بہ تو) سپارم اگر امانت داری کنی و درسن تمیز او را برسانی ترا ہم نصیب شود دے قبول نمود و نعمت یافت

اس بیان پر یہ دوسرا باب جو خلفاء حضرت شیخ مخدومؒ کے بیان میں ہے ختم ہے۔ تذکرہ نویس خواجہ عبدالوہابؒ کے صاحبزادہ تھے جن کو بقول خود خرقۂ خلافت اپنے والد سے ملا چنانچہ آخر میں لکھا:۔

"بعد ازاں کہ والد راسن تمیز شد امانت رسانید و خرقہ پوشانید و از والد آں خرقہ براقم رسید"

آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے جس سے تذکرہ اور تذکرہ نویس کا نام اور سال تصنیف معلوم ہوتا۔ دیباچہ کے بھی اوراق نہیں ہیں بہرحال تذکرہ اوراق کی کمی کی وجہ سے انتہائی ناقص ہے اور جو اوراق ہیں وہ بھی مقدم موخر لگے ہوئے ہیں۔ خط قدیم جلی نستعلیق ہے۔ حاشیوں پر بھی بعض بزرگوں کے حالات ہیں مگر جلد ساز کی لاپرواہی سے ان کی عبارتیں کٹ گئی ہیں۔ آخری صفحہ کے حاشیہ پر تین چھوٹی چھوٹی مہریں ہیں جن میں محمد حسن ۱۲۰۸ھ ہجری لکھا ہے غالباً یہ اس رسالہ کے مالک تھے۔

۹۲۰
۹۸

۲۷- اخبار الاخیار فی اسرار الابرار:۔

(مصنف حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہٗ العزیز)

سال تصنیف ۱۰۲۹ھ ہجری مطابق ۱۶۱۹ء سال کتابت قبل ۱۲۶۸ھ۔ اوراق (۴۰۵)۔

تقطیع ۹ × ۵ ۹"
تذکرۂ اولیاء ہند میں یہ وہ مستند اور متداول کتاب ہے جو نہ صرف بیشتر مطابع میں چھپ چکی ہے بلکہ اس کے نسخہ جات قلمی بیشتر کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اس کا ترجمہ بھی مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے

آغاز۔

"شکر حضرت واہب العطیات را تعالیٰ و تقدس
کہ عطائے اورا پایاں نیست"

اختتام :-

بے عیب خدا است و عیب پوش او است وصلی اللہ علی
محمد و آلہ وسلم وتمت کلمتہ ربک صدقا وعدلا
ولامبدل لکلماتہ وھوالسمیع العلیم

مصنف رح نے تذکرہ کو تین طبقات پر تقسیم فرما کر طبقہ وار اولیاء کا حال اپنے زمانہ تک کا لکھا ہے آخر میں اس زمانہ کے مجذوبوں کا بھی مختصر حال لکھا ہے۔ خاتمہ میں مصنف رح نے اپنا اور اپنے اسلاف قدس اللہ اسرارہم کا حال لکھا ہے۔ اس کے بعد مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات نثر میں لکھی۔ اس کو ختم کر کے مصنف رح نے چند اوراق میں اپنی کتاب کے متعلق یہ تحریر فرماتے ہوئے :۔

"پیش ازیں تاریخ از سی سال بیشتر و از چہل سال کمتر
روزے در خدمت درویشاں بذوق محبت ایشاں
نشستہ بود چنانکہ رسم مریداں باشد از پیران خود
سخن می کردند"

اس محبت اور گفتگو نے حضرت شیخ رح کے دل میں ایسا ذوق پیدا کیا کہ بقول خود :۔

"چوں ازاں مجلس برخاست ہمراہ آں ہمہ شدہ بود

اور ان کی زبانوں سے جن بزرگوں کے حالات سماعت فرماتے تھے ان کو لکھ لیتے تھے چنانچہ بقول خود ہے

"چوں ثبت احوال پیشاں پیش از ذکر پیشیاں اتفاق افتاد
طلب آں نوشتہ کرد"

اور اس طرح سے ادنیٰ سے اعلیٰ پر پہنچکر کتاب کو مکمل فرمایا۔ اسی سلسلہ میں حضرت شیخ رح نے لکھا ہے کہ یہ کتاب پہلی تھی اور بغیر تنقیح و انتخاب کے لکھی گئی تھی اس لئے بعض پڑھنے والوں نے اس کی طوالت پر اعتراض

کیا تو بعض نے جرح و تعدیل بھی کی لیکن چونکہ بقول خود،۔

"دریں اثنا در سنہ ۹۹۶ ہجری است و بستیں تسعمائہ بسفر حجاز رفت"

اور وہاں سے واپسی کے بعد حضرت شیخ دوسرے کاموں میں مصروف ہوگئے اس لئے وہ ان اعتراضات پر توجہ نہ فرماسکے۔ اس بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اصل کتاب سنہ ۹۹۶ ہجری میں مکمل ہوگئی تھی کافی عرصہ کے بعد بعض مصالح کی بنا پر اور احباب کے ایما پر حضرت شیخ نے غالباً سنہ ۱۰۲۸ ہجری میں اس کی نظر ثانی فرماتے ہوئے بقول خود،۔

"برخے ازاں اختصار و تنقیح او نمود"

اور اس طرح سے یہ کتاب گویا اصل کتاب کا صحیح شدہ اور مختصر نسخہ سنہ ۱۰۲۸ ہجری میں مرتب ہوا اسی لئے حضرت شیخ نے اس کے بعد ہی پڑھنے والوں کو یہ فہمائش کی ہے۔

" اگر خواہند آں سخنہائے کہنہ نوشتہ را آں نونوشتہ
باز آرند و اگر ہنوز طریقے (غالباً طریقہ) دغدغہ و شبہ طریقاں نمیاتیت
چارہ نیست ایں قدر کردہ شد زیادہ بریں مقدور نہ
بود معذور دارند"

کتاب کے کل اوراق شمار کے اعتبار سے (۵۰۴) ہیں لیکن ابتدا میں (۱۱) و (۱۲) نمبر کے اوراق نہیں ہیں اس کے ساتھ ہی کاتب نے ختم کتاب کے بعد سرخی سے عنوان "سہو کاتب" لکھ کر دو ورق اور لکھے ہیں جو درمیان کے ہیں آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے جس سے سال کتابت اور نام کاتب معلوم ہوتا مگر سر ورق کے حاشیہ پر بہ خط طغرا ایک بیضوی مہر ہے جس میں صرف سنہ ۱۱۶۱ھ پڑھا جاتا ہے اس کے نیچے معمولی شکست آمیز میں یہ عبارت لکھی ہے یہاں پر یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ شیخ کے متعلق یا اخبار الاخیار کے اختصار و ترمیم کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ صرف چند قلمی نسخوں میں ملیگا مطبوعہ نسخے جا بجا ایسی تصریحات سے خالی ہیں

" الجزء الاول کتاب اخبار الاخیار از تالیفات شیخ عبدالحق
دہلوی قدس اللہ سرہٗ در احوال اولیاء و اخیار ہند و ستان
بسیار کتاب پرفیض و بارا حت است اللہم ارحم لمولفہ در سنہ ۱۱۶۹ھ
و سنہ احد عالمگیر عزیز الدین ہفتم ماہ شعبان مجلد نمودہ شد"

نسخہ کی پیشانی اور جدا ول مطلا و مذہب ہیں۔ خط معمولی نستعلیق بھی ہے اور شکست آمیز بھی۔

۲۸۔ سفینۃ الاولیاء۔

۹۲۰
۹۹

(مصنف شاہزادہ دارا شکوہ) سال تصنیف قبل سنہ ۱۰۴۹ھ ۔ اوراق (۱۰۹)۔ تقطیع ۸ × ۵ ½
شاہزادہ دارا شکوہ کی یہ مشہور کتاب اولیاء کے تذکرہ میں ہے جو اکثر مطابع میں طبع ہو چکی ہے

آغاز:۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی محمد سید
المرسلین وعلی آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین

اختتام:۔

اگر بہ مقتضائے بشریت سہوے وخطائے شدہ باشد
ارباب دانش آں را بذیل اصلاح بپوشند الحمد للہ
حمداً کثیرا دائما ابداً

مصنف نے بعد حمد وصلوۃ ایک طویل مقدمہ لکھا ہے جس میں مصنف نے اپنا نام "فقیر حقیر محمد دارا شکوہ حنفی قادری" لکھ کر وجہ تالیف لکھتے ہوئے کتاب کا نام "سفینۃ الاولیاء" لکھا ہے۔ دیباچہ کے بعد ایک طویل تمہید میں چند اولیاء متقدمین کے اقوال کو نقل کرکے تمہید کے آخر میں اپنے لئے اس طرح سے دعا کی ہے:۔

از عمل خویش نہ دارم امید　　　بر کرم اوست مرا اعتقید

تذکرہ کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک سے کیا ہے۔ تاریخ ولادت مبارک، وصال مبارک اور عمر شریف کو لکھ کر مختصر نسب نامہ لکھا ہے اس کے بعد اصحاب کرام اور اہل بیت اطہار (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے حالات کو لکھ کر ترتیب وار تمام خانوادوں کے اولیاء کا حال لکھا ہے۔

شاہزادہ دارا شکوہؒ کے حالات زندگی اور وفات تاریخوں میں تفصیلاً درج ہیں اس لئے اُن کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے فقیر منش شاہزادہ کی کافی تصانیف بالخصوص تصوف وسلوک میں ہیں۔ شاہزادہ کی شہادت ۱۰۶۹ھ ۱۶۵۸ء میں ہوئی جو شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیبؒ کے جلوس کا سال ہے

کتاب بہت معمولی شکست آمیز میں لکھی ہوئی ہے۔ اول وآخر کے چند اوراق بالکل حال کے لکھے ہوئے ہیں۔ اس لئے کوئی ترقیمہ نہیں ہے جس سے سالِ کتابت معلوم ہوتا ختم کتاب کے ایک صفحہ پر شیخ ابوالحسن غزنویؒ کے قول کو نقل کرتے ہوئے کاتب نے کسی اور کتاب سے اولیاء واقطاب کی قسمیں مع تعداد بھی لکھدی ہیں۔ ابتدائی چار اوراق میں کتاب کی ناقص فہرست اور کچھ دعائیں ہیں۔

۲۹- انوار الرحمٰن لتنویر الجنان :- (ناقص الآخر)

۹/۲۰
۱۰۰

مصنف شیخ نور اللہ بن مقیم الدین۔ سال تصنیف غالباً ۱۲۴۶ھ ہجری۔ اوراق (۱۱۸)۔ تقطیع ۹ ½ × ۶۔

مولانا شاہ عبدالرحمٰن قدس اللہ سرہ العزیز کا یہ تذکرہ نہ صرف حضرت موصوف کے حالات زندگی کا ایک مفصل مرقع ہے بلکہ تیرھویں صدی ہجری کے وسط کی سرسری تمدنی تاریخ بھی ہے۔

آغاز:-

ثنا را انتظار حمد بانیست	محمد چشم بر راہ ثنانیست
مناجاتے اگر باید بیاں کرد	بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد
محمد از تو می خواہم خدارا	خدایا از تو زور مصطفیٰ را

اختتام:-

لیکن کمال درہمیں است کہ مرد خود را غافل نہ گرداند
وحب آں بقدر ذرۂ دردل نیاید

مصنف نے بعد حمد و نعت پہلے اپنا نام لکھا اس کے بعد اپنے پیر روشن ضمیر کی منقبت لکھتے ہوئے جو کافی طویل ہے موصوف کا نام لکھا ہے اس کے بعد وجہ تالیف لکھ کر کتاب کا نام لکھا اور کتاب کو "کوکبہ" قرار دے کر اس کو متعدد "تجلیات" نور اور لمعات پر تقسیم کیا ہے جن کو دوسرے لفظوں میں "ابواب" اور "فصول" کہا جاسکتا ہے "نور اول" کے "لمعۂ اول" میں مصنف نے اپنے پیر و مرشد کے نسب و وطن اور تعلیم کو بیان کرتے ہوئے بروایت مولوی غلام احمد سندھی لکھا ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن قدس اللہ سرہٗ العزیز کا وطن مالوف:-

"کوٹ مخدوم مولانائی عبدالحکیم قدس سرہ متعلقہ مبارک بلد۔
محال روماہ متعلقہ شکارپور (سندھ) بود کہ الحال" "در عمل
بلوچیان سندھ) است چنانچہ بنابریں دلیل پدر مسکن رای
مزبور وکوٹ مخدوم فاصلہ دو کردہ است"

اس کے بعد موصوف کے سفر و سیاحت و استفادہ و استفاضہ کی تفصیلات لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ موصوف ۱۲۰۶ھ میں حج و زیارتِ حرمین شریفین سے سرفراز ہوئے اور دو حج ادا فرما کر ۱۲۰۷ھ میں بہ عمر (۲۷) سال

ہندوستان واپس ہوئے اور بیشتر مزارات اولیاء ہند کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے بمقام (بانسہ) ضلع بارہ بنکی) حضرت شاہ سید عبد الرزاق بانسوی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت ممدوح قدس اللہ سرہٗ العزیز کے پوتے حضرت شاہ غلام علی بن شاہ غلام دوست بن حضرت شاہ سید عبد الرزاق قدس اللہ اسرارہم سجادۂ بیعت وارشاد پر متمکن تھے۔ من جملہ اور خانوادوں کے موصوف سے بھی اجازتِ خلافت سلسلۂ قادریہ رزاقیہ حاصل فرماکر ردولی وغیرہ حاضر ہوتے ہوئے ۱۲۱۴ھ ہجری میں

" بہ عہد حکومت وزیر الممالک نواب سعادت علی خان بہادر
مرحوم در لکھنؤ رونق بخش شدہ .... در مسجد مزار
قطب العارفین مخدوم شاہ مینا قدس اللہ سرہ سکونت
ورزیدند "

جہاں سات سال چند ماہ مقیم رہ کر ۱۲۲۲ھ ہجری میں: ۔

" در مسجد بدر کوکب معروف بہ مسجد بلندن شریف نزول
فرمودند "

اسی مسجد کے قیام کے زمانہ میں جبکہ مسجد پوری منہدم ہو چکی تھی اور صرف ایک چھپر باقی تھا: ۔

" بتاریخ ہشتم محرم ۱۲۳۵ھ ہجری سانحۂ بلوۂ روافض
پیش آمد "

جس میں آپ کے کئی رفقاء زخمی ہوئے لیکن آپ کو باوجود متواتر حملۂ شمشیر وخنجر کوئی زخم نہ پہنچا اور آپ مسلسل اس حالت میں بھی مراقبہ میں رہے۔ جب بلوائی چلے گئے تو آپ نے اپنے رفقاء مجروحین (جو چھپر کے باہر تھے) یعنی

" شاہ تاج الدین احمد۔ خادم حسین۔ بنو خان وسید عبد الرزاق "

کو دیکھ کر فرمایا کہ " اگر بیرونِ چھپر نمی رفتند مجروح نمی شدند "

اس منہدمہ مسجد کے متعلق مصنفؒ نے لکھا ہے کہ ۱۲۳۶ھ میں بہ عہد ابوالمظفر معز الدین غازی الدین حیدر شاہِ زمن خلد مکاں: ۔

" بہ حکم جناب عالیہ بادشاہ بیگم صاحبہ محل خلد مکاں باہتمام
سید فضل علی خاں داروغہ سرکار بیگم صاحبہ مسجد از سرنو
تعمیر گردیدہ در ۱۲۳۶ھ ہجری مسجد مسقف دالان در
دالان مرتب گشت "

مصنفؒ جو چھپراؤں ضلع مراد آباد کے رہنے والے تھے اور ملازم سرکار تھے۔ اور اسی سال بقول خود: ۔

ازسرکار رخصت یافتہ بوطن خود رفت۔ پنج سال دراں
بوار گزرانید۔"

اس لئے مصنفؒ کو ان پانچ سال کے احوال و اقوال پیر و مرشد سے آگاہی نہ ہوسکی۔ پانچ سال کے بعد واپس ہوکر زیارت پیر سے مشرف ہوئے اور بعد وفات یہ تذکرہ مرتب فرمایا
افسوس ہے کہ آخری دو ابواب یعنی "نور رابع" اور "نور خامس" کے اوراق نہیں ہیں جن میں چھ لمعات ہیں آخری باب کے لمعۂ دوم میں مصنفؒ نے اپنے پیر و مرشد کی علالت کو بیان کرتے ہوئے تاریخ وفات بھی لکھی ہے مگر اوراق نہ ہونے سے تاریخ وفات نہ معلوم ہوسکی۔ یہ کتاب طبع ہوچکی ہے۔
مولانا شاہ عبدالرحمٰن قدس اللہ سرہٗ العزیز کی وفات لکھنؤ ہی میں ہوئی اور اسی مسجد میں دفن ہوئے جہاں آپ کا قیام تھا اور جو محلہ باورچی ٹولہ لکھنؤ میں ہے ہر سال عرس بڑے اہتمام سے ہوتا ہے راقم بھی مزار پر حاضر ہوا ہے میں اس سلسلہ میں جناب صاحب غلام محی الدین خانصاحب مونس۔ اٹاوا کا ممنون ہوں جنہوں نے ممدوحؒ کے مزار کا پتہ بتایا چنانچہ کچھ دنوں کے بعد میں جب ایک کام سے لکھنؤ گیا تو خاص طور پر مزار پر حاضر ہوا۔

۳۰۔ تذکرۃ الشعراء (ناقص الطرفین) $\frac{۹۲۰}{۱۰۱}$

یعنی
تذکرہ دولت شاہ

مصنفہ دولت شاہ بن علاؤ الدولہ بخت شاہ سمرقندی۔ سال تصنیف قبل ۸۹۲ھ ۱۴۸۷ء اوراق (۱۳۱) تقطیع $\frac{۱}{۲}$۵" × $\frac{۱}{۲}$۸"
یہ وہ مشہور تذکرہ ہے جو تاریخی دنیا میں بہت ہی مستند ہے۔ دولت شاہ نے یہ تذکرہ لکھ کر اپنے مربی میر علی شیر شاہ کے نام ۸۹۲ھ میں اس کو معنون کیا تھا اس کے کچھ عرصہ کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔
یہ نہ صرف مختلف مطابع میں چھپ چکا ہے بلکہ ڈاکٹر ای۔ جی براؤن پروفیسر عربی و فارسی کیمبرج یونیورسٹی نے نہایت ہی صحت کے ساتھ ایڈٹ کر کے اپنے فاضلانہ مقدمہ کے ساتھ اس کو شائع بھی کیا ہے۔
اس کے قلمی نسخہ جات ہندوستان اور دوسرے ممالک کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ افسوس ہے کہ اس نسخہ کے ابتدائی (۱۴) اوراق نہیں ہیں۔ اسی طرح سے کافی اوراق آخر کے نہیں ہیں اس لئے سال کتابت اور نام کتابت نہ معلوم ہوسکا۔ لیکن نسخہ قدیم خط نستعلیق میں مطلا و مذہب ہے اور اچھی حالت میں ہے۔ بعض درمیانی اوراق مقدم و موخر مجلد ہوگئے ہیں

آغاز نسخہ :-

چند استخواں کہ ہاون دوراں بروزگار خوردش چناں بکوفت کہ خاکش غبار کرد

یہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی غزل کا شعر ہے۔ موجودہ نسخہ اسی شعر سے شروع ہوتا ہے

اختتام نسخہ :-

از ترک و تاز غمزۂ شوخ ستمگرت　　جاں ماندہ بود و رفتنِ دل ہم نماند

یہ غزل حضرت مولانا ولی قلندر کی ہے جو سرداران بائیسنغر کے شاعر تھے۔ اس غزل کے تیسرے شعر پر یہ ورق ختم ہے۔

دولت شاہ سمرقندی بسلطان حسین کے عہد میں امراء دولت میں سے تھا سلطان حسین کا زمانہ فارسی زبان کی ترقی کے لئے بہترین زمانہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس کے زمانہ میں بہت سی مشہور کتابیں تصنیف ہوئیں۔ ان میں سے ایک یہ تذکرہ ہے۔

۹۲۰ / ۱۰۲

۱۳۱- تذکرہ شعراء :- (ناقص الآخر)

مصنف جعفر علی ابراہیم :- سالِ کتابت ۱۲۶۵ھ اوراق (۳۲۱) - تقطیع ۹ ¼ × ۵ ½

یہ تذکرہ بلا تحمید و تمہید ہے جس کا آغاز بسم اللہ کے بعد اس طرح ہے :-

آغاز :-

ملا طغرائی مشہدی ـ طغرائی منشور سخنوری
د سر لوح دیوان نکتہ پروری

اختتام :-

چو افعی کہ در غار بود و نہاں　　در آمد بگوں دگس ہوشاں
کجا در ریاضت کشی ہمچو اوست　　عیاں است رگہاش در زیر پوست

غالباً یہ ضخیم تذکرہ کئی مجلدات میں ہے جیسا کہ اس نسخہ کی ابتدا اور خاتمہ سے اندازہ ہوتا ہے اس نسخہ میں حسب ذیل شعراء کے حالات اور اُن کے کلام کے نمونے ہیں

(۱) ملا طغرا مشہدی کشمیری :- (مصنف نے ان کے مختصر حالات لکھ کر ان کے منتخب کلام کے (۱۳۵۶) ابیات نقل کی ہیں)

(۲) ملا نور الدین ظہوری ترشیزی :- ان کے بھی مختصر حالات لکھ کر مصنف نے (۱۰۵۳) ابیات

منتخب درج کی ہیں۔

(۳) شمس الدین محمد عصار تبریزی :۔ ان کے مختصر حالات لکھتے ہوئے مصنف نے ان کی مثنوی مہر و مشتری کی منتخب ابیات درج کی ہیں جن کی تعداد (۴۹) ہے حضرت عصار حضرت نظامیؒ اور حضرت امیر خسرو سے مقدم تھے جن کی وفات ۷۸۴ھ ہجری میں ہوئی۔

(۴) مولانا عارفی :۔ ان کے حالات لکھتے ہوئے مصنف نے ان کی مثنوی "گوی و چوگان" کا حوالہ دیا ہے جس کی کل ابیات (۵۱۰) ہیں مصنف نے (۱۴۸) ابیات درج کی ہیں اور مثنوی کا سالِ تصنیف ۸۴۲ھ لکھا ہے۔

(۵) شیخ ناصر علی سرہندی المتخلص بہ علیؒ :۔ حضرت شیخ کا مصنف نے حال لکھنے کے بعد ان کی مناجات کی ابیات بطور نمونہ درج کی ہیں۔

(۶) شیخ جمال الدین عرفی شیرازی :۔ ان کے حالات لکھنے کے بعد مصنف نے بطور نمونہ ان کی مثنوی کا صرف ایک شعر لکھا ہے اور حاشیہ پر لکھا ہے کہ "در جلد دیگر است"

(۷) میر عبد الجلیل واسطی بلگرامی :۔ ان کے حالات لکھ کر ان کی مثنوی کے ابیات بطور نمونے دیئے ہیں۔

(۸) شیخ فرید الدین عطار :۔ ان کے حالات لکھ کر مصنف نے ان کی تمام مثنویوں کے نام لکھے ہیں اور دو مثنویوں میں سے علیحدہ علیحدہ یعنی "مظہر العجائب اور اسرار زمانہ" سے (۲۴۰) اور اق (۱۹۷) علی الترتیب منتخب ابیات لکھی ہیں اسی طرح اُنہوں نے دوسری مثنویوں میں سے بھی چند منتخب اشعار درج کئے ہیں۔

(۹) شیخ محمد اکرم غنیمت کشمیری :۔ ان کے حالات میں ان کی مشہور مثنوی "نیرنگ عشق" کا جس کا سالِ تصنیف ۱۰۹۶ھ ہے ابتدائی شعر بطور نمونہ لکھا ہے اور حاشیہ پر لکھا ہے۔

"تمام ایں مثنوی در جلد دیگر موجود است"
(حاشیہ کی اس قسم کی عبارت سے غالباً مصنف کی مراد یہ ہے کہ یہ مثنویاں متداول
اور موجود ہیں)

۱۰۔ میر شمس الدین فقیر دہلوی:۔ ان کے حالات لکھتے ہوئے مصنف نے ان کے دیوان کا ذکر کیا ہے اور
اس کے بعد ان کی مشہور تصنیف "مثنوی والہ سلطان" کا ذکر کیا ہے اور بطور نمونہ
اس مثنوی کے (۲۳۳) اشعار نقل کئے ہیں۔ حضرت فقیرؒ کا انتقال حج بیت اللہ
کو جاتے ہوئے ۱۱۸۳ھ میں بہ عمر (۶۵) سال ہوا۔ بقول تذکرہ نویس یہ جہاز طوفان
میں پھنس کر تباہ ہو گیا تھا۔

۱۱۔ فردوسی طوسی:۔ ان کے حالات لکھ کر مصنف نے "شاہنامہ" اور مثنوی "یوسف زلیخا" میں سے (۱۰۰)
اشعار کا انتخاب کیا ہے

۱۲۔ فخر الدین اسعد جرجانی:۔ ان کے حالات لکھتے ہوئے مصنف نے ان کی مثنوی "ویس درامین"
کا حوالہ دیا ہے اور اس میں سے (۷۰) ابیات کا انتخاب بحوالہ "ریاض الشعراء" مصنفہ
والہ داغستانی کیا ہے۔

۱۳۔ شیخ ابوالفیض فیضی فیاضی:۔ ان کے حالات لکھتے ہوئے مصنف نے ان کی مشہور مثنوی "نل دمن"
کے منتخب اشعار لکھے ہیں۔

۱۴۔ ملا فوق الدین یزدی:۔ ان کے حالات لکھتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ یہ عہد عالمگیری میں دہلی
آئے۔ ہزل گوئی۔ ہجا گوئی اور لطیفہ سنجی میں مشہور ہوئے اس قسم کی شاعری میں
ان کو مہارت تھی۔ اس کے بعد ان کی مثنویات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ "ایں ابیات
مزخرفات ایراد یافت" اور پھر وہ نمونے دئے ہیں جو واقعی مزخرفات حتیٰ کہ فواحشات
کے نمونے ہیں

مصنف کا نام نہ ابتداء میں ہے اور نہ آخر میں۔ البتہ فخر الدین اسعد جرجانی (۱۲) کے حالات لکھتے ہوئے
مصنف نے اپنے نام کو اس طرح سے ظاہر کیا ہے:۔

"چوں مثنوی ویس ورامین "جعفر (جعفر) علی ابراہیم مولف
ایں کتاب (را) باہتمام دستیاب نہ شد۔ و نظر براینکہ
انتخاب معتدان است وبطور منتخبات ایں ہیچمداں می نماید بنا
بمقصد بیت انتخابے راکہ در ریاض الشعرا مندرج است
دریں جا اثبات نمود"

مصنف نے اس تذکرہ کی تدوین میں متعدد تذکروں کا حوالہ دیا ہے اسی سلسلہ میں سراج الدین علی خاں آرزو کے مشہور تذکرہ کا حوالہ دیتے ہوئے اور حضرت شیخ ناصر علی سرہندی المتخلص بہ علیؒ کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے :۔

"بہ قول سراج الدین علی خاں آرزو شاعر مذکور (یعنی علی
سرہندیؒ) درائے ایں مثنوی کہ متداول است مثنوی
دیگر ہم دارد امابسیار پریشان و در بحر متعدد طرح
دادہ است"

تذکرہ میں شعراء کی زمانہ وار ترتیب نہیں ہے۔ بہرحال تذکرہ کافی مبسوط اور مفصل ہے۔ کاتب نے سرورق پر اس کا نام "تذکرۃ الشعراء" لکھا ہے۔ اسی لئے یہ نام لکھدیا گیا۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے کیونکہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ البتہ درمیان میں کئی جگہ کاتب نے بلا اظہار نام مختلف مہینوں کا نام لکھتے ہوئے "۱۲۰۸ھ" لکھا ہے۔ نسخہ کا خط معمولی نستعلیق ہے۔ بعض اوراق کرم خوردہ ہیں جن کی چٹ بندی کردی گئی ہے۔

$\frac{920}{103}$

۳۲۔ کلمات الشعراء :۔ ناقص الاول)

مصنفہ مرزا محمد افضل سرخوش۔ سال تصنیف ۱۰۹۳ھ / ۱۶۸۲ع اوراق (۹۸)۔ تقطیع ۱/۲ ۵" × ۱/۲ ۸"
(۱۱) ویں صدی ہجری کے ممتاز شعراء کا یہ مختصر تذکرہ ہے۔

آغاز :۔

آب بود معنیِ روشن غنی — چوب اگر بستہ شود گوہر است

اختتام :۔

درخانۂ ارجمند نادیدہ شعار — دیدیم طعامے کم و مردم بسیار
باد زدہ طعام بسکہ ریشخند شرکرد — چینی فغفور سراسر مو دار

یہ تذکرہ کافی مشہور و متداول ہے اس کا دوسرا نام تذکرہ سرخوش بھی ہے۔ شعراء کے تخلص کے اعتبار سے بترتیب حروف تہجی صرف شعراء کے نام و تخلص ہیں اور ان کے کلام کا نمونہ درج ہے۔ یہ سب شعراء تقریباً "سرخوش" کے معاصر ہیں۔

سرخوش کے متعلق مصنف "لباب الالباب" نے لکھا ہے کہ مرزا محمد افضل سرخوش عہد عالمگیری میں حکومت سے وابستہ تھے۔ شہنشاہ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد مرزا "دارالخلافت دہلی" میں گوشہ نشین ہو گئے تھے شہنشاہ فرخ سیر کے عہد تک زندہ رہے اور بقول مصنف ریاض الشعراء بہ عمر (۷۶) سال ۱۱۲۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ نسخہ بہ خط نستعلیق صاف لکھا ہوا ہے۔ نسخہ کافی کرم خوردہ ہے۔ جلد بندی انتہائی بے احتیاطی سے کی گئی ہے جس کی وجہ سے اکثر اوراق کے حاشیے ناقابل قرأت ہو گئے ہیں۔

ترقیمہ:-

"تمت تمام شد کلمات الشعراء تصنیف محمد افضل سرخوش"

آخر میں نہ کاتب کا نام ہے اور نہ سال کتابت درج ہے۔ لیکن خط اور کاغذ سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ۱۲ ویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ مصنف کی زندگی میں لکھا گیا ہو واللہ اعلم

۳۳-۱۹۱- خزانۂ عامرہ:-

۹۲۰ / ۳۳

مصنفہ حضرت سید غلام علی آزاد بلگرامی۔ سال تصنیف ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۲ء سال کتابت ۱۲۳۶ھ۔
اوراق (۲۰۸)۔ تقطیع ۶ × ۹

بہ ترتیب حروف تہجی شعراء ہند و بیرون ہند کا یہ وہ مشہور تذکرہ ہے جو مطبع نولکشور وغیرہ میں طبع ہو چکا ہے۔

آغاز:-

"سر کلام رجیعہ حمد صانعے کہ انسان را بگوہر گران
مایہ ناطقہ نواخت"

اختتام:-

"یوسف نہ کند شکوہ زبے مہری ایام   دارد دل خود جمع کہ انجام بخیر است

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین
والحمد للہ رب العالمین"

خزانۂ عامرہ کے دیباچہ میں بعد حمد و نعت و منقبت مصنفؒ نے وجہ تالیف لکھتے ہوئے تاریخ تصنیف "سنہ ست وسبعین ومائہ والف"
لکھ کر یہ مصرعۂ تاریخ بھی لکھا ہے جو مصنفؒ کے ایک قطعہ کا آخری مصرعہ ہے

"حق دادہ عجب خزانۂ عامرہ"
۱۱۷۶ھ

کاتب نے ابتدا میں ان تمام شعراء کے ناموں کی فہرست بہ ترتیب حروف تہجی بھی لکھدی ہے

ترقیمہ:۔

کتبہ بندہ رستم خاں نسخہ ہذا ہنگام بودن مشرق دیار برادر حسب رضا
لطف شعار والا اتبار سید محمد سعید خاں بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ
بہ طریق یادگار نویسایندہ داد ندجزاہ اللہ فی الدارین خیرا

تاریخ

کتاب دلکشائے میر آزاد — رقم گشتہ ز لطف مشفق ما
اگر سلطان کسے تاریخ پرسد — بگو نقل کتاب خوب و زیبا
۱۲۳۷ھ

تاریخ گو کوئی شاعر "سلطان" ہیں۔ کتاب اچھی حالت میں ہے اور بہ خط شکستہ آمیز صاف لکھی ہوئی ہے

۴۳۔ مآثر الکرام جلد اول:۔

۹۲۰ / ۱۰۵

مصنفہ جناب میر غلام علی آزاد بلگرامیؒ۔ سال تصنیف ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۲ء۔ کتابت ۱۲۰۳ھ اوراق (۸۸)
تقطیع ۵½" × ۸½"

یہ علماء، فقراء ہند کا وہ تذکرہ ہے جس میں بیشتر حضرات بلگرام (ضلع ہردوئی) یوپی کے رہنے والے تھے۔
جستہ جستہ ان علماء فقرا کا بھی تذکرہ ہے جو بلگرام کے نہیں ہیں

آغاز:۔

نسائم المحامد سادیۃ الی الحی السرمدی،
وازھار التصلیۃ والتسلیم باسمۃ علی العریش
الاحمدی

اختتام :-

این نامۂ خاص اوج پرور | ما اطیبہ شامہ مسک
انجام بعون ایزدی یافت | تاریخ شنو "ختامہ مسک"
۱۱۶۶ھ

مصنف نے بعد حمد و نعت دیباچہ میں حب وطن کے حصول کو بحوالہ احادیث نبوی بیان کرتے ہوئے وجہ تصنیف کو لکھا ہے اس کے بعد لکھا ہے :-

".. این صحیفۂ مخصوص مشائخ و فضلا است و مرآت عکوس
این بزرگ طائفہ والا"

اس کے بعد اس کی دوسری جلد "سرو آزاد" کا بھی ذکر اس طرح سے کیا ہے

" برائے شعراء السنۂ ثلثہ (عربی فارسی - ہندی)
رنگ سواد علیحدہ ریختیم و از بعض وجوہ فصلیں را با فصول
شعراء نیامیختیم

چونکہ مصنف نے اپنے اہل وطن کے علماء و فضلا کے حالات قلمبند کئے ہیں اس لئے اس نسخہ کا نام "ماثر الکرام فی تاریخ بلگرام" لکھتے ہوئے اس کو حسب ذیل، دو فصلوں پر تقسیم کیا

(۱) فصل اول :- در ذکر فقراء قدس اللہ اسرارہم

(۲) فصل دوم :- در ذکر فضلا نور اللہ مضاجعہم -

یہ گویا تذکرہ کی پہلی جلد ہے - دوسری جلد میں جس کا نام "سرو آزاد" ہے شعراء عربی و فارسی و ہندی کے حالات لکھے ہیں - مصنف نے آخر میں اپنا حال زیر عنوان "راقم این سواد بندۂ آزاد" لکھا ہے جس میں مصنف نے حالات سفر حجاز مقدس کو خصوصیت سے لکھا ہے - مصنف نے تاریخ تصنیف کا قطعہ لکھتے ہوئے "ختامہ مسک" کے جملہ سے تاریخ تصنیف نکالی ہے جو ۱۱۶۶ھ ہوتی ہے -

ترقیمہ :-

" از بسکہ بنا بر آمد و رفت بلگرام از برادران آں مقام صاحبان آں جا قطع نظر از وطن و قرابت آبائے کرام النفع دامنے زائد الوصف حاصل شد اکثر اوقات تذکرۂ آں جا خوش می آمد لہذا این کتاب کہ مشتمل بر احوال بلگرامیاں

است دست بدست بانتساخ رسید بتاریخ بستم
و پنجم محرم مکرم روز یکشنبہ ۱۲۰۳ھ نبوی صلعم"
کاتب نے اپنا نام اور مقام کتابت نہیں لکھا
اس کے بعد کاتب نے عربی رسالہ "سبحۃ المرجان" مصنفہ حضرت آزاد بلگرامیؒ سے مولانا سید قمرالدین الحسینی اور ان کے صاحبزادہ میر نورالہدیٰؒ کے حالات کو بھی نقل کر دیا ہے۔ موخرالذکرؒ کے حالات ناقص رہ گئے کیونکہ کتاب کے آخر کے اوراق نہیں ہیں
خط معمولی نستعلیق و شکست آمیز ہے
شروع کتاب میں ہر دو فصلوں کی فہرست بھی ہے۔ جس میں اُن بزرگوں کے نام ہیں جن کے حالات اس کتاب میں ہیں
سرورق پر نام کی دو مہریں ہیں ایک میں نام کا سجع "محمد آمدہ سلطان عالم" ہے دوسری مہر میں سید سلطان عالم ۱۲۲۰ھ" ہے۔

۳۵۔ ایضاً۔ ایضاً

$\frac{920}{106}$

سال کتابت ۱۲۹۶ھ۔ اوراق (۲۱۹)۔ تقطیع ۷ × ۱۱ ½"

"آثرالکرام" کا یہ دوسرا مکمل نسخہ ہے جو بہت معمولی خط شکست میں لکھا ہوا ہے۔ کاغذ بھی معمولی ہے۔
اس نسخہ میں بجائے مولانا قمرالدینؒ کے حالات کے جو نسخہ سابقہ میں ہیں کاتب نے بعد ختم کتاب یہ لکھتے ہوئے

" بعد اتمام ایں کتاب نسخہ دیگر بہم رساند (رسید) ازاں
فہرست بر گرفتہ شد فاما در نسخہ مذکورہ و منقول عنہ
تفاوتے خفیف یافتہ شد بالخصوص در احوال سید
عبدالجلیل وغیرہ وغیرہ"

کاتب نے اس تفاوت کی وجہ سے ان بزرگوں کے حالات نقل کئے ہیں جو نسخہ منقول عنہ میں نہیں تھے جس میں بیشتر میر عبدالجلیل بن میر عبدالواحد بلگرامی اور ان کی اولاد و احفاد کے حالات ہیں کاتب نے ترقیمہ میں سال کتابت ۱۲۹۶ھ لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ

" نسخہ منقول عنہ مسودۂ خاص حضرت مولف بود"

۳۶۔ تذکرۂ بے نظیر۔

$\frac{920}{106}$

مصنف سید عبدالوہاب افتخار بخاری۔ سال تصنیف ۱۱۷۲ھ۔ اوراق (۱۱۲) تقطیع ½۵ × ½۸۔
مصنف نے یہ تذکرہ اپنے ہم عصر فارسی شعرا کا بہ ترتیب حروف تہجی باعتبار تخلص لکھا ہے

آغاز:۔

جہان جہاں حمد معروض بارگاہ صنعت طرازی کہ پیدا دانی
معانی را در شہنشاہی الفاظ جا داد

اختتام:۔

پس آفتاب ہر صبح بارادۂ قدمبوسی والا بر شرق می گردد

مصنف نے حمد و ثنا کے بعد اپنا نام لکھتے ہوئے پہلے تو وجہ تالیف کو لکھا ہے اور اس کے بعد تذکرہ کے نام کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ ۔

میر صاحب (میر غلام علی آزاد) والامناقب سلمہ
اللہ الواہب نام و تاریخ ایں مختصر بے نظیر یافتند
۱۱۷۲ھ

اور اسی کے بعد حضرت آزاد کا یہ تاریخی قطعہ لکھا ہے۔

قطعہ

سید صاحب معانی افتخار — کلک گوہر ریزِ او ابر مطیر
کرد از آثار عالی فطرتاں — طرح تالیف لطیفۂ دلپذیر
بندہ آزاد مقید باسخن — نام و تاریخش رقم زد بے نظیر
۱۱۷۲ھ

اس کے بعد مصنف نے شعرار کا مختصر تذکرہ مع نمونۂ کلام بہ ترتیب حروف تہجی لکھا ہے۔ کل شعرار فارسی گو کی تعداد (۱۴۲) ہے ان میں بیشتر وہ شعرار ہیں جو بارھویں صدی ہجری میں سلطنت آصفیہ سے وابستہ تھے مصنف نے اپنے حالات میں اپنا نام لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ "وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری قدس اللہ سرہ العزیز کی اولاد میں تھا" پیدائش اور پرورش احمد نگر میں ہوئی اور اس کی شادی بقول خود:۔

با صبیۂ سید مرتضیٰ خاں حارس حصار شہر پناہ قلعہ دولت آباد

ہوئی اس کے بعد مصنف دولت آباد ہی میں مقیم ہو گیا۔ مصنف نے عربی، فارسی علوم متداول کے ساتھ ساتھ علم طب کی بھی تحصیل کی تھی اور شعر گوئی میں بھی مہارت پیدا کرلی تھی چنانچہ بقولِ خود ایک دیوان بھی ترتیب دیا تھا۔

مصنف کی تاریخ پیدائش اور وفات کا حال اس لئے نہ معلوم ہو سکا کہ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے اور نہ ابتدا میں اس کی طرف کوئی اشارہ ہے۔

آصفیہ لائبریری اور ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کی فہرستوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں یہ نسخہ نہیں ہے۔ نسخہ

معمولی خط نستعلیق جلی میں لکھا ہوا ہے۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔

۹۲۰/۱۸۰

۳۷- تذکرۂ میر تقی :-

مصنفہ میر تقی میر - سال تصنیف و کتابت ۱۲۲۲ھ ہجری - اوراق (۶۳) تقطیع ۱/۲ ۷" × ۱/۲ ۱۰"
مصنف نے بعد حمد و نعت مختصر تر دیباچہ میں اپنا نام لکھ کر ذاتی سوانح کی تالیف کے متعلق صرف اتنا لکھ دیا ہے

" دریں ایام بیکار بودم و در گوشۂ تنہائی بے یار احوال
خود را بہ متضمن حالات و سوانح روزگار و حکایات و
نقلہا نگاشتم "

آغاز :-

" حمد بیحد مر سخنورے را کہ یکۂ بیت یکتائی او بہ عالم دوید
و ثنا ر لا تعد صنعت گرے را کہ گوہر معنی در سلک نظم کشید "

اختتام :-

. . . . . اے باہنر کہ ایں نسخہ گردد بہ عالم سمر
ز تاریخ آگر شنوی بیگماں فزائی عدد بست و ہفت ابر
تمت الکتاب بعون الملک الوہاب در ۱۲۲۲ھ نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم مطابق ۱۸۰۸ء

مصنف نے اپنی سوانح کے ساتھ ساتھ اپنے عہد کے تاریخی واقعات کو بھی جو مصنف کے چشم دید ہیں لکھا ہے جو تاریخ ہند کے طلبہ کے لئے بہت مفید ہیں۔
مصنف نے تذکرہ کے اصولاً دو حصے کئے ہیں ایک حصہ وہ ہے جس میں مصنف نے اپنے حالات لکھتے ہوئے اپنے ذاتی تجربات اور مشاہدہ کو لکھا ہے اور اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر کے واقعات کو جو سلطنت مغلیہ کے تنزل کا باعث ہے کافی تفصیل سے لکھا ہے۔ دوسرا وہ حصہ ہے جس کے صرف چند اوراق ہیں اس میں مصنف نے مذاق زمانہ کے اعتبار سے چند لطائف و ظرائف۔ یہ لکھتے ہوئے " حالیہ خامہ لطائف چند بر زبان دارد برائے خاطر دوستاں بری نگارد " لکھ دئے ہیں جن میں بعض لطائف یقیناً پرلطف اور قدیم زمانہ کے ہیں اور بعض نہایت فحش اور گندے ہیں موجودہ نسخہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اس لئے نادر ہے۔ بخط نستعلیق نہایت خوبصورت لکھا ہوا ہے بین السطور میں بعض ضروری محاوروں اور مشکل لفظوں کے معانی بھی سرخی سے بخط نستعلیق لکھے ہیں نسخہ کا کاغذ بہت نازک ہے۔

بعض بعض اوراق کرم خوردہ اور سقیم تھے ان کی جِلد بندی کافی بے احتیاطی سے کی گئی۔ نسخہ کا سالِ کتابت و تصنیف غالباً ایک ہی ہے یعنی ۱۲۲۳ھ ہجری۔
سر ورق پر کچھ مہریں تھیں وہ مٹا دی گئی ہیں۔ دیباچہ کے پیشانی پر ایک مہر ہے اس کے نیچے "مالک عظمت اللہ صدیقی" لکھا ہے۔
ایک عرصہ ہوا اس کو انجمن ترقی اردو ہند نے مع مقدمہ کے (جو عبدالحق صاحب سابق آنریری سکریٹری انجمن کا لکھا ہوا ہے) طبع کرا دیا ہے۔ چونکہ ناشر نے اس مسودہ سے زیادہ استفادہ کیا ہے لہٰذا مقدمہ میں اس کا حوالہ تفصیلی طور پر دیدیا ہے

۳۸۔ مراۃ الاحوال جہاں نما (ناقص الآخر)

$\frac{920}{109}$

مصنف احمد بن محمد علی بن محمد باقر اصفہانی بہبہانی۔ سالِ تصنیف تقریباً ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء اوراق (۱۰۴)
تقطیع ۱/۲ ۶" × ۱/۲ ۹"
مصنف کا یہ خود نوشت تذکرہ ہے جس میں مصنف نے اپنے اسلاف کے حالات کے ساتھ ساتھ ایران اور ہندوستان کے متعدد صوفیاء کرام کے سوانح بھی لکھے ہیں۔

آغاز:۔

"الحمد للہ الذی جعل العلماء ورثۃ الانبیاء"

اختتام:۔

"نہ آنکہ عبادات و طاعات را بالمرہ ترک کند و بر سید الشہداء
بگرید و باین طلب آمرزش کند و نہ آنکہ یک من تریاق چکیدہ
را بخورد و بخوردن شیر معالجہ نماید"

مصنف نے بعد حمد و ثنا دیباچہ میں اپنا نام "احمد بن محمد علی بن محمد باقر الاصفہانی المشہور بالبہبہانی" لکھتے ہوئے اپنے اس سفرنامہ کا نام لکھا اور اس کے بعد
"شاہزادہ بلند ارادہ عظیم الوقار محمد علی خاں بہادر قاجار"
کا نام لکھتے ہوئے لکھا ہے:۔
آں مفخر زماں (شاہزادہ) را طالب سیر کتب و راغب
دریافت احوال ہر اقلیم و کشور دید"
اس لئے ان اوراق (سفرنامہ) کو۔

"تحفۂ حضور پر نور معدلت دستور آں زبدۂ آفاق گردانید"۔

اس تمہید و عنوان کے بعد مصنف نے لکھا ہے کہ:۔

"آں حاوی بر چند مجلد است و مجلد اول آں مشتمل بر پنج مطلب و خاتمہ"

یہ گویا پہلا مجلد ہے جس میں حسب ذیل (۵) مطلب (۳) مقصد اور ایک خاتمہ ہے

(۱) مطلب اول:۔ حالات مجتہد محمد تقی مجلسی و اولاد و احفاد آں

(۲) مطلب دوم:۔ حالات ملا محمد باقر مجلسی و اولاد آں

(۳) مطلب سوئم:۔ حالات مولانا محمد صالح مازندرانی

(۴) مطلب چہارم:۔ حالات ملا محمد باقر اصفہانی المشہور بہ بہبہانی جد مصنف

(۵) مطلب پنجم:۔ حالات مصنف کتاب (اس میں تین مقصد ہیں)

(الف) مقصد اول۔ ذکر مجملے از بدو ولادت تا ورود جزیرہ بمبئی

(ب) مقصد دوم۔ ذکر از بدو ورود جزیرۂ بمبئی تا اوان ختم ایں رسالہ

(ج) مقصد سوئم۔ در بیان احوال سلاطین فرنگ و مملکت ایشاں و احوال بادشاہ انگریز و ملک و احوال کمپنی یعنی جمعے از تجار آں قوم کہ مملکت وسیع ایشاں ہندوستاں را مسخر نمودہ اند و شرح کیفیت حکومت و ریاست و عادات و صناعات ایشاں است

۶۔ خاتمہ:۔ ــــــــ در نصائح متعلقۂ سلطنت

فی الحقیقت مصنف نے یہ اپنا سفر نامہ لکھا ہے جس میں اس نے اپنے تجربات و مشاہدات کافی تفصیل سے لکھے ہیں۔ کربلا وغیرہ ہوتا ہوا وہ ہندوستان غالباً ۱۲۲۰ھ میں پہنچا اور احمد نگر، حیدر آباد ہوتا ہوا وہ لکھنؤ بہ عہد" نواب سعادت علی خاں بہادر" وارد ہو پہنچا۔

سفر نامہ کافی دلچسپ ہے (۱۸۰۵ء) وہی صدی عیسوی کی تمدنی تاریخ ہند و ایران کا گو مجمل مگر اچھا مرقع ہے۔ مصنف فرقۂ امامیہ سے متعلق ہے۔ چنانچہ مسقط کے قیام کے زمانہ کا حال لکھتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ:۔

"در اغلب اہل سوق آں از طائفۂ ہنود اند و حکام آنجا اگرچہ
بہ مذہب" (یعنی اہل سنت) اند لیکن ہمگی در وش مسلک
و بعدل و داد موصوف اند"

اس کے بعد آگے چل کر مصنف نے لکھا ہے:۔

"و با آنکہ حکومت آں متعلق" بہ خوارج" است از برکت سید الشہدا
شیعاں را ہیچ از عزاداری نیست بر ملا و علانیہ ماتم داری می کنند"

مسقط سے جانب بمبئی بذریعہ جہاز روانگی کا حال لکھتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ :۔

"در اثنار راہ نہایت خوش گزشت وچوں اہل آں ہمہ
(مسافر) ازسنی بودند تقیہ می کردم"

"مقصد دوم" میں مصنف نے سب سے پہلے ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے نام مع تفصیل کے لکھے ہیں۔ ا
کے بعد یہاں کی موسمی حالات اور میوہ جات وغیرہ کو بیان کرتے ہوئے نہ صرف یہاں کی تمدنی حالت پر روشنی ڈالی ہے
بلکہ بعض جگہ ایران اور ہندوستان کے تمدن کا دلچسپ مقابلہ بھی کیا ہے۔ مصنف شیخ علی حزیں کے انتقال کے بعد
ہندوستان آیا چنانچہ وہ بنارس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :۔

"شیخ محمد علی حزیں در آنجا ساکن بود تا آنکہ برحمت ایزدی
پیوست وقبرش درآں مشہور است"

سفرنامہ قابل مطالعہ ہے افسوس ہے کہ اس "مجلد اول" کے آخر میں کچھ اوراق کم ہیں۔ قیاس یہ ہوتا ہے کہ کاتب سے
باقی ماندہ اوراق نقل نہیں کئے۔ "مقصد سوم" اور خاتمہ نقل کرنے سے رہ گیا خط شکست آمیز ہے۔
مصنف کی پیدائش بمقام کرمان شاہ محرم الحرام ۱۱۹۱ھ میں ہوئی۔ اور وفات لکھنؤ میں ہوئی۔ چونکہ تاریخ وفات
کا پتہ نہ چل سکا اس لیے صحیح عمر نہیں لکھی جاسکتی ہے۔ ۱۲۲۲ھ میں مصنف لکھنؤ آیا۔ جہاں عرصہ تک رہا۔ مزید حالات زندگی نہ معلوم
ہوسکے۔

۳۹۔ تذکرۃ الاحوال

۹۲۰
۱۱۰

مصنف شیخ علی حزیں۔ سال تصنیف ۱۱۵۴ھ۔ سال کتابت ۱۲۷۴ھ اوراق (۱۱۱) تقطیع ۵"×۸"۔
شیخ علی حزیں مرحوم نے یہ اپنا تذکرہ جس میں تربیت و تعلیم۔ سفر اور سکونت ہندوستان کے علاوہ بعد
علمار و شعرار ایران کے حالات بھی مجملاً لکھے ہیں۔ اس نسخہ کے ابتدائی غالباً دو اوراق جو حمد و ثنا اور کچھ دیباچہ سے
متعلق ہیں نہیں ہیں۔

آغاز :۔

"جانے کہ تو دادۂ فدائے تو کنم" ۔۔۔
"چوں انسان ہمیں ثمرہ وگزین سرمایہ درکارگاہ تحصیل عبرت است"

اختتام :۔

برخیز حزیں از سر دنیا برخیز زیں کہنہ دہن نوالۂ بیجا برخیز

تنہا تو دریں انجمنے بیگانہ ۔ برخیز ازیں میانہ تنہا برخیز

نسئل اللہ الغفران وان یبدل بالفرح الاحزان ۔ انہ جواد کریم

مصنف نے دیباچہ میں "سرگزشت خود نوشت" پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے اپنے نام ونسب سے تذکرہ شروع کر دیا اور تذکرہ کو دوسرے مصنفین کے طرز پر ابواب وفصول پر تقسیم نہیں کیا بلکہ سرگزشت کو بدون ترتیب خاص شروع کر دیا ۔ اس میں مصنف نے اپنے والد اور اپنے اساتذہ کے حالات لکھے ہیں اس کے بعد اپنے سفر کے حالات کو لکھتے ہوئے ہندوستان میں پہنچنے اور مختلف شہروں میں قیام کا مفصلاً ذکر کیا ۔ آخر میں بقول خود

"مجملاً ازچین ورود شاہجہاں آباد تا حال تحریر کہ آخر سال

اربع وخمسین ومائتہ بعد الالف است

دہلی میں اپنے سہ سالہ قیام کو لکھتے ہوئے لکھا ہے :۔

" پیوستہ درخیال حرکت ونجات ازیں کشور کہ بہ غایت

مسافر افتادہ بودم واز کثرت موانع عائقہ میسر نیامدہ"

بقول خود (۵۳) سال عمر کے گزار دیئے اور آخر کار وہاں سے چل کر بنارس میں مستقلاً قیام کیا ۔ جہاں کافی عرصہ تک قیام رہا اور وہیں سپرد خاک ہوئے ۔ مصنف نے ابتدا میں اپنی ولادت :۔

" ولادت در روز دوشنبہ بست وہفتم شہر ربیع الثانی بہ

سال ہزار ویکصد وسہ ہجریہ در دارالسلطنت اصفہان"

لکھی اور ۱۱۵۴ھ میں تذکرہ کا سال تصنیف لکھتے ہوئے اپنی عمر (۵۳) سال کی لکھی ہے ۔ حساب سے یہ عمر غلط معلوم ہوتی ہے ۔ ممکن ہے کہ کتابت کی غلطی ہو اور بجائے (پنجاہ ویک) کاتب نے (پنجاہ وسہ) لکھدیا ہو ۔ بہرحال تذکرہ کافی دلچسپ اور پر از معلومات ہے ۔ "شیخ حزیں" ہمیشہ حزیں (یعنی غمزدہ) ہی رہے اور کہیں اطمینان کی زندگی بسر نہ کر سکے ۔ تذکرہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی جگہ خوش نہ رہے ۔ نسخہ کا خط شکستہ آمیز ہے ۔ کاتب نے اکثر جگہ املا کی غلطیاں کی ہیں ۔

ترقیمہ :۔

تمت تمام شد بہ خط خام بندۂ عاصی محمد واحد ساکن بلگرام

بتاریخ بست ویکم شہر رمضان المبارک ۱۲۷۴ھ یکپاس

روز برآمدہ بود تحریر یافت

۴۰۔ بدائع وقائع

مصنف راجہ انندرام مخلص۔ سال تصنیف ۱۱۶۳ھ۔ مکتوبہ ۱۲۰۲ھ۔ اوراق (۱۸۶)۔ تقطیع ۵×۸
راجہ انند رام مخلص نے یہ گویا اپنی "سرگذشت" لکھی ہے

آغاز۔

خداوندا چوں گل چینی بہارستانِ حمدت کہ جواہر مضمون؟
(معنا لیا مضمون) عشر در اں گلزمین مانند شگوفہ اجزا
از ہم می ریزد :۔

اختتام :۔

حاجی برفاقتِ شاں پیشتر روانہ شد و بست و دہم جمادی الثانی
سن مذکور ۲۹ھ جلوس محمد شاہی) حاجی باچھکڑہ ہائے
احوال و اقبال بہ خیریت بہ لاہور رسید

مصنف نے مختصر حمد کے بعد اپنے "گوشۂ تنہائی" اور وجہ تالیف کو بیان کرتے ہوئے "بدائع وقائع" نام لکھ کر قارئین کو اپنی کتاب کی طرف یہ کہکر متوجہ کیا ہے :۔

زیں پریشاں نسخہ گذر سرسری   سرگذشتِ مخلصِ دیوانہ است

اس کے بعد اس نے اپنے زمانہ کے واقعات کو ۱۱۴۵ھ سے شروع کر کے ۱۱۶۳ھ پر ختم کیا۔ گویا اس میں شہنشاہ محمد شاہ کے انتقال ۱۱۶۱ھ کے دو سال بعد تک کے اس کے ذاتی اور صفاتی سوانح ہیں۔ سب سے پہلے اس نے اپنے مربی نواب وزیر الممالک اعتماد الدولہ چین بہادر نصرت جنگ کی تعریف لکھتے ہوئے نواب صاحب کی جاگیر سود آباد کی تفصیل لکھی جہاں وہ نواب صاحب کے ساتھ سیر و شکار کے سلسلہ میں گیا تھا۔ اس کے بعد دوسرے واقعات مع احوال افسران اعلیٰ سرکاری اور احباب اور اعزا کا حال اور اپنی سیر و تفریح شاعری اور ارباب نشاط کے ساتھ اپنی دلچسپیوں کا حال قلمبند کیا ہے۔ اس میں بعض تاریخی واقعات کو بھی قلمبند کر دیا ہے جو اس عہد میں پیش آئے۔ آخر میں اپنے خدمتگار "چنتامن" اور غلام "رام داس" کی عادتوں کو لکھتے ہوئے "چنتامن" کے قاتلانہ حملہ کو لکھا جو اس نے سوتے میں "رام داس" پہ کر کے اس کا کام تمام کیا۔ چنانچہ مصنف نے جو اس کی موت اور "چنتامن" کے مجرمانہ فعل پر مرثیہ لکھا ہے اس کا آخری شعر یہ ہے جس میں اس نے اس قتل کی واردات کی تاریخ بھی لکھی ہے۔

مگر کشید آہ و من بعد گفت   بگو خونِ ناحق شدائے اہلِ داد

بہرحال کتاب انشا نیز تاریخ کے اعتبار سے کافی دلچسپ اور پراز معلومات ہے ۱۱۶۳ھ
کتاب کے ابواب و فصول کے اعتبار سے کوئی تقسیم نہیں ہے اور نہ کوئی خاص ترتیب ہے۔ فی الحقیقت "مخلص" نے اپنی گوشۂ تنہائی کی کلفت کو دور کرنے کے لئے یہ مشغلہ نکالا تھا۔

کتاب کے عنوانات سُرخی سے لکھے ہوئے ہیں۔ کتاب معمولی خط شکست آمیز میں لکھی ہوئی اور بقول کاتب مصنف کے دستی نسخہ کی نقل ہے۔

ترقیمہ:-

تمت تمام شد کتاب بدائع و قائع تصنیف راجہ انند رام
تخلص بہ مخلص از مردم شاہجہاں آباد کہ در خجستہ عہد
بادشاہ چہار دانگ ہندوستاں جنت نشان شاہ جم جاہ
محمد شاہ بادشاہ غازی نقل شدہ از کتاب راجہ ستیتی چند
کہ باظہار بشار الیہ جد مشار الیہ بود و از کتاب
کہ نقل نمودم بخط مصنف بود۔ نقل نمودہ بتاریخ روز ہشتم
ماہ محرام الحرام ۱۲۰۲ھ باتمام رسید

۱۔ ریاض الانشاء ۔ (تاریخ ہند) ۹۵۴/۱۱۲

مصنف محمود گاداں المعروف بہ خواجہ جہاں۔ تصنیف قبل ۸۸۶ھ/۱۴۸۱ء۔ مکتوبہ ۱۳۰۰ھ اوراق (۱۶۱)۔
تقطیع ۶ × ۱۰ :

یہ مشہور وزیراعظم دکن محمود گاداں کے مکتوبات کا مجموعہ ہے جو اگرچہ انشا و ادب کا نمونہ ہے لیکن اس کے ساتھ وہ تاریخی اہمیت بھی رکھتا ہے اول کا ایک ورق نہیں ہے اس لئے آغاز کی عبارت یہ ہے

آغاز:-

ما راچہ حد حمد و ثنائے تو بود   ہمہ حمد و ثنائے تو سزائے تو بود
الٰہی ماختگانِ بادیۂ طلب راکہ بنیاد حیات از آب و خاک
کرپہ دتبارد باد و آتش آہ۔

اختتام :-

والمسئول من الله، ان یخطط صحائف ذترات
على انه بیوقه القواطع و ینقط خطوط سطورها
بالسنة اللوامع وان یوتیه من حلل الاعمار
ما یکون ذیده ابد اکما اتاه من الملك
ما ارویت احدا

محمود گاواں کا نام عماد الدین محمود بن محمد گیلانی تھا جو خواجہ جہاں کے نام سے مشہور تھا۔ دکن کا یہ وہ ممتاز وزیر اعظم تھا جس کی یادگار بشکل مدرسہ بیدر (دکن) آج تک اس کے علمی کارناموں کو سراہتی ہے۔ ۸۸۶ھ / ۱۴۸۱ء میں اس کا انتقال ہوا اور بیدر میں دفن ہوا۔ اس کی ایک کتاب اور "مناظر الانشاء" بھی ہے۔ زیر نظر کتاب کے نسخہ جات بیشتر کتب خانوں میں ہیں مگر راقم کی رائے میں زیر نظر نسخہ قدیم تر مکتوبہ ہے۔ کیونکہ مرحوم کی وفات سے (۱۷) سال کے بعد لکھا گیا اس میں مختلف قسم کے رقعہ جات ہیں۔ آخری مکتوب شاہ مصر کے نام عربی میں ہے جو محض خیر سگالی ہے جو موجودہ زمانہ کی سیاست کا ایک اہم جزو ہے۔ نسخہ میں مفید حاشئے بھی ہیں۔ جس میں الفاظ اور جملوں کے معانی کے علاوہ رقعہ کے موضوع کی طرف بھی اشارہ ہے۔ بعض بعض مکتوب میں اس کی اپنی مصنفہ نظمیں اور قصیدے بھی ہیں جو فارسی کے بھی ہیں اور عربی کے بھی۔ درمیان کے کچھ اوراق آب خوردگی کی وجہ سے خراب ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے الفاظ بدشواری پڑھے جاتے ہیں۔ رقعہ جات کے عنوانات سرخی سے عربی میں لکھے ہوئے ہیں۔ خط قدیم نستعلیق معمولی ہے۔ حاشئے کسی اور کے لکھے ہوئے ہیں۔

ترقیمہ :-

قد فرغت من تسوید هذا الانشاء الموسوم
بریاض الانشاء بعد الظهر فی البلد الفاخر
لاهور فی الیوم الاحد فی ۲۰ شهر رمضان
المبارك سنة ۱۰۰۳ على ید الضعیف النحیف
الراجی الی رحمة الله القوی الهادی جمال
الدین بن جلال الحافظ الکلام الربانی
فی حقه و ملکه بحکم الکتابة من ادعی
سواه فقد بطل دعواه

یہ نسخہ عزیزم و برادرم رشید احمد صاحب صدیقی ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی (علیگ) پنشنر سشن جج حیدر آباد (دکن) کے عطیہ کتب خانہ کا ہے عزیزم موصوف نے میرے کہنے پر یہ قیمتی کتب خانہ اپنے والد بزرگوار کی یادگار میں جن کی یہ ملکیت میں تھا عطا کیا جتنی کتابیں انھوں نے بطور عطیہ دی ہیں ان میں علاوہ عربی۔ فارسی اور اردو مطبوعات کے ایکسو کتابوں سے زیادہ قیمتی نسخہ جات بھی ہیں جن میں سے بعض اہم اور نادر ہیں جزاہ اللہ خیر الجزا چنانچہ ان پر "عطیہ" کی مہر مع نام معطی کے لگوا دی گئی ہیں۔ اسی کے ساتھ "انشاء دستور الہی" مجلد ہے جو نمبر $\frac{954}{150}$ پر طبع ہے

۲۔ ہمایوں نامہ :۔ (ناقص الاخر) $\frac{954}{113}$

مصنفہ گلبدن بیگم بنت بابر بادشاہ۔ مکتوبہ ۱۹۰۳ء۔ اوراق (۵۱) تقطیع ۶½ × ۱۰۔

ہمایوں نامہ کا یہ ناقص الآخر نسخہ ہے جس کو ہمایوں بادشاہ کی بہن گلبدن بیگم نے ہمایوں بادشاہ کے حالات میں مرتب کیا

آغاز۔

حکم شدہ بود کہ انچہ از واقعہ فردوس مکانی و حضرت
جنت آشیانی میدانستہ باشید بنویسید۔

اختتام :۔

در نواحی رہتاس کہ رسیدند بہ سید محمد حکم کردند کہ ہر دو چشم
مرزا میل کشند۔ در ساعت رفت و میل کشید حضرت
بادشاہ بعد از میل کشیدن . . . . .

گلبدن بیگم نے بقول خود (جیسا کہ آغاز کے جملوں میں ہے) ہمایوں بادشاہ کے حکم سے ہمایوں بادشاہ کے حالات میں یہ مختصر کتاب لکھی کتاب میں نہ تحمید ہے اور نہ تمہید بلکہ بسم اللہ کے بعد اپنے بھائی کے حکم کا حوالہ دیتے ہوئے مصنفہ نے بطور معذرت یہ لکھا ہے :۔

"وقتے کہ حضرت فردوس مکانی از دار الفنا بہ دار البقا
خرامیدند این حقیر (یعنی گلبدن بیگم) ہشت (۸) سالہ بود و بیان
واقع شاید کمتر کہ بہ خاطر ماندہ بود۔ بنا بر حکم بادشاہی
انچہ شنیدہ و بہ خاطر بود نوشتہ می شود"

اس کے بعد بقول خود :۔

" دراولِ ایں جزء از واقعۂ حضرت بابا ام نوشتہ می شود
اگرچہ در واقعہ نامہ (غالباً تزک بابری) حضرت بادشاہ
بابا ام ایں سخناں مذکورست بنابر تیمناً وتبرکاً نوشتہ می شود"

مصنف نے شہنشاہ بابر کے ابتدائی زندگی کے حالات کو قلمبند کرکے ہندوستان کے حملہ اور فتح کو اس طرح لکھا ہے :۔

" تا آنکہ تب۔ نجم روز جمعہ غرہ صفر ۹۳۲ھ (نہصد سی ودو)
از دہ یعقوب" نزولِ اجلال کوچ بکوچ متوجہ ہندوستان
شدند ولاہور وسرہند وہر ولایت کہ در سر راہ بود فتح
کردند بتاریخ ہشتم ماہ رجب روز جمعہ ۹۳۲ھ در پانی پت
بہ سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر بن بہلول لودی جنگ
صعب کردہ بہ عنایت الٰہی غالب آمدند وسلطان ابراہیم
دراں جنگ کشتہ گشتہ"

مصنف نے شاہنشاہ بابر کے تفصیلی حالات کے بعد ہمایوں کے عہد کو قلمبند کیا ہے جس میں کافی تفصیل ہے۔ آخر میں مرزا کامران اور مرزا ہندال (برادران ہمایوں) کی باہمی جنگ کو لکھتے ہوئے مرزا ہندال کی شہادت اور مرزا کامران کی گرفتاری کو لکھا ہے اس کے بعد اس فیصلہ کو لکھا ہے جو ہمایوں بادشاہ نے تمام امراء کے محضر کی بنیاد پر مجبوراً مرزا کامران کے خلاف کیا۔ یعنی :۔

ہر دو چشم مرزا کامران را میل کشند"

کاتب نے یہیں تک کتاب نقل کی ہے۔ اس کے کاتب "اصغر محمد اختر" مارہروی ہیں جنھوں نے ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء کو لندن کے برٹش میوزیم کے نسخہ سے اس کو نقل کیا ہے چنانچہ خاتمہ پہ اپنا نام لکھتے ہوئے مندرجہ بالا تاریخ لکھی اور سرورق پر انگریزی میں لکھا ہے :۔

Copeid from the British
Muslum Persian Mss.

کاتب کو فارسی پر عبور نہیں معلوم ہوتا ہے کیونکہ نسخہ میں املا کی کافی غلطیاں ہیں مثلاً "رانا" کو "رعنا" اور "تمہ" "تتمہ" وغیرہ وغیرہ لکھا ہے اگر اصل نسخہ میں غلطیاں تھیں تو نقل کرنے والے کو چاہئے تھا کہ وہ نقل میں اس کو درست کرلیتا ایسا نہ کرنا کم سوادی کی دلیل ہے۔ خط معمولی نستعلیق ہے

$\frac{954}{114}$

۳- دیباچہ اکبرنامہ۔ (ناقص الآخر)

علامی ابو الفضل۔ تصنیف قبل ۱۰۱۱ھ۔ اوراق (۱۰) تقطیع ۴½ × ۸

علامی ابو الفضل کی مصنفہ تاریخ اکبرنامہ کا یہ دیباچہ ہے۔ کاتب نے صرف دیباچہ ہی نقل کیا ہے وہ بھی پورا نہیں۔ علامی کی سوانح آئندہ درج کی جائیں گی

آغاز:۔

اللہ اکبر ایں چہ دریا نشیت اشرف وشناختہ اشرف

اختتام:۔

تا ایں راز حوصلۂ بشری برتر داند ازلبس باند

یہ مشہور تاریخ اکبرنامہ کا دیباچہ ہے جس میں صرف عبارت آرائی اور انشا پردازی ہے اس کی اہمیت بس یہی ہے کہ یہ ایک تاریخ کا دیباچہ ہے اور کوئی اہمیت نہیں ہے۔ خط معمولی نستعلیق ہے۔ اس کے ساتھ حسب ذیل (۳) اور نسخہ جات مجلد ہیں جو فن قصص وحکایات یا انشا کے متعلق ہیں مگر چونکہ یہ دیباچہ اکبرنامہ کے ساتھ مجلد ہیں اس لئے ان سب کو فن تاریخ ہند ہی میں درج کر دیا گیا ہے دیباچہ اکبرنامہ کا خط نستعلیق جلی ہے۔

۱- حسن وعشق (مصنفہ نعمت خاں عالی۔ $\frac{954}{157}$ ۲ مشابہات طغرا (حسن وعشق $\frac{954}{172}$) ۳ چند مختصرات ومکتوبات $\frac{954}{161}$

$\frac{954}{115}$

۴- مکاتبات علامی:۔ (ہر دو دفتر مکمل)

مرتب شیخ عبد الصمد ابن افضل محمد۔ سال ترتیب ۱۰۱۵ھ مکتوبہ ۱۲۱۴ھ اوراق (۱۴۳) تقطیع ۶ × ۱۰½

علامی شیخ ابو الفضل کے یہ وہ مکاتبات ہیں جن کو علامی کے قتل کے بعد ۱۰۱۵ھ میں ان کے بھانجے عبد الصمد افضل محمد نے مرتب کیا۔

آغاز دفتر اول:۔

گوناگوں نیائش مرد اورے کہ وجود بشر را از کارخانۂ عنایت کسوت حیات پوشانیدہ

اختتام دفتر اوّل :-

در باب سر انجام راہ حکم اشرف صادر شدہ بجلوۂ ظہور
خواہد رسید

آغاز دفتر دوم :-

عرضداشت کمترین بندہا ابو الفضل بتوجہ شاہنشاہی

اختتام دفتر دوم :-

انچہ درہر باب بہ خاطر رسد اعلام بخشند کہ ترا اہل
دانستہ نوشتہ ام والسلام والعاقبت بالخیر وعلی
من اتبع الہدیٰ

مرتب عبد الصمد نے ان مکاتبات کو حسب تفصیل ذیل تین قسموں پر منقسم کرکے (۳) دفتروں پر مرتب کیا ہے جیسا کہ مرتب نے بعد حمد و ثنا دیباچہ میں خود لکھا ہے :-

۱- دفتر اول :- مکاتبات دفتر این کہ از زبانی حضرت شاہنشاہی بملوک ایران و توران و امراء عالی شان رقم زدہ کلک سعی رسشح گردانیدہ اند

۲- دفتر دوم :- عرائض و خطوط کہ خود بہ حضرتِ خاقانِ زماں و خوانین بلند مکان نگارش فرمودہ اند

۳- دفتر سوم :- خطب و اختتام و انتخاب کتب و بیاضہا و نثرہائے دیگر

اس تقسیم و تفصیل کے بعد مرتب نے تکمیل ترتیب کی یہ تاریخ لکھی ہے :-

این نسخہ کز و علم و ادب نامی شد	یک موج ز بحر طبع فہامی شد
در ساعت نیک چوں بسر انجام گرو	تاریخ مکاتبات علامی شد

علامہ شیخ ابو الفضل کے تبحر علمی کے جملہ معاصرین اور مابعد کے لوگ نہ صرف قائل ہیں بلکہ رطب اللسان بھی ہیں۔ شہنشاہ جہانگیر اپنی ولیعہدی کے زمانہ میں شیخ کے مخالف ہوگئے تھے اس لئے ابو الفضل نے دکن سے واپس ہوتے ہوئے سنہ۱۰۱۱ھ میں راستہ میں قتل کرا دیا تھا۔ کیونکہ شیخ پر یہ الزام لگایا تھا کہ شہنشاہ اکبر کو گویا بے دین شیخ ابو الفضل نے کیا۔ بہرحال یہ ایک مذہبی بہانہ بنایا گیا تھا ورنہ یہ قتل سیاسی تھا۔ خان اعظم نے شہزادہ کی خوشنودی کے لئے بہ طور تخرجہ تاریخ وفات لکھی ہے جس کا مصرعہ یہ ہے :-

"تیغ اعجاز رسول اللہ سر باغی برید"

"باقی" میں سے (ب) کو خارج کرنے کے بعد باقی حروف کے اعداد (۱۱۰۱ھ) ہوتے ہیں یہی شیخ کا سال وفات ہے موجودہ مجلد میں دونوں دفتر ہیں اور مکمل ہیں جو بہ خط نستعلیق اور کہیں شکست آمیز لکھے ہوئے ہیں بعض بعض جگہ ضروری حواشی بھی ہیں۔

ترقیمہ میں کاتب نے ایک قطعۂ تاریخ کتابت بھی لکھدیا ہے جس میں اس نے اپنا تخلص (فرید) لکھتے ہوئے اس شخص کا نام لکھا ہے جس کے لئے یہ نسخہ نقل کیا اور اس قصبۂ جالیسر (ضلع علی گڑھ) کا نام لکھدیا جہاں کا وہ رہنے والا تھا قطعہ

شکر ایزد کہ کلک سحر نگار	بستہ بر تختۂ گلزار
از عبد لسان طبع سحر انگیز	شیخ ابوالفضل مخزن الحکم
بہر تعلیم احسان عبداللہ	قرۃ العین غرۃ الابصار
ساکن خوش سواد جالیسر	طالب العلم غائب الافکار
دست سحر آفریں فرید حزیں	زد تراوش نہادہ یادگار

۱۲۱۳ھ

اس کے بعد "عبداللہ" نے اپنے قلم سے فارسی و عربی مہینوں کے نام لکھتے ہوئے ایک فارسی کی مقفیٰ عبارت لکھ کر
"بست وسوم ذیقات (ذی قعدہ) از خط خام عبداللہ"
لکھدیا ہے۔

۵۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔

۹۵۸ / ۱۱۶

اوراق (۹۰)۔ تقطیع ۷" × ۹"

یہ بھی اول اور دوم دفتر ہیں۔ دفتر دوم کا آخر ورق نہیں ہے۔ کاتب نے دوسرے دفتر میں بعض رقعات کے عنوانات نہیں لکھے تھے ان کو دوسرے نسخہ کی مدد سے مکمل کر دیا گیا ہے۔ آخر کا ورق غلط لگا دیا گیا ہے اس پر نوٹ لکھ دیا گیا ہے۔ خط شکست آمیز خفی ہے چونکہ آخر کا ورق نہیں ہے اس لئے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کاتب کون ہے اور کب یہ دونوں دفتر لکھے گئے۔

۶۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔ (ہر دو دفتر مکمل)

۹۵۸ / ۱۱۷

مکتوبہ ۱۱۵۸ھ۔ اوراق (۱۵۹)۔ تقطیع ۵ ۳/۴" × ۱۰ ۱/۲"

دفتر اول مکتوبہ ۱۱۵۸ اور آخر میں ایک چوکور مہر ہے جس پر "محمد شاہ بادشاہ" لکھا ہے۔ لیکن وہ مہر اپنے انداز میں شاہی مہر معلوم نہیں ہوتی ہے مگر ترقیمہ میں کاتب نے "۲۸ سنہ جلوس محمد شاہی" بھی لکھا ہے۔

دفتر اول کا کاتب غالباً "تول راج" ہے اور دفتر دوم کا کاتب "مول چند" ہے جس نے ۱۲۲۳ھ میں دوسرا دفتر لکھا غالباً دفتر اول کا کاتب مول چند کا باپ ہے کیونکہ دفتر اول کے آخر میں مول چند نے اپنے قلم سے اپنا نام لکھتے ہوئے

ولدیت راجگور اور سکونت قصبہ اندری سرکار سہارنپور لکھی ہے
خط دونوں دفتروں کا معمولی فرق کے ساتھ قریب قریب یکساں شکست آمیز ہے۔ دونوں دفتر ایک ہی مجلد ہیں ہیں۔ دفتر اوّل کی پیشانی پر "مولچند" کے نام کی مہر ہے جس پر ۱۲۲۱ھ درج ہے۔

۷۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً (ہر دو دفتر مکمل) ۹۵۴/۱۱۸

مکتوبہ ۱۲۳۹ھ۔ اوراق (۱۵۳)۔ تقطیع ۷" × ۱۰½"

مندرجہ بالا دونوں دفتر ایک ہی کاتب کے لکھے ہوئے ہیں جس نے ترقیمہ میں اپنا نام "لالہ کیول کشن" اور سال کتابت ۱۲۳۹ھ لکھا ہے۔ دونوں دفتروں کا خط معمولی نستعلیق ہے۔ دونوں دفتر ایک ہی مجلد میں ہیں۔

۸۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔ (ہر دو دفتر) ۹۵۴/۱۱۹

اوراق (۱۸۰)۔ تقطیع ½۵" × ۹"

یہ دونوں ناقص ہیں یعنی دفتر اول ناقص الاول ہے جس میں (۲۳) اوراق ابتدائی نہیں ہیں اور دفتر دوم ناقص الآخر ہے جس کے تقریباً (۱۵) اوراق نہیں ہیں۔ دفتر اول کے ترقیمہ میں صرف یہ لکھا ہے:۔

تمت تمام شد دفتر اول تصنیف علامی ابو الفضل بتاریخ
ہفتم شوال سنہ سوم

دفتر دوم کے آخر کے اوراق نہیں ہیں اس لئے نام کاتب وغیرہ نہ معلوم ہو سکا۔ کتاب بخط نستعلیق لکھی ہوئی ہے اور اچھی حالت میں ہے۔

۹۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔ (ہر دو دفتر)۔ ۹۵۴/۱۲۰

اوراق (۱۲۵)۔ تقطیع ۵" × ۸"

یہ دونوں دفتر معمولی شکست آمیز خط میں لکھے ہوئے ہیں۔ دفتر اول ناقص الاول ہے اور دفتر دوم ناقص الآخر اس لئے کاتب کا نام اور سال کتابت نہ معلوم ہو سکا۔ دفتر اول کے شروع کا ایک ورق (ایک صفحہ) نہیں ہے اور دفتر دوم کے آخر کے تقریباً (۲۰) اوراق نہیں ہیں

۱۰۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔ (دفتر اول) ۹۵۴/۱۲۱

اوراق (۱۷۵)۔ تقطیع ½۵" × ¼۹"

مکاتبات علامی کا یہ ایک مزید نسخہ ہے جو معمولی خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے اور مفید حاشیوں سے مزین ہے۔

ترقیمہ :-

الحمد للہ علی وقوع الفراغ بمشقۃ مشق ھذا
لکتاب یوم الثلثا صفر المظفر ۱۲۲۲ھ من الھجرۃ
النبویۃ علیہ افضل الصلوۃ والحمد والتحیات
علی ید الفقیر امجد الدین بنی اسرائیل غفر لہ
ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ ویتلوہ عنوان الثانی

۹۵۴/۱۲۲

۱۱- ایضاً- ایضاً- ایضاً- (دفتر دوم)

مکتوبہ ۱۲۳۷ھ اوراق (۱۰۲)- تقطیع ۹¼ × ۵½

یہ مکاتبات علامی کا دفتر دوم ہے اور اسی کاتب کا لکھا ہوا ہے جس نے اوپر کا نسخہ بھی مندرجہ ۱۲/۱۰ لکھا ہے
نسخہ نستعلیق جلی خط میں لکھا ہے

ترقیمہ :-

تمت دفتر دوم بتاریخ ہفتد ہم شہر محرم الحرام ۱۲۳۷ھ

۹۵۴/۱۲۳

۱۲- ایضاً- ایضاً- ایضاً- (دفتر اول ناقص الآخر)

اوراق (۷۴)- تقطیع ۱۰½ × ۷

یہ مکاتبات علامی کا مزید ایک نسخہ ہے جو دفتر اول پر مشتمل ہے- آخر میں ناقص ہے کیونکہ کاتب نے باقی ماندہ حصہ نقل نہیں کیا نسخہ صاف کچھ نستعلیق اور کچھ شکست آمیز جلی اور صاف لکھا ہوا ہے- یہ صرف فرامین شاہی کی نقل ہے- آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے-

۹۵۴/۱۲۴

۱۳- ایضاً- ایضاً- ایضاً- (دفتر دوم)

اوراق (۶۰)- تقطیع ۸ × ۵½

یہ مکاتبات علامی کے دفتر دوم کا ایک مزید نسخہ ہے جو بخط نستعلیق معمولی لکھا ہوا ہے- خط نسخ بہت خراب ہے-

ترقیمہ :-

تمت تمام شد کتاب ابوالفضل بخط شکستہ تسوید عاصی
عنایت علی ساکن مارہرہ قوم کنبوہ

۱۴۔ فرہنگ مکاتبات علامی دفتر اوّل - (ناقص الآخر)

۹۵۴
۱۲۵

مصنف نامعلوم - اوراق (۶) - تقطیع ۶" × ۸½"
دفتر اول کے مشکل الفاظ اور مصطلحات کی یہ ناقص فرہنگ یا مجمل شرح ہے۔ مصنف کا اول و آخر کہیں نام نہیں ہے۔

آغاز -

بایں آستان دولت اے آستانہ اکبر بادشاہ

اختتام :-

دور نحو منصرف .... کہ دراں تنوین باشد

دفتر اول کی بھی یہ فرہنگ مکمل نہیں ہے۔ صرف چند اوراق جو مل سکے ان کو مجلد کرا دیا گیا۔ مصنف "محبوب الالباب" نے اس کے مصنف کا نام "محمد سعد" لکھتے ہوئے حسب ذیل تاریخی قطعہ بھی لکھا ہے۔ جس سے سال تصنیف ۱۰۳۲ھ نکلتا ہے

در حل لفظ و معنے جہدے کہ کردہ ام من ۔۔ داند کسیکہ باشد طبعش لطیف و ماہر
اول اگرچہ دشوار آمد تمام کردن ۔۔ لیکن ز فضل ایزد گردید زود آخر
تاریخ سال اورا جستم ز پیر دانش ۔۔ گفتا بگوئی غالب "فرہنگ گشت نادر"
۱۰۳۲ھ

ملاحظہ ہو (محبوب الالباب فی تعریف الکتب و الکتاب صفحہ ۱۶۱، ۵۱۵) حاشیوں پر بھی کچھ تشریحات ہیں۔ خط قدیم ہے اگرچہ معمولی نستعلیق ہے۔ قدرے کرم خوردہ بھی ہے۔

۱۵۔ شرح مکاتبات علامی :- (ہر دو دفتر)

۹۵۴
۱۲۶

مکاتبات علامی کے دونوں دفتروں کے جن کی تفصیلی تشریح اوپر کر دی گئی ہے مشکل الفاظ کی یہ شرح ہے دونوں دفتر علیحدہ علیحدہ ہیں مگر ایک ساتھ مجلد ہیں

آغاز شرح دفتر اول :-

الحمد للّٰہ الذی جعل اذھان الانسان موضحۃ للاسرار

اختتام شرح دفتر اول :-

قائدہ از پیش کشندہ ستور ۔ سائق ز پس رانندہ ستور بمحل بکجاو

شارح نے دفتر اول میں ایک طویل دیباچہ لکھا ہے جس میں اس نے اپنا نام محمد اعلم الکھنوی ولد قاضی فضل علی لکھتے ہوئے پہلے تو ان مصطلحات کو لکھا ہے جو شہنشاہ بابر سے لے کر شہنشاہ قطب الدین محمد معظم شاہ عالم المخاطب بہ بہادر شاہ بجائے مرحوم یا رحمت اللہ علیہ کے تاریخوں اور کاغذوں میں استعمال ہوئے ہیں ۔ مثلاً فردوس مکانی وغیرہ اس کے بعد علامی ابوالفضل کی مختصر سوانح از قسم ترقی علوم و مدارج لکھ کر شہادت کے واقعہ کو لکھا ہے جو عام طور پر تاریخوں میں لکھے ہوئے ہیں اس کے بعد اکبر اعظم کی مختصر تر سوانح کو لکھا ہے ۔ علامی ابوالفضل کے متعلق تفصیلاً اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے اس لئے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے ۔ البتہ شارح نے تاریخ شہادت کا مصرعہ وہ نہیں لکھا ہے جو عام طور پر مشہور ہے بلکہ شہزادہ سلیم (شہنشاہ جہانگیر) کے نام کی مناسبت سے یہ مصرع لکھا ہے :-

" تیغ اعجاز سلیم اللہ سر باغی برید"

غالباً یہ مصرع بعد کے کسی شخص کا طبع زاد ہے ۔ مصرعہ پہلا ہی صحیح معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم ۔ اسی شارح نے بلا حوالہ سند یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ ابوالفضل نے کسی سے خواب میں کہا کہ میری وفات کی تاریخ "بندہ ابوالفضل" ہے اس کے بعد مرحوم کے بخشش کے متعلق بحوالہ روایت شاہ ابوالمعالی قادری جو لاہور کے مشائخ میں سے تھے لکھا ہے :-

" فرمود ۔ من از کارہائے ابوالفضل انکار داشتم ۔ شبے بخواب
دیدم کہ در مجلس رسالتمآب صلوات اللہ اسلامہ علیہ ابوالفضل را
حاضر کردند حضرت جبہ مبارک را بر روئے شیخ انداختہ
در مجلس نشانیدند و فرمودند کہ ایں مرد در حیات چندے
مرتکب افعال شنیعہ بود امامناجات کہ آغازش ایں است
"الٰہی نیکاں را بوسیلۂ نیکی سرفرازی بخشی و بداں
را بہ مقتضائے کرم نوازی" موجب نجات او گردید ۔

دیباچہ میں شارح نے شیخ کی شہادت کے ضمن میں "درسنگہ دیو بندیلہ کے مقابلہ کی تاریخ :-

روز آدینہ چہارم ربیع الاول سنہ یکہزار و یانزدہ "

لکھی ہے جو صحیح نہیں ہے غالباً کاتب کی غلطی سے بجائے "یازدہ" کے "پانزدہ" ہو گیا۔ شارح نے شرح کرتے ہوئے بعض تاریخی واقعات کو بھی جو بعض مکاتیب کے متعلق ہو سکتے ہیں بیان کیا ہے ورنہ بیشتر الفاظ کے معانی ہی پر اکتفا کیا ہے جیسا کہ اختتام کی عبارت سے واضح ہے۔ شارح کے حالات کا تفصیلی پتہ نہ چل سکا۔ دیباچہ میں شارح نے وجہ تصنیف کے سلسلہ میں صرف اپنے استاد "مولوی عبد الرحیم صفی پوری مدظلہ العالی" کا نام لکھا ہے جو تیرھویں صدی ہجری کے بزرگ تھے۔ نسخہ بہت معمولی خط نستعلیق (خفی) میں لکھا ہے ممکن ہے کہ یہ نسخہ شارح ہی کا مکتوبہ ہو کیونکہ ترقیمہ میں صرف یہ لکھا ہے:-

تمام شد شرح دفتر اول بفضلہ الاجزل والاجل واقعہ تاریخ بست و سوم جولائی ۱۸۳۶ء مطابق (اس کے آگے کچھ نہیں ہے)

۲۔ شرح دفتر دوم:-

اس میں کوئی دیباچہ نہیں ہے بلکہ "آغاز دفتر دوم" لکھ کر تشریح الفاظ کو شروع کر دیا ہے۔ اس کے کچھ اوراق بہ خط نستعلیق ہیں اور کچھ شکست آمیز۔ بہرحال اس میں تقریباً تین قلم ہیں۔ نسخہ یقیناً مصنف کے ہاتھ کا ہے ممکن ہے کہ مسودہ ہی ہو کیونکہ کئی جگہ عبارتوں کو قلم زد بھی کیا گیا ہے۔ اس دفتر کے آخر کے کچھ اوراق نہیں ہیں البتہ آخر میں غلط اور صحیح الفاظ کی فہرست کا ایک صفحہ ہے وہ بھی پوری فہرست نہیں ہے۔

۹۵۴ / ۱۲۷

۱۶۔ ہفت اقلیم:-

مصنف محمد امین رازی۔ سال تصنیف ۱۰۰۲ھ مکتوبہ ۱۱۶۵ھ اوراق (۱۱۱)۔ تقطیع ½ ۱۲ × ½ ۷

یہ ایک حد تک تاریخ و جغرافیۂ دنیا پر مشتمل ایک اچھی پر از معلومات کتاب ہے۔

آغاز:-

بنام خدا ساز د آں را کلید   خرد ہر کجا گنجے آرد پدید

اختتام:-

کند یادم باخلاص (و) دعائے   بود کز ملک معنی آشنائے

مصنف نے مختصر نظم و نثر کے بعد نفس کتاب کو بلا تمہید تفصیل ابواب و فصول شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے مصنف نے اقلیم کے طول و عرض کو بیان کیا ہے اس کے بعد مشہور شہروں کا جغرافیہ بیان کرتے ہوئے ان شہروں کے مشہور عالموں، شاعروں اور صوفیوں کا تذکرہ نسبتاً تفصیل سے لکھا ہے اس کے

هفت اقلیم (سرورق) سال تصنیف ۱۰۲۸ھ — نسخه مکتوبه ۱۱۶۸ھ

علاوہ ان شہروں کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے بعض وہاں کے مشہور مقامات از قسم عبادت گاہ وغیرہ کو بیان کیا ہے اور ان پر اجمالاً تاریخی روشنی بھی ڈالی ہے۔

اس کے نسخہ جات حیدر آباد۔ کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی اور برٹش میوزیم میں بھی ہیں

کتاب سے مصنف کا کچھ حال معلوم نہیں ہو سکتا کہ نام بھی اس میں درج نہیں ہے لیکن حیدر آباد اور کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی کی تشریحی فہرست سے نام کا پتہ چل گیا۔ آصفیہ لائبریری حیدر آباد کی فہرست حصہ اول صفحہ ۱۹۶ پر بحوالہ فہرست برٹش میوزیم لکھا ہے

تذکرۂ ہفت اقلیم امین احمد رازی کی تصنیف ہے ان کے والد خواجہ مرزا احمد بڑے امیر آدمی تھے شہنشاہ طہماسپ سے ان کی بہت دوستی تھی مصنف کے چچا کی (جو خراسان یزد اور اصفہان کے وزیر رہ چکے تھے) وفات سنہ ۹۰۲ ہجری میں ہوئی۔ مصنف کے چچا زاد بھائی خواجہ محمد شریف ہجری مشہور بہ خواجہ غیاث بیگ الملقب بہ اعتماد الدولہ دربار اکبری کے امیروں میں سے تھے اور جو مشہور ملکہ نورجہاں کے باپ تھے۔"

اس سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ مصنف کا تعلق کچھ نہ کچھ ہندوستان سے بھی رہا ہے

مصنف محبوب الالباب نے مصنف ہفت اقلیم کے بارہ میں لکھا ہے :۔

خواجہ امین الدین رازی خلف الصدق خواجہ احمد رازی کہ برادر خواجہ محمد شریف ہجیری است۔ خواجہ محمد شریف ہجری پدر نور محل زوجۂ نور الدین جہانگیر بادشاہ بود۔ خواجہ امین رازی از فضائل آراستہ و از معقولی و منقولی حظے وافر برداشتہ۔ تاریخ تالیف تذکرۂ ہفت اقلیم ازیں رباعی مولف پیداست:۔

رباعی

این نسخہ کہ ہست ہمچو فردوس نکو	تا او نشوی در رہ تنگانی جو
گر از تو سوالِ تاریخ کند	تصنیف امین احمد رازی (گو)

۹۳۰ × ۱۰۱ × ۵۴ × ۲۱۹ × = سنہ ۱۰۰۲ھ

ابجد کے حساب سے سالِ تصنیف سنہ ۱۰۰۲ھ ہوتا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸ہ کتاب محبوب الالباب مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے کیٹلاگ کتب فارسی صفحہ ۱۲۱ پر اور آصفیہ لائبریری کی فہرست (جلد اول صفحہ ۱۹۶) پر دونوں فہرست نویسوں نے سالِ تصنیف سنہ ۱۰۰۲ لکھا ہے۔

بظاہر دونوں تاریخیں صحیح نہیں معلوم ہوتیں کیونکہ مصنف نے خود اپنی کتاب میں سالِ تحریر یا تصنیف سنہ ۱۰۰۲ھ

فقیر الحقیر سید وجیہ الدین رحیمی القادری ساکن موضع کنزو ہر کہ خواند طمع دعا دارم ٭ زانکہ من بندہ گنہگار م"

سرورق پر بہ خط شکست (قدیم) بہ حروف جلی یہ فارسی عبارت لکھی ہے جس سے کتاب کی ملکیت ظاہر ہوتی ہے

این نسخہ ہفت اقلیم میاں عبدالقادر پیر زادہ اولادہائے اوج
بلند پروازی راز دار سبحانی رحمانی حضرت پیر دستگیر غوث الاعظم
محی الدین جیلانی و گیلانی قدس سرہٗ

اس کے بعد۔ "ملاحظہ شد" بہ خط شکست لکھا ہے اس کے اوپر مرتبہ سلطنت لکھا ہے۔

۱۷۔ تزک جہانگیری (جہانگیر نامہ) (ناقص الطرفین)

$\frac{۹۵۴}{۱۲۸}$

مع مقدمہ محمد ہادی سنہ ۱۰۳۷ھ مصنف شہنشاہ جہانگیر۔ سال تصنیف سنہ $\frac{۱۰۳۳}{۱۶۲۴}$ھ اوراق ۳۰۴

تقطیع $\frac{۱}{۴}$ ۱۲" × ۷"

فی الحقیقت تزک جہانگیری جس کا دوسرا نام جہانگیر نامہ بھی ہے عہد جہانگیری کے ابتدائی ۱۸ سال یعنی ابتدائے سنہ $\frac{۱۰۱۴}{۱۶۰۵}$ھ تا نہایت سنہ $\frac{۱۰۳۲}{۱۶۲۲}$ھ) کی خود نوشتہ تاریخ ہے۔ لیکن زیر نظر نسخہ بڑا افسوس ہے کہ اول و آخر ناقص ہے۔ یہ نسخہ ہے جس میں محمد ہادی کا ایک مبسوط مقدمہ ہے اس کے ساتھ ہی اس نے ان واقعات کو شہنشاہ جہانگیر کے آخری عہد سنہ $\frac{۱۰۳۷}{۱۶۲۸}$ھ تک جو شہنشاہ کی وفات کا سال ہے مکمل کیا ہے موجود نسخہ میں اس کا آغاز اور اختتام اس طرح سے ہے۔

آغاز:۔

جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ابن نصیر الدین محمد ہمایون بادشاہ
بن ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ ابن عمر شیخ مرزا ابن سلطان
ابوسعید مرزا

اختتام:۔

نقیب خاں راکہ از سادات صحیح النسب قزوین است و
غیاث الدین علی نام دارد بہ منصب ہزار و پانصدی سرفراز
ساختہ پدرم بخطاب نقیب خوانی امتیاز بخشیدہ بودند

محمد ہادی نے ابتدائے دیباچہ میں شہنشاہ جہانگیر کے سلسلہ نسب کو امیر تیمور گورگاں تک لکھتے ہوئے "فردوس مکانی" اور جنت آشیانی اور شاہزادہ ولی عہد کی تعریف لکھی ہے اس کے بعد جہانگیر نامہ کے متعلق لکھا ہے:۔

ازاں جملہ حضرت جنت مکانی جہانگیر بادشاہ بہ شوکت و
شجاعت معروف و سیاست و عدالت موصوف آمدہ دہ ہژدہ
سالہ احوال فرمانروائی خود را بشرح و بسط تمام خود بہ حیز
تحریر آوردہ بہ نظر ایں قاصر رسیدہ چوں سادہ و بے تکلفانہ
نوشتہ است دلپسند و مرغوب گردید

اس لئے محمد ہادی مرحوم نے بقول خود ضروری سمجھا کہ :۔

از بدو ولادت الحاق و مستزاد بہ نسخۂ اصل جہت تکمیل
کتاب گردانند

اس طرح سے موصوف مرحوم نے مقدمہ میں اس وقت تک کے حالات کا اضافہ کر دیا جبکہ شہنشاہ شاہجہاں نے دکن سے اکبر آباد آکر تخت سلطنت پر جلوس کیا چنانچہ مقدمہ کے آخر میں مقدمہ نویس اپنے نام کو لکھتے ہوئے تحریر کرتا ہے

راقم سطور ذلیل طریق نامرادی محمد ہادی جہت تکمیل
کتاب چنانچہ در دیباچہ ایمائے بآں رفتہ الحاق نمودہ۔
خواہش دارد کہ اگر اجل امان و فرصت دادہ و دماغ
یاوری نمودہ مجملے از احوال آں بادشاہ فریدوں فر جمجاہ را
۔۔۔۔ من اولہ الی آخرہ بہ سلک تحریر کشیدہ و ذیل
ایں نسخہ مسدرہ سازد

مندرجہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اس مقدمہ کی تکمیل ۱۰۳۷ھ ہجری میں ہوئی جو کہ شہنشاہ شاہجہاں کا سال جلوس ہے۔ اس کے بعد اصل کتاب کا آغاز ہے جس کے ابتدائی شاہانہ الفاظ یہ ہیں

بعنایات بے غایات الٰہی یک ساعت نجومی از روز پنجشنبہ
یکم جمادی الثانی ہزار و چہاردہ ہجری گزشتہ در دارالخلافہ
آگرہ در سن سی و ہشت سالگی بر تخت سلطنت جلوس نمودم

نسخہ بہ خط نستعلیق جلی (معمولی) لکھا ہوا ہے۔ چونکہ کتاب ناقص الآخر ہے اس لئے کوئی ترقیمہ نہیں ہے جس سے سال کتابت معلوم ہو سکتا۔ کاتب کا نہ خط پختہ ہے اور نہ وہ زیادہ پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا ہے کیونکہ املا جگہ جگہ غلط ہے۔ مثلاً تیمور کو "طیمور" لکھا ہے وغیرہ وغیرہ

ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں جہانگیر نامہ کے متعدد نسخہ جات ہیں جن میں ایک نسخہ مع مندرجہ بالا مقدمہ کے ہے (اس کا حلقہ چو کٹھ نو کے صفحہ ہیں)، اس کے کٹلاگر (فہرست نویس) نے تزک کے متعلق لکھا ہے "از آغاز جلوس تا ۱۹ ویں سال جلوس" کے حالات ہیں یہ اطلاع صحیح نہیں ہے جب کہ مقدمہ نویس نے لکھا ہے کہ اس میں صرف (۱۸) سال تک کے

حالات درج ہیں اس نسخہ کے ساتھ اقبال نامہ جہانگیری کا نسخہ ۱۳۰/۱۹ مجلد ہے۔

(۱۸) اقبال نامہ جہانگیری:۔

۹۵۴/۱۲۹

مصنف محمد شریف الملقب بہ معتمد خاں۔ سال تصنیف قبل ۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۹ء اوراق (۱۴۹)۔ تقطیع ۱۱×۱۶ م۔
عہد اکبری کی یہ تیسری جلد ہے جس میں عہد جہانگیری کا آغاز ہے

آغاز:۔

شائستہ سریر سلطنت و فرمانروائی زیبندۂ افسر خلافت
وکشورکشائی بلند اقبالے تواند بود کہ نہال مرادش از
جویبار رحمت ایزدی سرسبز و شاداب باشد

اختتام:۔

و از مردم شہر و دہ کہ بہ ہوائے نظارہ آمدہ بودند
از زمین کوچہ تا پشت بام خانہ ہائے دو شبانہ و سہ
شبانہ خلق انبوہ بیرون از حساب و شمار تماشائی بودند

گویا تاریخ ہند کی یہ تیسری جلد ہے جس میں مصنف نے عہد جہانگیری کے ابتدائی ۲۲ سالہ واقعات کو من ابتداء ۱۰۱۴ھ لغایت ۱۰۳۶ھ قلمبند کیا ہے۔
مصنف نے مختصر دیباچہ میں تاریخ جلوس شہنشاہ جہانگیر کو اس طرح سے لکھا ہے:۔

چوں استعداد و استحقاق ایں مرکرامت در ذات
اقدس حضرت شاہنشاہی ظل الٰہی ودیعت نہادہ دست
قدرت بود بتاریخ روز پنجشنبہ یازدھم شہر جمادی ثانی
سال ہزار و چہاردہ بساعت مسعود و زمان محمود مختار
انجم شناسان رصد بند بود در ارک دارالخلافہ اکبرآباد
عوصہا اللہ عن المکارہ والآفات تخت سلطنت و
اورنگ خلافت بہ جلوس جہاں افروز ارتفاع آسمانی
و سربلند جاودانی یافت

یہ تاریخ اقبال نامۂ جہانگیری کے نام سے کافی مشہور و متداول ہے اور مختلف کتب خانوں میں قلمی نسخہ جات کے علاوہ مطبوعہ بھی ہیں۔

ترقیمہ:۔

تمت تمام شد اقبال نامہ تاریخ جہانگیری تصنیف مرحومی
و مغفوری معتمد خاں بروز یکشنبہ دوپہر گزشتہ تاریخ
بست و چہارم جمادی الاول سنہ ۳۱ (الاسی و بیم) از
جلوس والا محمد اورنگ زیب بادشاہ غازی در مقام
لکھنؤ من مضافات صوبۂ اودھ کتاب بندۂ درگاہ
کنول ولد متل داس کائستھ ساکن کرمڈ ہر کہ دعویٰ
کند دروغ و باطل گردد در منزل سکھ دیو کروڑی در
سال سنہ ۱۰۹۹ھ یک ہزار و نود و نہ ہجری بہ عنایت
الٰہی و فضل نامتناہی کہ شاملِ حال بندہ است

مصنف کی وفات ۱۰۴۹ھ میں ہوئی اسی قیاس پر سالِ تصنیف قبل سنہ ۱۰۴۹ ہجری لکھدیا گیا ہے اس کے تین نسخہ جات بنگال ایشیاٹک سوسائٹی میں بھی ہیں اس کے کٹلوگر نے سالِ تصنیف سنہ ۱۰۲۹ھ لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے کیونکہ اس جلد میں مصنف نے سنہ ۱۰۱۴ھ سے سنہ ۱۰۳۶ تک کے حالات و واقعات قلمبند کیے ہیں ایسی صورت میں سالِ تصنیف سنہ ۱۰۲۹ھ نہیں ہو سکتا ہے۔

(ملاحظہ ہو کٹلاگ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ص ۱۱۱ ڈی ۲۵) یہ ہو سکتا ہے کہ مصنف نے سنہ ۱۰۲۹ھ میں لکھنا [illegible] گیا ہو لیکن تاریخ کی مجلدات کی تکمیل سنہ ۱۰۳۶ھ کے بعد ہی ہوئی ہے

کتاب بخط شکستہ آمیز صاف لکھی ہوئی ہے صرف دو ایک جگہ کرم خوردہ ہے۔ کاتب کا خط پختہ نہیں ہے اسی وجہ سے اول سے آخر تک ایک خط نہیں ہے۔ نسخہ بہرحال قدیم ترمکتوبہ ہے اسی کے ساتھ $\frac{۱۴۳}{۳۲}$ بھی مجلد ہے جس کی تشریح دوسری جگہ ہے۔ کتاب کے شروع میں چند اوراق اردو کے بھی لکھے ہوئے ہیں جن میں امیٹھی ضلع لکھنؤ کے بعض بزرگان سلف کے نام اور حالات درج ہیں

$\frac{۹۵}{۱۳۰}$ م

۱۹۔ اقبال نامہ جہانگیری (ناقص الآخر)

اوراق (۱۸۷) تقطیع ۴ ½ × ۷۔

اقبال نامہ کا یہ ایک مزید نسخہ ہے پہلے نسخہ جات تفصیلاً درج کئے جاچکے ہیں لہذا تشریح کے اعادہ

کی ضرورت نہیں ہے۔ کاتب اس کا بھی وہی ہے جو سابقہ نسخہ کا ہے۔ یہ نسخہ بھی ناقص الآخر ہے اسی لئے سالِ کتابت نہ معلوم ہو سکا۔ یہ نسخہ ۱۲/۱ کے ساتھ مجلد ہے۔

۹۵۴/۱۲۱

۲۰۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔ (ناقص الآخر)

اوراق (۱۰۶)۔ تقطیع ۴ ۱/۲" × ۷ ۱/۲"

اقبال نامہ جہانگیری کا یہ تیسرا نسخہ ہے۔ خط معمولی شکست آمیز (جلی) ہے

۹۵۴/۱۲۲

۲۱۔ ایضاً۔ ایضاً۔ (ناقص الطرفین والاوسط)

اوراق (۳۸)۔ تقطیع ۵ ۳/۴" × ۸"

یہ صرف چند اوراق کا ایک مجموعہ ہے جو بہت معمولی بلکہ گندے نستعلیق خط میں لکھا ہوا ہے۔ املا بھی کافی غلط ہے۔ اقبال نامہ کا گویا یہ چوتھا نسخہ ہے۔

۹۵۴/۱۲۳

۲۲۔ انشاء ہرکرن:۔ (ناقص الاول والاوسط)

سالِ تصنیف ۱۰۳۵ھ تا ۱۰۴۲ھ، سالِ کتابت ۱۲۲۶ھ اوراق (۶۷)۔ تقطیع ۳ ۳/۴" × ۶"

مصنف منشی ہرکرن ولد مہتاب رائے ملتانی کنبوہ نے یہ مکتوبات اگرچہ بطور نمونۂ انشا لکھے ہیں لیکن ان رقعات ومکتوبات سے اس وقت کے تاریخی واقعات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

آغاز:۔

درگاہِ والا عرضداشت می نمودہ باشد متصدیانِ
مہمات وارباب دکلا تراں

اختتام:۔

بندۂ درگاہ محمد باقر بعبان لاذی عطوفت پناہی محمد شاکر
رسانید

اس کو مصنف نے حسب ذیل سات ابواب پر تقسیم کیا ہے:۔

۱۔ **باب اول:۔** خطوط سلاطین بہ سلاطین۔

۲۔ باب دوم:۔ فرامین

۳۔ باب سوم:۔ شرح پروانہ جات

۴۔ باب چہارم:۔ در نوشتنِ عرائض

۵۔ باب پنجم:۔ در مکتوبات کہ ابنائے روزگار بایکدیگر بنویسند

۶۔ باب ششم:۔ در خط قبائل شرعی

۷۔ باب ہفتم:۔ در نوشتن عہد اشت (مددوستک وسرنامہ وغیرہ)

یہ کتاب غالباً طبع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے قلمی نسخہ جات مختلف کتب خانوں میں کافی تعداد میں ہیں۔ موجودہ نسخہ بہ خط شکست آمیز (معمولی) نہایت گندہ لکھا ہوا ہے۔ کاتب نہ صرف بدخط ہے بلکہ بد املا بھی ہے غالباً مبتدی ہے جس نے اس کو نقل کیا ہے۔ اس خرابی کے علاوہ نہ صرف ابتدائی کئی اوراق (پورا باب اول اور کچھ حصہ باب دوم) ضائع ہو گئے ہیں بلکہ درمیان کے اوراق بھی کچھ کم ہیں۔ ان مکاتبات سے چونکہ کسی حد تک تاریخی روشنی بھی پڑتی ہے لہذا تاریخ کے فن میں اس کو درج کر دیا گیا

ترقیمہ:۔

این کتاب ہر کرن بتاریخ غرۂ شہر رمضان المبارک
سنہ ۳ جلوس والا ۱۱۲۶ھ درعہد فرخ سیر بادشاہ
غازی برائے خاطر داشت شیخ سعید ولد شیخ سیف اللہ
چشتی قلمی گشت

$\frac{954}{128}$

۲۲۳۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔ (ناقص الآخر)

اوراق ۷۷۔ تقطیع ½۴" × ۷"

یہ دوسرا نسخہ ہے اس میں صرف باب اول ہے اور باب دوم کا ایک ورق ہے۔ باقی اوراق کاتب نے نقل

ہیں کیے مخطوطات معمولی نستعلیق ہے جو کسی نو آموز کا ہے۔

۹۵۴
۱۳۵

۲۴۔ رقعات امان اللہ حسینی:۔

مصنف امان اللہ حسینی سبزواری تصنیف تقریباً ۱۰۴۳ھ۔ مکتوبہ ۱۲۲۰ھ۔ اوراق (۳۶) تقطیع ۵"×۷"
مصنف نے طرزِ انشاء قدیم کے چند نمونے ان رقعات میں پیش کیے ہیں۔ امان اللہ حسینی جہانگیری امیر، عنایت اللہ خان سے وابستہ تھا۔ گیارھویں صدی کے ممتاز انشاپردازوں میں اس کا شمار ہوتا ہے

آغاز:۔

حمد وافر خدائے راکہ یا قوتِ قوتِ ناطقہ بے بہا درعقدِ انشا
ثنا رکبریائے او بے بہاست

اختتام:۔

جائے آرد زخیر راند واللہ یقول الحق وھو یہدی الی السبیل
مصنف نے مختصر حمد و نعت کے بعد اپنے نام اور وجہ تالیف کو اس طرح سے لکھا ہے:۔

امابعد چنیں گوید محررِ ایں رقعات امان اللہ حسینی اصلح اللہ
شانہ چوں غواصِ طبیعت ایں کمینہ صدف پارۂ چند از
دریائے محاورات بعض از اجلۂ روزگار بہ ساحلِ بر ہمہ آوردہ
بود از خجالتِ آں کہ در فکرت قدرتے بکار بردہ باشد
در تالیفِ آں جرأت نمی نمود۔ عاقبت کار وفورِ خواہش
ابنائے روزگار برآں آورد کہ گوہرے از درجِ خمول برآوردہ
زیب و زینت گوش و گردن عروس ایام دہد تا از مانِ حال
دستکارے واستقبال را یادگارے باشد

اس کے بعد مصنف نے حسب دستور مستمرہ اپنی غلطی و خطا کی معذرت کرتے ہوئے رقعات کو شروع کر دیا ہے رقعات سب کے سب مصنف کے نجی ہیں جو انشا کے بہترین نمونے ہونے کے علاوہ دسویں اور گیارھویں صدی ہجری کے ہندوستانی تمدن پر کافی روشنی ڈالتے ہیں

یہ کل (۹۵) خطوط ہیں۔ بعض بزرگوں کے نام بعض عہدیداروں کے نام بعض طالب علموں کے نام اور بعض احباب کے نام ہیں ان میں بعض خطوط سفارشی ہیں بعض مبارکباد اور بعض تعزیت میں ہیں۔

ترلاج دالاشہ شمشیرہ کی ساسدوق کا کتب مطلا و مذہب - مصحف و ش س توکل ۔

مصحف ۱۰۳۳ھ

مجلد ۱۱۷۶ھ

برخوردار عزیز القدر امان اللہ سلمہٗ تحریر یافت

ے بعد دو ورق اور ہیں جس میں مختلف مرضوں کے نسخہ جات لکھے ہیں جو بعد کے لکھے ہوئے معلوم ہوتے
۔ اس کا نسخہ مسلم یونیورسٹی شعبۂ مخطوطات میں بھی ہے اور غالباً یہ کتاب ایک زمانہ میں نولکشور مطبع میں
بھی ہو چکی ہے۔ یہ نسخہ "جنگ بہادر شاہ" کے ساتھ مجلد ہے جو $\frac{۹۵۴}{۱۵۲}$ پر درج ہے

$\frac{۹۵۴}{۱۳۶}$

۲۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔

مکتوبہ سنہ ۱۱۰۶ھ اوراق (۲۶)۔ تقطیع $\frac{۳}{۴}$ ۵ × ۸ $\frac{۱}{۲}$
ات امان اللہ حسینی کا یہ دوسرا مکمل نسخہ ہے جو بہ خط شکستہ آمیز نہایت اچھا لکھا ہوا ہے۔ اس نسخہ
کتابت عہد شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب میں ہوئی اس لئے کتابت کے اعتبار سے سابقہ نسخہ سے قدیم ہے۔

ترقیمہ:-

تمام شد رقعات امان اللہ حسینی روز چہارشنبہ وقت...
...پہر در مقام شکوہ آباد (حال ضلع مین پوری) در مکتب...
عموی صاحب جلال الدین محمد ...
بندۂ درگاہ ایزدی (غالباً) حکیم علی صورت کلی یافت

$\frac{۹۵۴}{۱۳۷}$

۳۔ دلکشا شمشیر خانی:-

مصنف توکل ابن توکل بیگ۔ سال تصنیف سنہ ۱۰۶۳ھ۔ مکتوبہ سنہ ۱۱۷۶ھ اوراق (۲۶۴) تقطیع ...
دوسی کے مشہور شاہنامہ کا نثر میں یہ خلاصہ ہے

آغاز:-

حمد بے غایت و ثنائے بے نہایت مر حضرت کبریائے
واجب الوجودے را کہ جناب قدسی ہویت جلالش
از ادراک افہام مقدس و کنہ صمدیت ذاتش از احاطۂ
اوہام منزہ است

اختتام :-

بعد ازاں شہر خ زاد بن نوشیرواں یکماہ بادشاہی
کرد بعد ازاں پرویز کرد بن خسرو پرویز بست سال
سلطنت راند

مولف نے شاہنامہ فردوسی کا یہ نثری خلاصہ شمشیر خاں حاکم غزنی کی فرمائش پر کیا تھا۔ چنانچہ مقدمۂ کتاب میں بعد حمد و نعت لکھا ہے کہ سنہ ۱۰۶۳ھ مطابق سنہ ۲۶ جلوس شاہجہانی میں صوبہ دار الملک کابل شاہزادہ دارشکوہ کے سپرد تھا۔ مصنف "بلدہ غزنی" کی امینی اور واقعہ نویسی پر مامور تھا اور وہاں کا حاکم خان شمشیر خاں تھا ایک روز بقول مصنف :-

خاں رفیع القدر بر سبیل اتفاق بیاران سخنداں کہ در مجلس
جنت آئین ایشاں حاضر بودند اشارہ نمودند

کہ اگر تاریخ کی کوئی ایسی کتاب ہوتی جس سے پرانے بادشاہانِ ایران و توران کے حالات مختصراً معلوم ہوتے تو بہت اچھا ہوتا لوگوں نے اس کے جواب میں "شاہ نامۂ فردوسی" کا حوالہ دیا کہ اس سے بہتر کوئی دوسری کتاب نہیں ہے۔ خان نے جواب دیا وہ نہ صرف غیر معمولی طویل ہے بلکہ شاعرانہ فصاحت و بلاغت کی وجہ سے مطالب پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ اہل حکومت کے پاس اتنا وقت کہاں کہ ایسی کتاب کا مطالعہ کرکے فائدہ حاصل کر سکیں البتہ :-

اگر کسے ترجمۂ نظم شاہنامہ را لباس نثر پوشانیدہ و
بعبارت موجز و مختصر بطداده لب لباب آں بیان
نماید بس نیکو باشد

اس لئے خاں مذکور کے حکم کی تعمیل میں مولف نے اس خدمت کو اپنے ذمے کرنا۔

"درمیانۂ نثر بعضے بیت ہائے منتخب شاہ نامہ برجا کہ
مناسب بود برائے استشہاد دلیل مقصود ایراد نمود"

اس وجہ تالیف کو بیان کرتے ہوئے مولف نے اس کا نام :-

"رسالۂ دلکشا شمشیر خانی"

رکھ کر اپنے ناظرین سے غلطی اور سہو کی معذرت بھی کی ہے اس کے بعد اس نے بطور خطبہ فردوسی کی اس ابتدائی نظم کا کچھ حصہ نقل کیا ہے جو اس نے سلطان محمود غزنوی کی مدح میں لکھی تھی۔

مصنف نے جس عرق ریزی اور محنت سے خلاصہ لکھا ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔ ساٹھ ہزار اشعار کا خلاصہ آسان کام نہیں تھا۔ گویا صحیح معنوں میں مصنف نے ایران و توران کے قدیم حکمرانوں کی ایک مکمل تاریخ لکھ دی۔

کے نسخہ جات مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں حیدرآباد آصفیہ لائبریری میں دو نسخہ جات ہیں۔ دونوں بہ خط
علیق مطلا و مذہب و باتصویر ہیں جو ۱۲۵۹ھ کے لکھے ہوئے ہیں (ملاحظہ ہو فہرست مخطوطہ بعض کتب نفیسہ
کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حصہ اول صفحہ ۲۱۸)۔ زیر نظر نسخہ بخط شکستہ آمیز (معمولی) لکھا ہوا ہے۔
زیادہ پختہ نہیں ہے کہیں کہیں املا بھی غلط ہے اس کے علاوہ بعض الفاظ بھی چھوٹ گئے ہیں:۔

ترقیمہ:۔

تمت تمام شد نسخہ شمشیر خانی انتخاب شاہنامہ بتاریخ
چہاردہم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۱۷۶ھ بخط بندۂ درگاہ غلام
رسول در دارالخلافہ شاہجہاں آباد صورت ارقام یافت

۲۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔

۹۵۴ / ۱۲۸

مکتوبہ سنہ ۱۲۶۲ھ۔ اوراق (۱۵۱)۔ تقطیع ۷" × ۱۰"
شمشیر خانی کا یہ دوسرا نسخہ ہے جس کے ابتدائی (۹۱) اوراق نستعلیق (معمولی) مگر صاف خط میں لکھے ہوئے
باقی ماندہ اوراق معمولی شکستہ آمیز میں ہیں۔ ہر عنوان سرخی سے لکھا ہوا ہے۔
نسخہ کی آغاز کی عبارت وہی ہے جو سابقہ نسخہ کی ہے۔ البتہ آخر میں بجائے "خاتمہ" کے اضافہ کی عبارت
حسب ذیل ہے:۔

اختتام:۔

سرانجام کو ہر بکار آورد | ہماں میوۂ تلخ بار آورد
ز بد اصل چشم بہی داشتن | بود خاک در دیدہ انباشتن

اصل کتاب کے خاتمہ کے بعد اس نسخہ میں تحت عنوان "مقدمہ" شاہنامہ کی ترتیب و تدوین کی تاریخ ہے اور
سلطان محمود اور فردوسی کا وہ مشہور قصہ بھی مندرج ہے جو معاوضۂ شاہنامہ کے متعلق بعض تذکرہ نویسوں نے
لکھا ہے اور آخر میں وہ ہجویہ ابیات بھی لکھی ہیں جو فردوسی کی طرف بہ سلسلۂ ہجو سلطان محمود منسوب کی جاتی ہیں
کے آخری وہ دو ابیات بھی لکھی ہوئی ہیں جو اوپر زیر عنوان "اختتام" درج ہیں۔

ترقیمہ:۔

تمام شد نسخہ شمشیر خانی منتخب شاہنامۂ فردوسی

طوسی رحمۃ اللہ علیہ بعنایت ..... صاحب
بدست خط بدخطاع امی ..... بپاس خاطر برادر
عزیز وافر تمیز شیخ ..... عرف مظفر حسین برقت یکپاس
روز برآمدہ بروز پنجشنبہ بتاریخ بستم ربیع الاول ۱۲۶۲ھ
لباس تحریر پوشید تحت تمام شد

اوپر کی خالی جگہوں پر بعض لوگوں کے نام تھے ان کو اس طرح مٹایا گیا ہے کہ پڑھے نہیں جاتے اس مٹانے کا سبب ظاہر ہے سرورق پر دستخط مالک کتاب اور ایک چھوٹی مہر حسب تفصیل ذیل ہے
الملک محمد ظفر الدین عفرلہ اکبرآبادی " مہر محمد ظفر الدین"

۹۵۴ / ۱۳۹

۲۸۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً

مکتوبہ ۱۲۳۸ھ ۔ اوراق (۱۹۵)۔ تقطیع ۶ × ۹۳/۴

دانش شمشیر خانی کا یہ تمیرا نسخہ ہے جو اول سے آخر تک نہ صرف مطلا و مذہب ہے بلکہ بہ خط نستعلیق خفی نہایت اچھا لکھا ہوا ہے۔ سرورق اور پیشانی کے علاوہ جس میں طلائی اور مینا کا نہایت خوبصورت کام ہے تمام اوراق کی جداول مطلا و مذہب ہیں نسخہ بہت اچھی حالت میں ہے

ترقیمہ بہ خط شکست آمیز:۔
مرقوم بتاریخ بست و نہم جمادی الثانی ۱۲۳۸ بخط اضعف العباد
بندہ کیول رام تحریر یافت،

۹۵۴ / ۱۴۰

۲۹: منشآت برہمن:۔ (ناقص الآخر)

مصنف پنڈت چندر بھان برہمن ۔ سال تصنیف قبل ۱۰۶۸ھ ۔ اوراق (۹۲) تقطیع ۔ ۳/۴ ۴ × ۸"
یہ عہد شاہجہانی کے مختلف فرامین اور عرضداشتوں کا مجموعہ ہے

آغاز:۔

چوں از عنفوان شباب ایں برہمن عقیدت کیش راثل
در رغبت بدریافت دقائق شعر و انشا بہم رسید

اختتام:۔

کہ آشنا و بیگانہ طریق لطف و مدارا سلوک داشتہ
صید قلوب می فرمایند وسر رشتہ کتابت را از دست
ندادہ

مصنف کا پورا نام پنڈت چندر بھان تھا اور برہمن تخلص کرتا تھا یہ انشاپرداز بھی تھا اور فارسی کا شاعر بھی۔ ابتدائً شاہزادہ داراشکوہ مرحوم کی سرکار سے وابستہ رہا اس کے بعد ترقی کرکے شاہجہانی دربار سے وابستہ ہو گیا چنانچہ دیباچہ میں

صحبتِ وزرائے عظیم الشان مثل عضد الخلافہ آصف خاں
سپہ سالار و علامۃ العصر والدہران افضل خاں و رکن السلطنت
اسلام خاں و علامہ ارسطو فطرت سعد اللہ خاں

کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"خدمتِ تسطیر مسودہ فرامینِ جہان مطاع بایں مور
ضعیف تعلق یافت"

اس کے بعد اپنی شاعری کی یہ لکھ کر تعریف کی:۔

"اشعارِ ایں ذرہ بے مقدار بدرجۂ تحسیں رسید"

اس کی شاعری کے متعلق دربار شاہجہانی کا ایک بہت ہی دلچسپ تاریخی لطیفہ صاحب "مرآت الخیال" نے یہ لکھا ہے کہ ایک بار دربار شاہجہانی میں مختلف شعراء اپنا کلام سنا رہے تھے اور شاہی تحسین و دادِ سخن سے سربلند ہو رہے تھے سلسلہ بہ سلسلہ حضرت برہمن کی بھی باری آئی چنانچہ اس نے یہ شعر پیش کیا۔

مرا دلیست بہ کفر آشنا کہ چندیں بار   بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

شاہنشاہ کو اس شعر پہ قدرے ناگواری ہوئی۔ اور قریب تھا کہ مجلس کی فضا مکدر ہو جائے لیکن افضل خاں دیوان اعلیٰ نے (جو بعد میں وزیر اعظم ہو گئے تھے) شہنشاہ کی ناگواری کو بھانپتے ہی دست بستہ عرض کیا

حضور والا! حضرت سعدی چار سو برس قبل اس کے
متعلق یہ فرما گئے ہیں:۔

خرِ عیسیٰ اگر بمکہ رود   چوں بیاید ہنوز خر باشد

یہ سنتے ہی شہنشاہ فوراً مسکرا دئے اور بات ہنسی میں ٹل گئی۔ پنڈت چندر بھان کی کافی تصنیفات ہیں چنانچہ گوشت بابالال دیال" کے علاوہ جو تفصیلاً فن تصوف میں درج ہے دیوان وغیرہ بھی ہیں وہ

خود دیباچہ میں لکھتا ہے

بہ مرور ایام دیوان غزل۔ مثنوی بانسوخ چند بشل گلدستہ
وچہار چمن وتحفۃ الوزراء وکارنامہ وتحفۃ العلماء و
مجمع الشعراء ترتیب یافت

مصنف نے یہ لکھتے ہوئے کہ جس وقت سے مصنف نے قلم ہاتھ میں لیا ہے اور ہر مسئلہ کے متعلق بالخصوص "درامور خیر" جو رقعات اس نے اب تک لکھے ہیں اگر ان کی نقول کی جائیں تو وہ ایک علیٰحدہ کتاب ہوجائے اس لئے بقول مصنف:۔

"الحال بہ تحریر بعضے ازاں نوکِ قلم را اجازت می دہد"

اس کے بعد یہ لکھتے ہوئے کہ اس نسخہ میں عرضداشتوں کی نقلیں جو بارگاہ شاہنشاہی میں پیش ہوئیں اور بعض وزرا اور امراء اور عزیزوں کے نام جو خطوط تھے ان کو نقل کرکے:۔

بہ منشآت برہمن موسوم می سازد

منشآت میں حسب ذیل پانچ قسم کے مکتوبات ہیں:۔

۱۔ قسم اول :۔ اس میں ان عرضداشتوں کی نقلیں ہیں جو بادشاہ کی خدمت میں مصنف نے بھیجیں

۲۔ قسم دوم :۔ اس میں بعض ان عرضیوں کی نقلیں ہیں جو مصنف نے وقتاً فوقتاً وزیروں اور امیروں وغیرہ کے نام بھیجیں

۳۔ قسم سوم :۔ اس میں بعض ان خطوط کی نقلیں ہیں جو مصنف نے وقتاً فوقتاً بقول خود "بعضے از فضلا وفقراء وفصحاء وبلغاء روزگار" کی خدمت میں بھیجے

۴۔ قسم چہارم :۔ اس میں وہ خطوط ہیں جو مصنف نے وقتاً فوقتاً راجاؤں اور رائے زادوں کے نام لکھے ان خطوط میں اکثر سفارشی خطوط ہیں جو اصحاب احتیاج کے لئے لکھے گئے ہیں

۵۔ قسم پنجم :۔ اس میں وہ بعض خطوط ہیں جو مصنف نے اپنے والد۔ بھائیوں اور شاگردوں کو لکھے آخری قسم ناقص ہے کیونکہ اس کے بعض خطوط اس میں نہیں ہیں۔

قسم اول کی عرضداشتیں تاریخی حیثیت سے بہت اہم ہیں جو زیادہ تر رانا اودے پور کے متعلق ہیں اور سنہ ۱۶ جلوس شاہجہ

(سنہ ۱۰۵۲ھ) میں مصنف نے اودے پور سے روانہ کی ہیں۔ بالخصوص پہلی عرضداشت میں مصنف نے اس تمام گفتگو کو نقل کیا ہے جو اس کی رانا اودے پور سے ہوئی اور رانا اودے پور نے قائل ہو کر معانی تقصیرات کی گزارش کی ہے۔ قسم دوم میں جو خطوط وزرا اور امرار کے نام ہیں اس میں مصنف نے بعض وزرا اور امرار کو اپنی تازہ غزلیں پیش کی ہیں۔ آخری پانچویں قسم میں جو خطوط مصنف نے اپنے بیٹے کے نام نصیحت بھرے لکھے ہیں وہ نہایت بلند پایہ ہیں پنڈت چندر بھان برہمن کی وفات کی تاریخ میں شبہ ہے بعض سنہ ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۷ اور بعض سنہ ۱۰۷۳ھ / ۱۶۶۳ لکھتے ہیں نسخہ صاف بخط نستعلیق (معمولی) لکھا ہوا ہے۔ کاتب بد املا ہے کیونکہ اس نے "کثیر اور کثرت" کو (س) سے ہی لکھا ہے اسی طرح سے (ح) کی بجائے (ھ) لکھی ہے۔ آخری اوراق نہ ہونے کی وجہ سے کاتب اور سالِ کتابت نہ معلوم ہو سکا۔

۳۰۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔ (ناقص الاول)

۹۵۴ / ۱۴۱

مکتوبہ سنہ ۱۱۳۹ھ (سنہ ۹ جلوس محمد شاہی) اوراق (۴۲) تقطیع ۵½ × ۸"

منشآتِ برہمن کا یہ دوسرا نسخہ ہے۔ جس کے کافی اوراق نہیں ہیں قسم اول کے علاوہ چند اوراق قسم دوم کے بھی نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں بعض وہ مکتوبات نہیں ہیں جو مندرجہ بالا نسخہ میں ہیں اور بعض وہ مکتوبات ہیں جو اس میں نہیں ہیں مزید براں بعض مکتوبات کے جملے بھی بدلے ہوئے ہیں البتہ اس نسخہ کے بیشتر مکتوبات میں تاریخیں ضرور لکھی ہوئی ہیں جو مندرجہ بالا نسخہ میں نہیں ہیں۔ اس سے عرضیوں یا خطوں کی صحیح تاریخیں معلوم ہو جاتی ہیں اس میں غزلیں بھی مندرجہ بالا نسخہ کی غزلوں سے مختلف ہیں

خط بہت معمولی نستعلیق ہے جو کسی نو آموز کا معلوم ہوتا ہے۔ آخر میں کاتب کا نام نہیں ہے۔ کاتب نے ترقیمہ میں اس کا نام "چہار چمن" لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ چہار چمن برہمن کا دوسرا رسالہ ہے

ترقیمہ:۔

"تمام شد چہار چمن (یہ منشآت برہمن ہے) تصنیف بلبلِ گلزارِ فصاحت و صلصلِ سروستان بلاغت شیریں سخن غزل پرداز سخن سنج معنی طراز چندر بھان برہمن بتاریخ چہار دہم ذی قعدہ سنہ ۱۱۳۹ھ (یکہزار سی و نہ ہجری) مطابق سنہ ۶ محمد شاہ بادشاہ غازی برائے برخوردار سعادت اساس یا کھر مل نوشتہ شد"

نسخہ کے درمیان میں (۱) اور آخر میں (۵) چھوٹی مہریں بھی ہیں جس میں "پو کسی لعل" لکھا ہے جو غالباً مالک کتاب کا نام ہے

۱۳۱۔ عمل صالح یا شاہجہاں نامہ۔ (ناقص الطرفین)

مصنف شیخ محمد صالح کنبوہ۔ سالِ تصنیف ۱۰۷۰ھ / ۱۶۶۰ء اوراق (۳۹۰) تقطیع ½۵"×۱۰"۔

عہد شاہجہانی کی یہ وہ مشہور کتاب ہے جس کے مطبوعہ اور مخطوطہ نسخہ جات تقریباً ہر بڑے کتب خانہ میں موجود ہیں یہ نسخہ نہ صرف نامکمل اور ناقص الآخر ہے بلکہ بہت ہی مختصر ہے کیونکہ اس میں کثرت سے عنوانات اور مضامین متروک ہیں۔ موجودہ نسخہ کا آغاز:۔

حقیقی صورت مرقد آں بادشاہ جنت آرام گاہ نمودار گشت

اختتام:۔

وباتفاق آہنگ ستیز و آویز ارباب نفاق نمودہ عنان
بہ شتاب دادند چوں آں سرگروہ اہل خلاف یک نیم
کروہ راہ طے نمودہ از دور۔۔۔۔۔

اس نسخہ کے اوّل کے (۱۴) یا (۱۵) اوراق نہیں ہیں۔ نسخہ ہر حیثیت سے نامکمل ہے جس میں صرف ۱۰۴۵ھ یعنی جلوس نہم تک کے حالات ہیں "جلوس نہم" کا باب بھی مکمل نہیں ہے کیونکہ اس کے آخر کے بھی کم از کم دو اوراق نہیں ہیں۔

عہد شاہجہانی کی یہ وہ مکمل تاریخ ہے جس کو شیخ محمد صالح کنبوہ لاہوری نے ۱۰۷۰ھ میں مکمل کیا چنانچہ مصنف سالِ تکمیل تصنیف اور نام کتاب کے متعلق دیباچہ کتاب میں لکھتا ہے:۔

در سالِ ہزار و ہفتاد ہجری از چمن آرائی ایں گلشن فیض
فراغ کلی یافتہ سر رفعت باوج سپہر مینائی برافراختم
باعلام الہام عالم بالا ایں خجستہ نامہ را کہ ہمایوں آغاز
و فرخندہ انجام باد "بعمل صالح" موسوم ساختہ "لطیفہ
فیض الٰہی" کہ عدد حروفش بسال مذکور موافق است
تاریخ اتمامش یافتم"

یہ کتاب کئی جلدوں میں ڈاکٹر غلام یزدانی صاحب پنشنر ناظم (ڈائرکٹر) محکمہ آثار قدیمہ حیدرآباد (دکن) کی ادارت ایشیاٹک سوسائٹی بنگال (کلکتہ) نے ۱۹۲۳ء و ۱۹۲۷ء میں طبع کرائی تھی۔

مصنف شیخ عنایت اللہ کنبوہ لاہوری مصنف "بہار دانش" کا چھوٹا بھائی تھا۔ اپنے بڑے بھائی ہی سے اس نے تعلیم حاصل کی تھی چنانچہ کتاب کے آخر میں زیر عنوان "طبقۂ ارباب انشا" شیخ عنایت اللہ کو:۔

"شیخ عنایت اللہ استاد و برادر کلاں راقم حروف"
لکھتے ہوئے مصنف نے "بہار دانش" کی تصنیف کے علاوہ اس کی "تاریخ دلکشا" کی تصنیف کا بھی ذکران الفاظ میں کیا ہے :-

" و بہ توفیق اللہ وقائع ایام خلافت آبائے کرام و اجداد
عظام حضرت صاحبقران ثانی شاہ جہاں بادشاہ غازی
از زمان آدم علیہ السلام تا عہد آں سلطان السلاطین
صاحب تمکین مفصل و منقح بقلم آوردہ بہ تاریخ دلکشا موسوم
ساختہ (ملاحظہ ہو جلد سوم صفحہ آخر) "

اور دیباچہ میں اپنا نام :-

" اعنی کمترین داعیان دولت ابد پیوند فدوی
"آل محمد صالح"

لکھ کر مصنف نے اپنی تربیت و تعلیم کے متعلق لکھا ہے :-

" آں (شیخ عنایت اللہ) مجمع کمالات انسانی کہ مربی و
ولی نعمت صوری و معنوی ایں بندہ بود از عہد طفولیت
تا الیوم توجہ والا بہ تربیت ایں ذرہ بے مقدار مصروف
داشتہ (ملاحظہ ہو جلد اول مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی
کلکتہ) "

ان بیانات کے ہوتے ہوئے علامہ سیزدانی صاحب کا یہ بیان کہ "شیخ صالح کنبوہ نہیں تھے بلکہ سید تھے کیونکہ "آل محمد" صرف سادات کے لئے لکھا جاتا ہے" اور دوسرا بیان کہ شیخ صالح شیخ عنایت اللہ کے بھائی نہیں تھے ۔ برادر کلاں لکھنا فارسی کا محاورہ ہے جو ہر ایک دوسرے کو لکھ دیا کرتا ہے" مصنف کے اپنے واضح بیانات کی موجودگی میں محتاج نظر ہیں اول "آل محمد" سید کے لئے مخصوص ہونا کسی حالت میں لازم نہیں ہے ۔ سادات کو "آل محمد" کسی نے نہیں لکھا وہ "اہل بیت" کہلائے یا سادات یہ فی الحقیقت نام ہے چنانچہ "آل نبی" "آل رسول" "آل حسن" وغیرہ وغیرہ یہ سادات کے لئے مخصوص لقب نہیں ہیں بلکہ اشخاص کے نام ہیں عام ازیں کہ وہ سید ہوں یا نہ ہوں ۔ لہذا "آل محمد صالح" نام سے "سادات" کا نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے اس کے علاوہ "برادر کلاں" سے صاف ظاہر ہے کہ مصنف شیخ عنایت اللہ کا چھوٹا بھائی تھا ۔ فارسی کا محاورہ "برادر" تو ہے مگر "برادر کلاں" محاورہ نہیں ہے یہ اسی وقت لکھا جاتا تھا اور لکھا جاتا ہے جبکہ بڑا پن ظاہر کرنا مقصود ہوتا تھا یا ہو سکتا ہے کہ شیخ صالح شیخ عنایت اللہ کا حقیقی بھائی نہ ہو بلکہ رشتہ کا بھائی ہو جس نے اپنے چھوٹے بھائی کی (بقول مصنف) عہد طفولیت سے لیکر

اس کی جوانی تک اس کی تربیت اور تعلیم کی نگرانی کی ہو اسی لئے وہ بقول مصنف شیخ صالح کا "مربی" بھی تھا اور "ولی نعمت صوری و معنوی" بھی۔ ڈاکٹر غلام یزدانی صاحب کو "آل محمد" کے الفاظ سے تسامح ہوا اسی لئے موصو[ف] نے اس کو شیخ عنایت اللہ کی برادری سے خارج کرنے کی ناکامیاب کوشش فرمائی

اس نسخہ میں اول سے صرف سالِ نہم جلوسِ شاہجہانی (۱۰۴۵ھ) تک کے حالات مندرج ہیں گویا "عمل صالح" کا تقریباً یہ ڈیڑھ جلد ہے۔ باقی ماندہ نسخہ جات آئندہ نمبروں پر درج کر دیے گئے ہیں

نسخہ بہ خط نستعلیق جلی صاف لکھا ہوا ہے۔ عنوانات سب سرخی سے لکھے ہوئے ہیں۔ نسخہ اچھی حالت [میں ہے]

۳۲۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔ (ناقص الآخر)

۹۵۴
―――
۱۴۳

اوراق (۷۶) تقطیع ½۸ × ¼۱۳ x ۷"

عمل صالح کا یہ دوسرا نسخہ ہے یہ بھی سوء اتفاق سے ناقص ہے بظاہر اس کے اوراق کو جلد بندی کے وقت ٹٹولا نہیں گیا اور جلد بندھوا دی گئی۔

آغاز:-

شگفتہ روئے چمن بیان و خندہ ریزی گلبنِ سخن از
حمد بہار سرائے گلشنِ کاف و نون و جریدہ کشائے
سپہر بوقلمون است

اختتام:-

و بنائے حضرت سلیمان علیہ السلام ہیکل یروشلم یعنی
بیت المقدس و تخریب بخت نصر آن را و عرب ایام
جاہلیت قدیم از وقائع مشہور و حروب عظیم درمیان
ایشاں افتادہ ابتدائی نمود و چوں حبشیاں بریں
استیلا یافتہ

افسوس ہے کہ یہ نسخہ بھی نہ صرف ناقص ہے کیونکہ آخر کے کافی اوراق نہیں ہیں بلکہ جلد ساز نے اپنی ناواقفیت کی وجہ سے اکثر اوراق کو مقدم و موخر کرکے نسخہ کی جلد باندھ دی ہے بعض صفحات پر مقدم موخر کے حوالے لکھ دیے گئے ہیں کتاب قدیم خط شکستہ آمیز میں لکھی ہوئی ہے۔ آب خوردہ ہونے کی وجہ سے اکثر اوراق کی عبارتیں ناقابلِ قرات ہو گئی ہیں یہ نسخہ اقبال نامہ جہانگیری ۱۲۹/۱۸ کے ساتھ مجلد ہے۔

۹۵۴
۱۴۴

۳۳- ایضاً- ایضاً۔ (جلد اول)

اوراق (۲۰۳) تقطیع "۸ × "۱۲

یہ تیسرے نسخہ کی پہلی جلد ہے اس کے ابتدائی اور درمیان کے چند اوراق نہیں تھے جن کو اصل کتاب سے نقل کرا کر مکمل کر دیا گیا ہے اس جلد اول میں ابتدا سے سالِ جلوس ششم شاہجہانی (۱۰۴۳ھ) اور کچھ سالِ جلوس ہفتم کے حالات درج ہیں خط معمولی نستعلیق ہے۔ عنوانات سرخی سے لکھے ہیں۔

۹۵۴
۱۴۵

۳۴- ایضاً- ایضاً۔ (جلد دوم)

اوراق (۱۶۸)۔ تقطیع "۸ × "۱۲

تیسرے نسخہ کی یہ دوسری جلد ہے جس میں سال ہفتم جلوسِ شاہجہانی (۱۰۴۳ھ) سے سالِ جلوس بستم ۱۰۵۶ھ تک کے حالات درج ہیں۔ اس میں بھی درمیان کے کچھ اوراق نہیں تھے ان کو اصل کتاب (مطبوعہ) سے نقل کرا کر لگا دیا گیا ہے کاتب وہی ہے جو سابقہ جلد کا ہے۔ خط معمولی نستعلیق ہے

۹۵۴
۱۴۶

۳۵- ایضاً- ایضاً۔ (جلد سوم)

اوراق (۱۴۲)۔ تقطیع "۸ × "۱۲ ۔

تیسرے نسخہ کی یہ تیسری جلد ہے جس میں سال بست ویکم جلوس شاہجہانی (۱۰۵۷ھ) سے سالِ سی و دوم جلوس شاہجہانی ۱۰۶۸ھ تک کے حالات درج ہیں۔

آخر میں مصنف نے شاہنشاہ شاہ جہاں کی علالت اور وفات (۱۰۷۶ھ) کے حالات کو لکھ کر شہنشاہ شاہجہاں کی عمر بوقت وفات قمری حساب سے (۷۶)، سال (۳) ماہ اور (۲۵) روز لکھی ہے اس کے بعد مصنف نے ایک نیا عنوان :-

"سر جملہ احوال برکت اشتمال اعیان اہلِ حال وقال وغیرہ وغیرہ ....."

لکھ کر اور حسب ذیل طبقات قائم کرتے ہوئے اس عہد کے اولیاء۔ علماء اطباء۔ شعراء اور انشاپردازان وغیرہم کے نام مع مختصر حالات کے لکھے ہیں۔

۱- طبقۂ اول :- اہلِ حال یعنی مشائخ (اس میں (۱۶) مشائخ کے نام وحالات ہیں)

۲- طبقۂ دوم :- علماء محققین (اس میں ۱۲) علماء کرام کے نام وحالات ہیں)

۳۔ طبقۂ سوم :۔ اطباء حاذق (اس میں (۶) حکماء و اطباء حاذق کے نام وحالات ہیں)

۴۔ طبقۂ چہارم :۔ شعراء (اس میں (۴۶) شعراء کے نام وحالات مع نمونۂ کلام درج ہیں)

۵۔ طبقۂ پنجم :۔ ارباب انشاء (۱۵ اس میں صرف (۹) ادیبوں کے نام وحالات درج ہیں کیونکہ آخر کے چند اوراق نہیں ہیں)۔

کاتب وہی ہے جو سابقہ مجلدات کا ہے۔ کاتب کافی بد املا ہے اس کے علاوہ بعض بعض جملے اور عنوانات بھی کاتب نے چھوڑ دیئے بہر حال حتی الامکان دوسرے نسخوں کی مدد سے جہاں جہاں جملے چھوٹ گئے گئے تھے ان کو لکھ دیا گیا ہے اور املا کی بھی اصلاح کر دی گئی ہے۔

۳۶ متشابہات ملا طغرا (حسن وعشق)

۹۵۴ / ۱۴۷

تصنیف ملا طغرا مشہدی۔ سال تصنیف قبل سنہ ۱۰۷۰ھ۔ اوراق (۶)۔ تقطیع ۴ × ۸

ملا طغرا نے یہ گویا ایک سیاسی افسانہ لکھا ہے جس میں سیاسیات کے پردہ میں نفسیاتی پہلو زیادہ نمایاں ہے

آغاز :۔

راویانِ اخبار و ناقلانِ آثار چنیں روایت می کنند کہ در معمورۂ تن
و اقلیم بدن دو ملک زادہ بودند

اختتام :۔

سکان شہرستانِ وجود را جملگی مطیع فرمان قضا جریان سلیمان
حسن گردانید۔ شعر بیت
زیر دست حسن باشد عشق ہر جائے کہ ہست شمع دائم می زند آتش بجاں پروانہ را

ملا طغرا نے اپنی مشہور عبارت آرائی اور انشاء پردازی کے لباس میں "حسن وعشق" کا یہ ایک افسانہ لکھا ہے جو "حسن وعشق" (مصنفہ نعمت خاں عالی) سے بالکل مختلف ہے۔ اس میں "عشق" اور "حسن" کو مصنف نے دو شاہزادے قرار دیتے ہوئے ایک کا نام "سلطان عشق" اور دوسرے کا نام "سلیمان عشق" رکھا اور گویا یہ دونوں مختلف ملکوں کے حکمراں تھے۔ دونوں میں جنگ ہوتی ہے "حسن" کا قبضہ ہوتا ہے اور آخر کار "سلطان عشق" اپنے ایک ندیم کے مشورہ سے "شیخ بشارت" کو حکم دیتا ہے کہ وہ اب "سلطان حسن" کے نام کا خطبہ پڑھا کرے اور اس طرح سے پرانی "مملکت جسم"

پر حسن کا قبضہ ہو جاتا ہے افسانہ بہت پر لطف ہے۔ نسخہ بخط شکست آمیز لکھا ہوا ہے آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ یہ ۹۵۴/۱۱۴ کے ساتھ مجلد ہے پیشانی پر کاتب نے سرخی سے اس افسانہ کا نام معلوم نہیں کس مناسبت سے "منشا بہات ملاطغرا" لکھا ہے ملا طغرا ۱۱ ویں صدی ہجری کے ان مشہور نثر نگاروں میں سے ہے جس کی تصنیفات ادبی اور علمی حلقہ میں کافی مقبول ہیں اور بیشتر مجموعہ کی شکل میں طبع ہو چکی ہیں۔ ملا طغرا مشہدی اپنے ملک ایران سے شہنشاہ جہانگیر کے آخری عہد میں ہندوستان آیا اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں اپنی زندگی کے تقریباً پچاس برس گزار کر ۱۰۷۸ھ ۱۶۶۷ء میں راہی ملک بقا ہوا

۲۷۔ تصنیف الملوک۔ (ناقص الآخر)

۹۵۴/۱۴۸

مصنف ملوک چند بن مرلی دھر سال تصنیف تقریباً ۱۰۹۸ھ اوراق (۶۳) تقطیع ۸/۳ × ۴/۳ ۷"

عہد عالمگیری کے یہ رقعہ جات بھی تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ مصنف نے اپنے نام کی مناسبت سے اس رسالہ کا نام "تصنیف الملوک" لکھ کر عربیت کا پرلطف مظاہرہ کیا ہے

آغاز:-

"...کہ ہر مو بر تنم در سجدہ خم باد جواہر زواہر درود نامحدود
بر روان آں بشیر و مسالک اہتدا در رہنمائی قافلہ سالاراں
اِنی جاعلٌ فی الارض خلیفہ

اختتام

"چوں در دنیا ہر انساں را آدمی نتواں گفت بمنزلۂ سگ
وخرس وگاؤ وخر وغیرہ حیوانات کہ بطبع با یکدیگر
خود اضداد و خصومت طبعی دارند"

شروع کا ایک صفحہ جس میں حمد کی کچھ سطریں ہیں نہیں ہے۔ مصنف نے حسب دستور بعد حمد و نعت دیباچہ میں اپنا نام "ملوک چند" لکھتے ہوئے وجہ تصنیف کے سلسلہ میں لکھا ہے:-

بہ حسب ضرور الجواز از لی چند روز رفاقت سیادت پناہ
سید یوسف علی نبیرۂ مجدد الانام حضرت شاہجہان حسینی ساکن
قصبہ "پلول" کہ مشار الیہ در صوبۂ دار الفتح اوجین نائب
مناب ناظم صوبہ بود۔ محمود

وہاں رہ کر مصنف کو "سید محمد سعید" "شیخ نجم الدین" "علام محی الدین" کی محبت میسر آئی جو انشاپرداز اور شاعر تھے لہ
مصنف نے بقولِ خود :۔

چند جز انشار دستور آموز ضروری کہ بہ عمل رمداد شد...
جہت تفہیم تعلیم فرزندان و لبندان جگر گوشہ بجان پیونداں
ذہن منش درخشندہ رائے "صاحب رائے و بالورائے"
ترقیم نمود :۔

اس وجہ کے بعد مصنف نے اس رسالہ کا نام اپنے نام پر رکھتے ہوئے تاریخ تصنیف کو اس طرح سے ظاہر کیا ۔

نام ایں انشار را تصنیف الملوک نہادہ در مصرعۂ ثانی
ایں فرد تاریخ سن ہجری بحساب ابجدی بر آید :۔

دستور کار کردن عمل است بر ملوک گوہر دہاج آلی تصنیف الملوک
۱۰۹۸ھ

اس کے بعد مکتوبات کی تقسیم کے متعلق یہ لکھتے ہوئے
ہمگی چہار "منظوقہ" ردیست مرقومہ مقسومہ تقسیم شدہ
(۲۰۰)

حسب ذیل تقسیم کی ہے :۔

ا ۔ منظوقۂ نخستین :۔ اس میں چار مرقومہ ہیں :۔

(الف) مرقومہ اول :۔ طرز تحریر نامۂ بادشاہاں :۔
اس سلسلہ میں مصنف نے شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب کا نام لکھتے ہوئے "خلد اللہ ملکہ
سلطانہ دوامت عمرہ و احکامہ" لکھ کر یہ شعر لکھا ہے :۔

شاہنشہی کہ خدمتِ او طاعتِ خدا ست شکرانۂ خدا است کہ در روزگار ماست

(ب) مرقومہ دوم :۔ مناشیر کرامت تاثیر کہ بہ بادشاہانِ عالی تبار جلیل الشان و امیران بلا
مکاں قلمی شد ۔

(ج) مرقومہ سوم :۔ طریقِ نشان سعادت عنوان از پیشگاہ شاہزادگاں کہ امیران سمو المکان
عز ایراد یافت

د ۔ مرقومہ چہارم :۔ عرضداشت بدرگاہِ سلاطین سجدہ گاہ از طبقۂ امرا در بارگاہ شاہزادگا

مرقوم شد منظوقۂ ثانی :- (اس میں بھی چار مرقومہ ہیں)

(الف) مرقومۂ اوّل :- دستور العمل کارنامہ پروانجات خدمت از دفتر وزارت

(ب) مرقومۂ دوم :- پروانہ جات خدمت از دفترِ صدارت

(ج) مرقومۂ سوم :- تصدیقات مواجبات و سہ بندی عاملانِ پرگنات

(د) مرقومۂ چہارم :- طرز واجب العرض عاملان و دستکات بنام راہ داماں وگزرنایاں

منظوقۂ سوم :- (اس میں بھی چار مرقومہ ہیں)

(الف) مرقومۂ اول :- در تحریر سجلات حویلیات .. وصکوک ــــ ومحضرات وغیرہ اراضیِ زرعی وسکنی

(ب) مرقومۂ دوم :- در التماس مطلب داد وطلب وقبولیت

(ج) مرقومۂ سوم :- عرائض بخدمت استاداں کارآگاہاں

(د) مرقومۂ چہارم :- رقعہ بدرویشاں نیک کیشاں

منظوقۂ رابع :- (اس میں بھی چار مرقومہ ہیں)

(الف) مرقومۂ اول :- القاب مخلیہ علیہ بیگمان زنان وخواتین دوران وسائرِ نسار

(ب) مرقومۂ دوم :- رقعات مطالبات اربابِ دانش وبینش

(ج) مرقومۂ سوم :- سرنامہ مہرگیان ابنار زمان وضیع وشریف

(د) مرقومۂ چہارم :- لطیفہ ..... ونکات مرقوم خامۂ نیاز کیش

غالباً سنہ ۳۸ جلوس عالمگیری (سنہ ۱۱۰۶ھ) میں مصنف نے اس کی ترتیب وتدوین کی ہے کیونکہ اکثر رقعوں کے آخر میں سنہ ۳۸ جلوس میمنت مانوس" درج ہے ممکن ہے کہ اس کو سنہ ۱۰۹۰ھ میں شروع کیا ہو اس کے بعد ان رقعات کا اضافہ کیا ہو جن میں سنہ ۳۸ جلوس لکھا ہے۔

افسوس ہے کہ کتاب کے آخر کے اوراق جن میں "مطلوقہ رابع" کے "ترتومہ سوم و چہارم" ہیں نہیں ہیں۔
نسخہ تاریخی حیثیت سے کافی اہم ہے۔ اس کے نسخہ جات ان کتب خانوں میں جن کی فہرستیں نظر سے گذری ہیں نہیں ہے۔ کتاب بہ خط شکست آمیز لکھی ہوئی ہے۔ ممکن ہے کہ مصنف کے ہاتھ کا ہی یہ نسخہ ہو خط کے انداز سے اس کا قیاس ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

۲۔ اس کے بعد (۱۳) اوراق ایک دوسرے رسالہ کے مجلد کر دئے گئے ہیں ان میں بھی رقعہ جات ہیں چونکہ چند اوراق ہیں جو قدیم شکست آمیز خط میں جلی حروف میں لکھے ہوئے ہیں اس لئے نہ یہ معلوم ہو سکا کہ کس کی طرف سے ہیں اور نہ زمانہ کا پتہ چل سکا۔ البتہ خطوط کے سیاق سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خطوط کسی عالم درویش کی طرف سے امرار کے نام برائے سفارش یا بطور نصیحت علمار کے نام اور طلبہ کے نام ہیں جن کے نام خطوط ہیں ان میں بیشتر میں نام بھی لکھے ہوئے ہیں ان سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ یہ کس زمانہ کے ہیں۔ بہرحال خطوط عالمانہ اور درویشیانہ اور کافی اہم ہیں۔

۹۵۴ / ۱۴۹

۳۸۔ عالمگیر نامہ یا اورنگ نامہ۔

مصنف مرزا عسکری، نواب عاقل خاں رازی۔ تصنیف قبل ۱۱۰۲ھ / ۱۶۹۰ء۔ اوراق (۷۰)، تقطیع ۶ ×۹½
شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے ابتدائی عہد کی یہ مختصر تاریخ ہے

آغاز:۔

ابو المظفر محی الدین اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی۔ آں قطب ملک سلطنت و جہانداری۔ مرکز دائرہ عظمت و بختیاری

اختتام:۔

و جسد شریف درونِ مرقد منور و مضجع مطہر نہادہ بہ مغفرت سبحانی و رحمتِ رحمانی سپردند انا للہ وانا الیہ راجعون بالظفر دالخیر بتاریخ پنجم شہر ربیع الاول سنہ خفائے عالمگیری (ثانی) ایں کتاب عالمگیر نامہ ترقیم رفت

خلاف دستور اس کتاب کا آغاز بلا تحمید و تمہید ہے۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے ابتدائی پانچ

سال (۱۰۶۸ھ تا ۱۰۷۳ھ) کا یہ ایک حد تک تفصیلی مرقع ہے۔ اسی جلد سے جو اوپر تحت عنوان "آغاز" درج ہے پورے چار صفحات میں مصنف نے شہنشاہ اورنگ زیب کی تعریف و توصیف کر کے ان کے روزانہ کے پروگرام کو لکھا ہے جس میں عبادات اور معاملات دونوں کا اجمالاً ذکر ہے اس کے بعد حسب ذیل (۹) عنوانات پر جو سرخی سے لکھے ہوئے ہیں کتاب کی تقسیم کی ہے :۔

۱ ۔ گفتار در بیان ولادت آں مہر سپہر عطف وجلال وسوانح کہ پیش از جلوس بہ مسند جہانداری سمت وقوع پذیرفتہ

(اس عنوان میں شہنشاہ کی تاریخ پیدائش کا قطعہ لکھا ہے جس کا آخری شعر جس میں مادہ تاریخ ہے یہ ہے)

طبع دریافت سالِ تاریخش   زد رقم آفتاب عالمتاب
۱۰۲۹ھ

۲ ۔ بیان جوانمردی آن حضرت در جنگ فیلاں

۳ ۔ گفتار در سہیں کیفیت بعض از سوانح و مقدمات ظہور اسباب بہ طلوع نیر اقبال (اس میں جنگ کی تفصیلات کے علاوہ جو بمقام مالوہ وغیرہ شہنشاہ اورنگ زیب اور ان کے بڑے بھائی شہزادہ داراشکوہ میں ہوئی شاہزادی جہاں آرا بیگم الملقب بہ نواب بیگم صاحبہ کا وہ تاریخی خط بھی درج ہے جو اس موقع پر بہن نے بھائی کو سمجھانے کے لئے لکھا تھا)

۴ ۔ سنوح بعضے از وقائع عبرت بخش ارباب خرد و وقوع حکایات فیما بین زیبندہ تاج و تخت جہانبانی حضرت صاحبقران ثانی و آں شہسوار مضمار ملک کشائی و کشورستانی

۵ ۔ ارتفاع رایاب اقبال بہ عزم استیصال داراشکوہ بصوب پنجاب و گرفتاری سلطان مراد بخش و دیگر سوانح فتنہ افزا

۶ ۔ پائے اقبال نہادن حضرت جہاندار یا اورنگ سلطنت و کامگاری و ظہور بعض وقائع

۷ ۔ وقوع اشتعال نوائر حرب وکرب در خطہ فیض آگیں با داراشکوہ و اختصاص یافتن جہانبانی بہ فتح و فیروزی

۸ ۔ تعین جنود اقبال بسرکردگی گلبن حدیقہ جلال سلطان محمد بجہت اخراج شاہ شجاع از ولایت بنگالہ وانتزاع آں ممالک از دست آنجناب وسوانحے کہ دریں ضمن روداد

۹ ۔ تسخیر ولایت آسام بہ جلادت و تدابیر رکن السلطنت و جہانداری معظم خاں وکیفیت سوانح دیگر

اس کے نسخہ جات مسلم یونیورسٹی لائبریری کے شعبۂ مخطوطات میں ابھی ہیں ان میں اس رسالہ کا نام عالمگیر نامہ نہیں ہے بلکہ تاریخ یا تواریخ عالمگیری ہے۔ مصنف کا نام اس نسخہ میں نہیں ہے البتہ یونیورسٹی کے نسخوں میں مصنف کا نام "مرزا عسکری نواب عاقل خاں رازی" لکھا ہے۔ تاریخ تصنیف نہ اس میں ہے اور نہ ان نسخوں میں ہے اس لئے قبل ۱۱۰۸ھ لکھ دی گئی جو مصنف کی وفات کا سال ہے۔

گفتار ۳ میں جو خلاصہ خطین جانب نواب جہاں آرا بیگم درج ہے اُس کے پہلے مصنف نے :۔

محمد فاروق عشقی سرکار فیض آثار خورشید اوج عصمت ....

نواب بیگم صاحبہ لبط اللہ ظلال عصمتہا

لکھا جس کے معنی صاف یہ ہیں کہ یہ کتاب شاہزادی کی زندگی ہی میں تصنیف ہو چکی تھی۔

اس کا ایک نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ میں بھی ہے جس میں مصنف نے اس کا نام ظفر نامۂ عالمگیری لکھا ہے (ملاحظہ ہو کیٹلاگ صفحہ ۱۹ ۱۵۹/۲۳۹ ڈی D اور آغاز کی وہی عبارت لکھی ہے جو اوپر زیر عنوان "آغاز" درج ہے اور لکھا ہے :۔

اورنگ زیب کے عہد (۱۰۶۸ھ/۱۶۵۹ء تا ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۳ء)
کی پانچ سالہ تاریخ ہے جس کو "واقعات عالمگیری" بھی
کہا جاتا ہے۔ اصلی مصنف کا پتہ نہ چل سکا لیکن بالعموم
یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کا مصنف عاقل خاں رازی
ہے جس کا انتقال سنہ ۱۱۰۸ھ/۱۶۹۶ میں ہوا

اسی کے بعد کے نمبر میں ایک کتاب "عالمگیر نامہ" کے نام سے بھی درج ہے لیکن اس کے متعلق اس نے یہ لکھا ہے :۔

یہ دس سالہ عہد حکومت عالمگیر کی تاریخ ہے (سنہ ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۹ تا
سنہ ۱۰۷۸ھ/۱۶۶۸) اس کا مصنف محمد کاظم بن امیر منشی ہے جس
کا انتقال سنہ ۱۰۹۲ھ/۱۶۸۱ میں ہوا

لیکن اس کے آغاز کی عبارت وہ نہیں ہے جو اوپر درج ہے۔ کتاب سے صاف واضح ہے کہ "عالمگیر نامہ" اسی کتاب کا نام ہے جیسا کہ اختتام کی عبارت سے ظاہر ہے۔ ممکن ہے کہ بعض کاتبوں نے وہ نام لکھدیا ہو جو ایشیاٹک سوسائٹی کے کیٹلاگ میں درج ہے۔ اصلی مصنف اس کا مرزا عسکری نواب عاقل خاں رازی ہی ہے کتاب بیحد غلط لکھی ہوئی ہے ہر صفحہ میں املائی غلطیاں ہیں جن کو تھوڑا بہت درست کر دیا گیا ہے لیکن مزید درستی کی ضرورت ہے۔

ترقیمہ :۔

بعون اللہ تعالیٰ نسخہ عالمگیر نامہ بتاریخ ششم ماہ
رجب سنہ ۱۲۲۴ھ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مطابق
ہندوی سدی نوی ماہ جیٹھ سمت ۱۸۷۴ بوقت

یکپاس روز بروزیکشنبہ بخط بے ربط عقیدت
گرائے گورسہاسئے قوم کائست اوناوی (یعنی
باشندۂ اوناؤ) ساکن موضع کاکادیو پرگنہ بجنور
(حال ضلع لکھنؤ) مضافات صوبہ الہ آباد۔
حسب الفرمائش دار وغہ صاحب قبلہ خدا وند نعمت
فیاض زماں شیخ قدرت اللہ دام اقبالہٗ داروغہ
تھانہ نواب گنج ساکن قصبہ برسدی پورانداصورت
انتظام یافتہ من مطابق عہد عملداری انگریز ان بہادر
۱۸۱۷ء عیسوی ماہ مئی بتاریخ بست و پنجم۔

مصنف "محبوب الالباب فی تعریف الکتب والکتاب" نے اس کا نام "اورنگ نامہ" اور مصنف کا نام عاقل خاں رازی لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸ کتاب مندرجہ بالا) راقم کے خیال میں یہی نام صحیح ہے۔ عاقل خاں میر عسکری "خواف" کا رہنے والا تھا اور شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب کی سرکار میں زمانہ شاہزادگی سے وابستہ تھا اس لئے شہنشاہ کی بارگاہ میں بہت معزز و موقر اور صاحب منصب بھی تھا۔ چونکہ حضرت برہان الدین رازؒ کا مرید تھا اس لئے "رازی" تخلص کرتا تھا۔ اس نے ایک مثنوی بھی بنام "مرقع" تصوف میں لکھی تھی۔ مصنف "محبوب الالباب" نے اس کی تاریخ وفات ۱۱۰۸ھ لکھی ہے۔ لیکن ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کیٹلاگ میں ۱۱۰۸ھ ۱۶۹۶ء لکھی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم

۹۵۴/۱۵۰ ۳۹۔ انشاء دستور الہی:۔ (یعنی مکتوبات حضرت سید ضیاء اللہ بلگرامی)

مرتب علامہ میر عبد الجلیلؒ بلگرامی۔ سالِ تصنیف عہد شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب۔ مکتوبہ ۱۱۳۰ھ۔
اوراق (۱۰۸)۔ تقطیع ۶×۱۰

یہ اہم مکتوبات کا مجموعہ جس میں کافی تاریخی مواد موجود ہے ایک مزید نایاب نسخہ ہے یہ اُس عطیہ کتب خانہ مطبوعات و مخطوطات کا ایک نادر نسخہ ہے جو عزیزم رشید احمد صدیقی ایم۔ اے ایل ایل بی (علیگ) پنشنر سشن جج حیدرآباد دکن نے اپنے والد مرحوم و مغفور کی یادگار میں راقم کی درخواست پر جواہر میوزیم اٹاوہ کو مرحمت فرمایا۔

آغاز:۔

حمد منشی علی الاطلاق کہ دبیر بہار خامۂ زمردیں نرگس

آراستہ و رنگین دوات لالہ را یہ مشکیں مداد پیوستہ

اختتام :-

.... (الفاظ پڑھے نہیں جاتے   قلم ستاد ز جنبش تمام شد تقریر

یہ تمام مکتوبات حضرت سید ضیاء اللہ بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ بعض پیر مرشد کے نام۔ بعض اعزا کے نام اور بعض احباب کے نام ہیں جن میں بہت سی باتیں اس زمانہ کی تاریخی ملتی ہیں بیشتر مکتوبات مکتوب الیہ کے نام سے ہیں۔ بہر حال یہ وہ مکتوبات نہیں ہیں جو بخیالِ نمونۂ انشار لکھے گئے ہوں بلکہ خطوط معاملات، اور واقعات کے حامل ہیں۔ آخری خط کسی عزیز کے خط کے جواب میں ہے جس میں ممدوح نے "ممالک ہندوی کہ معزی و منسوب بمملکت دہلی است" کے جملہ صوبجات کی آمدنی و محاصل کا جو اس عہد میں تھے علیحدہ علیحدہ ذکر کر کے لکھا ہے کہ :-

"پس این بست و دو صوبہ و یک ولایت بکلانہ کہ در تصرف
دکلائے حضرت شاہ جہاں بودہ ہشت صد و ہشتاد کرور
دام است و ہشت ارب و ہشتاد کرور
دام می شود و حاصل این جمیع ممالک بست و دو کرور روپیہ
شد و گویند ہم برین نسق در شاہ نامہ (بادشاہ نامہ)
مندرج ساختہ اللہ اعلم بالصواب"

آخر میں ایک نعتیہ قصیدہ اور اس کے ساتھ بادشاہ کے نام کا بھی قصیدہ ہے جس میں شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب کی تعریف و توصیف ہے۔ یہ نسخہ "ریاض الانشار" کے ساتھ مجلد ہے جو $\frac{۹۵۴}{۱۱۲}$ پر درج ہے۔ نسخہ اچھی حالت میں ہے۔ نہ ف بعض جگہ کرم خوردہ ہے۔ خط شکست آمیز ہے۔

ترقیمہ :-

نسخہ دستور الہی احقر العباد ضیاء الدین بتاریخ ۹ ماہ شہر
محرم الحرام ۱۱۰۷ھ تصنیف حضرت قبلہ گاہی (والد کاتب)
سید ضیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ حق ملکیت سیادت پناہ
سید رمضانی

$\frac{۹۵۴}{۱۵۱}$

۱۰۔ رقعات عالمگیری۔

تصنیف و ترتیب قبل ۱۱۱۸ھ مکتوبہ ۱۱۲۲ھ۔ اوراق (۷۰)۔ تقطیع ۴" × ۶ ½"

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے یہ وہ مکتوبات ہیں جو نہ صرف ہر کتب خانہ میں موجود ہیں بلکہ ہندوستان کے مختلف مطابع میں طبع بھی ہو چکے ہیں۔ رقعہ جات شہزادوں اور امرار عظام اور حکام عالی مقام کے نام ہیں۔

آغاز :۔

مکشوف دانشوران عالی نطرت معلوم دشوار
پسندان والاخرت باد

اختتام :۔

ودیگر پنج ہزاریاں از اسپ فرود آمد (ہ) سلام
کنند و ایشاں آں دہند

رقعات معمولی نستعلیق خط میں لکھے ہوئے ہیں۔ کاتب کا املا بھی ٹھیک نہیں ہے

ترقیمہ :۔

نسخہ رقعات عالمگیری من تصنیف شاہ اورنگ زیب
عالمگیر بتاریخ غرہ شہر جمادی الثانی بوقت صبح
روز یکشنبہ انجام پزیرفت

.....بخط اضعف العباد فدوی (نام نہیں پڑھا جاتا کاتب کوئی ہندو ہے)

آخر میں کاتب نے بابر بادشاہ سے لے کر عزیز الدین عالمگیر ثانی تک کے نو بادشاہوں کے نام اور ان کے نام کے ساتھ مرنے کے بعد جو القاب لکھے جاتے تھے وہ لکھدئے ہیں مثلاً "فردوس مکانی" "جنت آشیانی" وغیرہ وغیرہ

۹۵۴/۱۵۲ الم۔ جنگ نامہ اعظم شاہ و معظم شاہ :۔ (ناقص الاول)

مصنف نعمت خاں عالی۔ قبل ۱۱۲۱ھ۔ مکتوبہ ۱۲۲۵ھ اوراق (۱۶)، تقطیع ۶ × ۸ ½

مصنف نے اس مختصر رسالہ میں دونوں شاہزادگان (ابنار شہنشاہ اورنگ زیب) کی آویزش اور فتح معظم شاہ الملقب بہ بہادر شاہ کو ایک حد تک اجمالاً لکھا ہے۔ اس رسالہ کا ابتدائی ورق نہیں ہے۔

آغاز :-

منشور بخت بہ خاتم انفضالش مختوم است تائیدات
آسمانی (بہ) ہمہ حال کامل آمال او ۔

اختتام :-

(وہریک بالقاب وخطاب وترفعات مناصب فرق
عزت برافراختند۔

مصنف نے ایک طویل دیباچہ میں دونوں شاہزادوں کے حالات پر ادیبانہ انداز میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان دونوں بہادر شہزادوں کی لڑائی کو :-

"بہ طریقۂ اجمال بے کم وکاست کہ شائبۂ تکلف و
طرفداری ہیچ یکے بداں نہ رسد نگاشتۂ خامۂ
بیان می سازد"

اس کے بعد ان الفاظ میں معذرت بھی کی ہے :-

"ازانجا کہ فکر ہرکس بہ قدر ہمت اوست بر تقدیر سہو
وخطا از بزرگان چشم عطا است"

اس طویل دیباچہ کے بعد شہنشاہ اورنگ زیب کی مہم اودے پور کو لکھتے ہوئے شاہزادہ محمد اکبر کی بغاوت اور استیصال اور اس کے بعد شہنشاہ اورنگ زیب کی عمر اور ان کے بڑھاپے کے متعلق یہ لکھتے ہوئے کہ :-

"چوں عمر مبارک حضرت قریب بہ نود سال رسید بنابر کبر
سن و اشتداد مرض مزمنہ ضعف درقوائے قدسی
راہ یافت"

مصنف نے لکھا کہ :-

"از ماہ ذیقعدہ سنہ یکہزار ویکصد وہشترہ دو روز
ماندہ بود کہ آں جم جاہ داعیِ اجل عالیک گفتہ متوجہ عالم
قدس گردید"

اس خبر کے پھیلتے ہی جو افرا تفری اور لوٹ مار لشکر میں شروع ہوئی اس کے پیش نظر :-

"ذات تقدس احتجاب زیب النساء بیگم پیک سریع السیر
بخدمت بادشاہزادہ اعظم شاہ فرستادہ ازیں حال آگہی
دادند"

مصنف نے اس تفصیل کے بعد بھائیوں کی آویزش کو لکھتے ہوئے جنگ کی تفصیلات لکھی ہیں۔ اس برادرانہ خونی آویزش کے بعد بہادر شاہ کے سامنے جس وقت بھائیوں کی لاشیں پیش کی گئیں تو بہادر شاہ نے بے اختیار ہوکر آنسو بہاتے ہوئے کہا کہ:۔

این عزیز مصلحت نیندیش خود را در بلا و مارا در تاسف
دعنا انداخت کہ تا بقیہ عمر نقش این افسوس از صفحۂ خاطر
زائل نخواہد شد

بہر حال یہ مختصر رسالہ بھائیوں کی آویزش کا ایک بہت اچھا مرقع ہے جس میں مصنف نے حسب وعدہ طرفداری سے کام نہیں لیا:۔

کتاب نستعلیق اچھی میں لکھی ہوئی ہے کہیں کہیں کرم خوردہ ہے۔ اس کے ساتھ رقعات امان اللہ حسینی مندرجہ $\frac{۹۵۴}{\frac{۱۳۵}{۲۲}}$ مجلد ہے۔

$\frac{۹۵۴}{۱۵۳}$

۴۷۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔

مکتوبہ سنہ ۱۲۲۰ھ۔ اوراق (۴۳)۔ تقطیع ۴ × ۷"

آغاز:۔

"زیب دیباچۂ سخن نیایش بے نیازے است کہ در بارگاہ
کبریائش زبانِ چون وچرا لال است"

اختتام کی عبارت وہی ہے جو سابقہ نسخہ میں ہے۔ یہ نسخہ اول سے لے کر آخر تک مکمل ہے اور شکست آمیز خط میں لکھا ہوا ہے کہیں کہیں کرم خوردہ ہے جس کی چٹ بندی کردی گئی ہے

ترقیمہ:۔

نسخہ جنگ نامہ بادشاہ عالی جاہ بہادر شاہ من تصنیف
نعمت خان عالی قدس اللہ سرہ بتاریخ بست وپنجم شہر
رمضان المبارک سنہ ۱۲۲۰ھ یکہزار و دو صد و بست ہجری مطابق

نوزدہم بود برس سنہ یکہزار و دوصد و سیزدہ فصلی ۱۲۱۳

بوقت دو گھڑی شب بہ سرعت تمام قلمی شد

۲۔ اس کے ساتھ بہ خط شکست آمیز متفرق اشعار قدیم کا فارسی و ریختہ کلام بھی کاتب نے نقل کر دیا ہے جس کے کل (۶) اوراق ہیں۔

اس نسخہ کے ساتھ نسخہ ۹۵۴/۱۴۴ (رقعات امان اللہ حسینی) بھی مجلد ہے

۹۵۴/۱۵۴

۳۴۔ وقائع نعمت خاں عالی:۔

مصنف نور الدین محمد نعمت خاں عالی۔ تصنیف قبل سنہ ۱۱۲۱ھ۔ اوراق (۴۶) تقطیع ۶" × ۹"

مصنف نے اپنی اس مشہور کتاب میں شہنشاہ اورنگ زیب کے حملۂ گولکنڈہ و حیدر آباد دکن (سنہ ۱۰۹۷ھ / ۱۶۸۶ء) کو بانداز خاص (یعنی بانداز ہجو ملیح) لکھا ہے

آغاز:۔

سے کہ مدرس کشاف جمع درصفۂ صدق و صفا نشست

اختتام:۔

چو بر بہمن جز اسفندار متر ماہ بفزا اگرچہ عمر برافزود اما عقل او گم شد

مصنف کے نام اور مدفن میں کافی اختلاف ہے چنانچہ بعض تذکرہ نویسوں نے اس کا نام مرزا محمد ابن حکیم فتح الدین شیرازی لکھا ہے اور بعض نے نور الدین محمد لکھا اسی طرح سے بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ "وہ لاہور باغ نور جہاں کنارہ دریائے راوی" مدفون ہے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ "دائرہ میر مومن استر آبادی حیدر آباد" میں مدفون ہے۔ موخر الذکر بیان زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

مصنف شہنشاہ اورنگ زیب کی پیشی کا ایک ممتاز اور فاضل عہدیدار تھا اس کو مختلف اوقات میں تین موزوں خطابات دئے گئے تھے یعنی۔ مقرب خاں۔ نعمت خاں۔ دانشمند خاں اور یہ سب شہنشاہ عالمگیر کی سرفرازیاں تھیں۔ "عالی" اس کا تخلص تھا۔ اس نے بسلسلۂ حملۂ حیدر آباد شہنشاہ اورنگ زیب کی ہجو میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی لیکن اس کی علمیت اور قابلیت نے اس کو شہنشاہ کی نظروں سے گرنے نہیں دیا۔ شہنشاہ کی وفات کے ۴ یا ۵ سال بعد سنہ ۱۱۲۱ھ / ۱۷۰۸ء یا سنہ ۱۱۲۲ھ / ۱۷۰۹ء میں اس کا انتقال ہوا۔ اس کتاب کا نام مصنف نے شاید کچھ نہیں رکھا تھا۔ بعضوں نے اس کا نام "وقائع حیدر آباد" اور بعضوں نے "وقائع نعمت خان عالی" مصنف کے نام پر رکھ دیا۔ مطبوعہ نسخوں میں یہی نام ہے البتہ قلمی نسخوں میں مختلف نام ہیں۔ فارسی نصاب میں یہ بہت مقبول اور

متداول کتاب ہے جو ہندوستان اور ہندوستان کے باہر کے مطابع میں طبع ہو چکی ہے قلمی نسخہ جات تقریباً سب ہی چھوٹے بڑے کتب خانوں میں موجود ہیں موجود ہ نسخہ بہ خط نستعلیق لکھا ہوا ہے۔ بین السطور میں مفید معانی اور مطالب بھی ہیں اسی طرح سے حاشیوں پر بھی ہیں۔ کتاب معمولی کرم خوردہ ہے۔

ترقیمہ:۔

تمت تمام شد بتاریخ دوم شہر ذی الحجہ روز مبارک
پنجشنبہ ۱۱۱۲ھ وقائع دارالجہاد حیدر آباد من تصنیف
نعمت خاں عالی بخط احقر العباد علاء الدین ولد شیخ
غلام محمد ساکن دارالنور تجہیز دیپالپور؟ از کام (عالی الہ آباد ؟)
یافت

ترقیمہ کے ایک جانب "ظفر الدین" کے نام کی مہر ہے اور اس پر یہ عبارت بہ خط شکستہ آمیز لکھی ہے

الملک العاصی ظفر الدین" بن منشی اصلح الدین ولد
منشی مصلح الدین بن شیخ علاؤالدین کاتب وقائع ہذا

۴۴۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔ $\frac{954}{155}$

اوراق (۴۸) تقطیع "۵ ½ × "۸ ½

وقائع کا یہ دوسرا نسخہ ہے جس کی تفصیل اوپر کے نمبر میں دی جا چکی ہے لہذا اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے نسخہ بخط شکست آمیز صاف لکھا ہوا ہے۔ اس میں حاشیہ یا بین السطور میں معانی نہیں لکھے ہوئے ہیں نسخہ معمولی کرم خوردہ ہے۔

ترقیمہ:۔

از تفضلات جہاں آفرین جل شانہ تمام شد وقائع
حیدر آباد من تصنیف منشی نعمت خاں "علا" (عالی) بخط
بے ربط عاصی پر معاصی منشی شیخ عظیم اللہ خلف شیخ
محب اللہ مرحوم رحمتہ اللہ علیہ برائے خاطر خاطر
برخوردار کلیان پرشاد طول عمرہ تحریر یافت

ہر کہ خواند دعا طمع دارم زانکہ من بندۂ گنہ گارم

تحریر و تاریخ ہفتم شہر شوال ۱۲۷۸ھ

۵۴۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔

۹۵۴/۱۵۶

اوراق (۶۰) ۶ × ۳/۴ ۷"
وقائع کا یہ تیسرا نسخہ ہے جو بہ خط شکست آمیز لکھا ہے۔

ترقیمہ:۔

تمام شد وقائع نعمت خان عالی۔ روز جمعہ یازدہم شہر
ذی الحجہ ۱۲۱۷ھ بخط احقر فرخ حسین ولد شیخ غلام مصطفیٰ

۵۶۔ حسن و عشق:۔

۹۵۴/۱۵۷

نورالدین محمد نعمت خان عالی تصنیف قبل ۱۱۲۱ھ اوراق (۲۲) تقطیع ۱/۲ ۴ × ۸"
مصنف نے واقعات "حسن و عشق" کو ایک قصہ کی شکل میں لکھا ہے

آغاز:۔

حدیث عشق ز آتش بیانم چو شمع افتاد آتش برزبانم

اختتام:۔

وصل حسن و عشق چوں شد لے خدا این دو را ہرگز مکن از ہم جدا
ہیچ عاشق دور از جاناں مباد چوں من بے چارہ در ہجراں مباد

اس افسانہ کو "مثنوی حسن و عشق" یا مختصراً "حسن و عشق" بھی لکھتے ہیں۔ بعض نسخوں میں آغاز کا پہلا مصرعہ یہ ہے "حدیث عشق شد زیب بیانم"

نعمت خان عالی کی سوانح کو "وقائع نعمت خان عالی" کے تحت تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔ نعمت خاں عالی کی انشا پردازی بہت بلند پایہ تھی۔ جہاں تک نثر نویسی کا تعلق ہے خواہ وہ تاریخ ہو یا افسانہ انداز سب کا یکساں ہے یعنی جگہ جگہ آیات قرآنی کے حوالہ جات ضرور ہوتے ہیں اس کے علاوہ نظم کا حصہ بھی درمیان میں ہوتا ہے یہی انداز "حسن و عشق" میں بھی ہے جو اگرچہ فرضی افسانہ ہے مگر اس میں بھی کلام اللہ کی آیات بکثرت ہیں اور نظمیں بھی۔ قصہ کا پلاٹ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ خط شکست آمیز ہے

ترقیمہ :۔

"تمام شد نسخہ حُسن وعشق تصنیف از نعمت خاں
عالی بدست خادم احقر العباد بندہ نعیم الحق بروز
دوشنبہ بوقت ماندن یک پاس روز"

خط شکستہ آمیز ہے۔ "دیباچہ اکبرنامہ" کے ساتھ مجلد ہے اسی لئے فن تاریخ میں اس کو درج کر دیا گیا۔

۷۴۔ منشاتِ مادھورام :۔ (ناقص الآخر)

۹۵۴ / ۱۵۸

مصنف مادھورام۔ سالِ تصنیف ۱۱۲۵ھ مکتوبہ ۱۲۵۸ھ۔ اوراق (۸۸) تقطیع ۵×۸"۔

اس کو عام طور پر انشاء مادھورام کہتے اور لکھتے ہیں۔ دیباچہ کا شعر اس نسخہ میں نہیں ہے بلکہ ۱۵۹ / ۴۸ کے نسخہ میں ہے اس کے علاوہ آخر کے بہت سے مکتوبات نہیں ہیں۔ یا تو وہ اوراق ضائع ہوگئے یا اسی قدر نقل کئے گئے۔

آغاز :۔

بر دبیرانِ دقیقہ رس و روشن ضمیران صبح نفس پوشیدہ نماند

اختتام :۔

ہر جرم من بہ بخشش کرآوردہ ام شفیع   اشک ندامت است عرق انفعال را

اس کتاب میں دو قسم کے مکتوبات ہیں ایک مصنف کے خانگی اور دوسرے مکتوبات ایک حد تک تاریخی ہیں کیونکہ وہ عرضداشتیں اور معروضات بڑے عہدہ داروں کی طرف سے ہیں

مصنف نے دیباچہ میں بعد تمہید لکھا ہے کہ وہ نواب لطف اللہ خاں ولد نواب سعد اللہ خاں کا منشی تھا اس کے بعد
سرکار شاہزادہ جمشید فرجہاندار شاہ بہادر
کا میر منشی بھی رہا اور پھر نواب کوکلتاش خاں کے زمانہ میں بھی اسی خدمت پر فائز رہا اسی کے بعد مصنف نے لکھا کہ اس کے سابقہ کل مسودات :۔

"درمحاربات بادشاہ گردی ہابہ اثاث البیت بہ یغما رفت"

ان مسودات کے ضائع ہونے کے بعد جو کچھ باقی بچ۔ سے یا مل سکے ان کو بقول خود :۔

"بہ تکلیف برادر عزیز والا نژاد لالہ ہر پرشاد گوجوہر قابلیت"

واستعداد از لوح جبیں لمعان ظہور دارد دریں اوراق
نگارش یافت
تا کہ بقول مصنف :۔
دریں دار ناپائدار یادگار بماند
مصنف نے اپنے مجموعہ کو حسب ذیل دو حصوں یا فصلوں پر تقسیم کیا ہے

۱۔ **فصل اوّل** :۔ محتوی بر عرائض ...... و خطوط کہ از زبان نواب لطف اللہ خاں و نواب کوکلتاش خاں بر نگاشتہ :۔

۲۔ **فصل دوم** :۔ متضمن بہ مکاتیب کہ خود با عزا و اقربا بہ قلم دادہ

اس تفصیل کے بعد مصنف نے دیباچہ ہی میں حسب ذیل قطعہ تدوین کی تاریخ کا لکھا ہے

چوں بفضل خدائے عز و جل	یافت ایں نسخہ صورت اتمام
با تعلم گفت سال تاریخش	کہ زہے منشآت مادھورام

۱۱۴۵

اس کے بعد پہلی فصل کے مکتوبات کو شروع کیا ہے
یہ کتاب ہندوستان کے بیشتر مطابع میں چھپ چکی ہے۔ عرصہ تک فارسی درسیات میں بھی شامل رہی۔ اس کے قلمی نسخہ جات بیشتر کتب خانوں میں موجود ہیں چنانچہ مسلم یونیورسٹی لائبریری (شعبہ مخطوطات) میں متعدد نسخہ جات کامل و ناقص موجود ہیں
اس نسخہ کا خط شکست آمیز ہے۔ بعض اوراق بہت اچھے شکست خط میں لکھے ہوئے ہیں لیکن بعض اوراق بہت خراب خط میں ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب ایک نہیں ہے بلکہ کئی ہیں

ترقیمہ :۔

نسخہ مادھو رام بتاریخ چہاردہم ماہ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ

۸۴۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔

۹۵۴/۱۵۹

اوراق (۲۱۱) تقطیع ۱/۲ ۵ × ۳/۴ ۷
یہ منشآت مادھو رام کا دوسرا نسخہ ہے مگر آخر کے کچھ اوراق نہیں ہیں اسی لئے کاتب کے نام کا پتہ نہ چل سکا اور نہ سال کتابت معلوم ہوا۔ معمولی شکست آمیز خط میں لکھا ہوا ہے۔ کتابت زیادہ قدیم نہیں معلوم

ہوئی مگر یہ نسخہ سابقہ نسخہ کے مقابلہ میں مکمل ہے کیونکہ اس میں آخر کے شاید چند اوراق نہیں ہیں۔

۴۹۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔ (ناقص الاول) ۹۵۴/۱۶۰

اوراق (۲۰) تقطیع ۵½" × ۸"

منشآت مادھورام کے یہ صرف (۲۰) اوراق کا مجموعہ ہے۔ گویا (۹۰) اوراق ضائع ہو گئے۔ یہ نسخہ بہت ہی معمولی خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ غالباً کسی نوآموز نے بطور مشق اس کو نقل کیا ہے۔ ترقیمہ میں تاریخ "محرم ماہ بست دوم" لکھ کر کاتب نے اپنا نام "یعقوب خاں۔ اور دادا شاباز خاں صاحب" لکھا ہوا ہے۔ غالباً کسی نوآموز نے بطور مشق اس کو نقل کیا ہے۔ ترقیمہ میں تاریخ "محرم ماہ بست دوم" لکھ کر کاتب نے اپنا نام یعقوب خاں۔ پدر دادا شاباز خاں صاحب" لکھا ہے غالباً شہباز صاحب کے لڑکے "یعقوب خاں" نے اس کو لکھا ہے جس نے اپنے نام کے بعد بجائے "ولد" کے "پدر" کا لفظ لکھدیا۔

۵۰۔ چہار گلشن :- ۹۵۴/۱۶۱

مصنفہ رائے چترمن کائستھ سکسینا ومرتبہ چندربھان منشی کائستھ سکسینہ۔ تصنیف ۱۱۷۳ھ۔ اوراق (۸۵) تقطیع ۶½" × ۱۰½"

یہ کتاب تاریخ۔ تذکرہ اور جغرافیہ کا ایک مفید مجموعہ ہے جس میں نہ صرف قدیم راجاؤں اور بادشاہوں کے حالات ہیں بلکہ ہندوستان کے امرا و اعیان و اولیا اور سادھو وسنتوں کے بھی حالات ہیں

آغاز :-

اجزا رچند مسمّی بہ چہار گلشن مولفہ مظہر دانش و بینش منتخب
مجموعۂ فہرست معانی فہرست مجموعۂ سخندانی برگزیدۂ زمن
رائے چترمن۔

اختتام :-

درضمن ایں بوگداد فقرائے ہنود و اسلام وقلعہ جات
ومنازل بست و دو صوبہ وکتب و رس (و) سلاسل فقرا
اسلام بتصنیف چترمن رائے بیوقوم کائستھ سکسینہ
کہ بعد تمام ایں کتاب بہ فاصلۂ یک ہفتہ بہ عالم جاودانی شتافتند

اس کتاب میں دو مقدمے ہیں پہلا مقدمہ مصنف کے پوتے منشی چند ربھان نے لکھا ہے اور دوسرا مصنف کا ہے۔
چنانچہ منشی چند ربھان نے ابتدا، مقدمہ میں یہ لکھتے ہوئے کہ چہار گلشن کے چند اجزا، جن میں بڑے بڑے
راجاؤں اور بادشاہوں کے حالات لکھے ہوئے تھے بے ترتیب پڑے ہوئے تھے اس لئے

"بندۂ عاصی پر معاصی چند ربھان منشی کائستھ سکسینہ لقب
رائے زادہ بنیرۂ آں "رہ نورد عالم بقا"

نے چاہا کہ ان کو افادۂ عام اور معلومات کے لئے مرتب کردے مرتب کے مقدمہ کے آغاز کی عبارت وہی ہے
جو "آغاز" کے عنوان میں درج ہے۔ مصنف نے اپنا مقدمہ حمد کی اس عبارت سے شروع کیا ہے

"سپاس بیروں از قیاس بادشاہے راسزد کہ کرہ
تمام زمین نقطۂ از مملکت او"

اس کے بعد مصنف نے اپنا نام:-

"ایں عاصی تمام گناہ و تقصیر عقیدت فن چترمن قوم کائستھ
سکسینہ لقب رائے زادہ"

لکھتے ہوئے وجہ تالیف کتاب لکھی۔ مصنف نے اپنی اس کتاب کے تین نام لکھے ہیں"
"چترگلشن"۔ "چہار گلشن"۔ "اخبار النوادر"۔ اول کے دو ناموں میں اس نے اپنے نام کی نسبت کا لحاظ رکھا
اور انھیں ناموں سے تاریخ تصنیف بھی نکالی ہے چنانچہ لکھتا ہے

زدل گفتم بگو تاریخ روشن   ندا آمد "چترمن نیک گلشن"
۱۱۷۳ھ

مصنف نے لکھا ہے کہ "چترگلشن" سے مراد "چہار گلشن" ہے کیونکہ :-

کہ در ہندی چتر چہار است درگفت   بود ہم ایں لطیفہ پختہ و سخت

نام "اخبار النوادر" سے بھی مصنف نے بطریق تخرجہ اس طرح سے تاریخ نکالی ہے:-

اگر گویند "اخبار النوادر"   بود ایں نام ہم بسیار نادر
۱۰۹۶ھ
چو لفظ "کنیز" ضم کردند بانام   شود تاریخ اتمامش سرانجام
۷۷

اعداد (۱۰۹۶) کو (۷۷) میں جوڑنے سے (۱۱۷۳) ہوتے ہیں۔ تصنیف کی تکمیل کا یہی سال ہے
نام کتاب لکھنے کے بعد مصنف نے ترتیب مضامین کو حسب ذیل چار حصوں پر تقسیم کیا ہے ہر حصہ کا نام گلشن
رکھا ہے اس لئے مصنف نے اسی مناسبت سے کتاب کا نام "چہار گلشن" رکھا

۱۔ گلشن اوّل :- در احوال بادشاہاں و صوبہ جات

۲۔ گلشن دویم :- در بیان صوبجات جنوبستان

۳۔ گلشن سوم :۔ در بیان مسافت منازل چہار سوئے از شاہ جہاں آباد دہلی

۴۔ گلشن چہارم :۔ در ذکر سلاسل فقرار اسلام و ہنود

کتاب اگرچہ مختصر ہے اور کہوئی بھی چاہئے تھی کیونکہ مصنف نے ما قبل التاریخ سے کتاب کو شروع کر کے شاہجہاں بادشاہ ثانی پر یعنی اپنے زمانہ کے حکمراں پر اسکو ختم کیا ہے اور اس میں نہ صرف راجاؤں اور بادشاہوں کے حالات لکھے ہیں بلکہ ہر صوبے کے بزرگوں ۔ اولیا اور سنتوں کے حالات کو بھی قلمبند کیا ہے اور اس کے ساتھ ہر صوبے کے مالیات اور رقبہ کو بھی بتایا ہے ۔ ابتدائی تاریخی اور جغرافیائی معلومات کے لئے کتاب کافی مفید ہے۔ مرتب کتاب "رائے چندر بھان" مصنف کا پوتا ہے جیسا کہ اس نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے ۔ تصنیف کتاب کا زمانہ ۱۱۷۳ھ ہے اور وہی سال مصنف کی وفات کا ہے جیسا کہ مرتب نے ختم کتاب کے بعد یہ لکھتے ہوئے :۔

ایں کتاب تواریخ اخبار محتوی احوال بست و دو صوبۂ
ہندوستاں کہ بعرصۂ تصرف بادشاہان ہندوستان
آمده از ابتدائے راجہ جدھشتر لغایت محیی الملت
شاہجہاں بادشاہ (ثانی) در ۱۱۷۳ھ باستصواب
وزیر الممالک غازی الدین خاں عرف شہاب الدین خاں
در ہنگامہ آمد آمد شاہ احمد ابدالی مرتبۂ دوم رونق افزائے
تخت سلطنت شده بودند

لکھا ہے کہ "چترمن رائے جیو" اس کتاب کے اتمام کے بعد ایک ہفتہ سے زیادہ زندہ نہ رہے ظاہر ہے کہ ان کے پوتے نے اس کے کچھ عرصہ کے بعد ہی کتاب کے منتشر اجزار کو ایک جگہ کر کے مرتب کیا ہے ۔ بہرحال کتاب سے صحیح تاریخ ترتیب نہ معلوم ہوسکی چترمن رائے نواب غازی الدین خاں وزیر الممالک کی سرکار سے وابستہ تھی ۔

کتاب کہیں بخط نستعلیق ہے اور کہیں بخط شکست آمیز ۔ کتاب کہیں کہیں کرم خوردہ بھی ہے جس کی جلد بندی کردی گئی ہے لیکن افسوس ہے کہ جلد بندی انتہائی بے احتیاطی سے کی گئی۔

ترقیمہ :۔

تمام شد کارمن نظام شد ۔ ایں کتاب نیاز سند
مول چند برائے خود نقل بردا شتہ

۹۵۴
۱۶۲

۵۱ - چند مختصرات ومکتوبات۔

اوراق (۱۴)۔ تقطیع ۱/۲ ۴ × ۸

اس مجموعہ کا کچھ نام نہیں ہے اور نہ یہ پتہ چل سکا کہ ان کا مدون اور مرتب کون ہے اسی لئے چند مختصرات ومکتوبات کا نام لکھ دیا ہے حسب تفصیل ذیل اس میں مکتوبات وغیرہ ہیں:۔

۱۔ از مولانائے جانب؟ در تعریف تنباکو گفتہ
۲۔ دیباچہ بر بیاض نورس رشید الزشتہ
۳۔ دیباچۂ مکاتیب قدوۃ المحاجرین (غالباً المہاجرین) شیخ
۴۔ ایضاً دیباچہ بیاض
۵۔ رقعۂ خان خانان ... بجواب آصف خاں نوشتہ۔
۶۔ جواب آصف خاں
۷۔ مکتوب شاہ عباس در مبارکباد جلوس شاہ سلیم یعنی جہانگیر
۸۔ دیباچہ بر بیاض
۹۔ در تعریف وتوصیف اصفہان
۱۰۔ بجانب شہنشاہ از جانب خود احوال دار السلطنت اصفہان نوشتہ

اس مجموعہ میں مکتوب (۷) کافی اہمیت رکھتا ہے۔ کافی طویل مکتوب ہے جس میں شاہ عباس صفوی نے شہنشاہ جہانگیر کو تخت نشینی کی مبارکباد دیتے ہوئے اور اپنے ایک حصۂ ملک یعنی ولایت آذربائیجان اور شیروان کی مہم کو بھی اجمالاً لکھتے ہوئے تاخیر ترسیل مبارکباد کی معذرت کی ہے اور:۔

کل الاخلاص۔ راسخ الاعتقاد۔ کمال الدین یادگار
عم سلطان را کہ اباً عن جدٍ کہ از زمرۂ بندگان کجیت
وصوفیا صافی طویت این دودمان است

کو بغرض ادائے تہنیت تخت نشینی" روانہ درگاہ معلیٰ وبارگاہ اعلیٰ کیا شاہ عباس صفوی اول نے ۹۹۵ھ/۱۵۸۷ء سے ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۹ء تک تقریباً (۴۲) سال حکومت کی۔ یہ تہنیت نامہ غالباً ۱۰۱۵ھ کے اوائل میں بھیجا ہوگا اسی وجہ سے تاخیر کی معذرت کی ہے کیونکہ شاہنشاہ جہانگیر کی تاریخ تخت نشینی ۸ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ ہے۔
نسخہ کاغذ شکست آمیز ہے یہ نسخہ دیباچۂ اکبرنامہ کے ساتھ مجلد ہے۔

۱۔ دیوان پسند:۔

تصنیف رائے چھترل ۱۲۲۳ھ مکتوبہ ۱۲۲۵ھ اوراق (۱۶۳) تقطیع ۳×۵

مصنف نے اس رسالہ میں ہندوستان کے قدیم طریق مال گزاری کو تفصیل سے لکھا ہے۔

آغاز:۔

تخم ریزی حمد و ثنا در زمین عجز و نیاز بکشا ورز حقیقی راست
کہ زراعت عالم را بہ ریشہ دوانی قدرت کاملہ خود
بانواع ترکیب دنمود آورد

اختتام:۔

انشار تواریخ اگرچہ بسیار ند لیکن ضرور تا تاسیر
"نگار نامہ" "رقعات برہمن" "مادھورام" "دابوالفضل"
از قدما "ورقعات" "قبلہ گاہ ہم منشی رائے پران چند صاحب
مدظلہ العالی ازحال کافیست

مصنف نے مختصر حمد کے بعد دیباچہ میں اپنا نام چھترل ولد رائے پران چند منشی لکھتے ہوئے کتاب کا نام
"رسالہ دیوان پسند"
لکھا جس کو مصنف نے چار دستوروں پر حسب تفصیل ذیل تقسیم کیا:۔

دستور اوّل:۔ دربیان درستی زمین ہائے کشتکار و تعین جمع سرکار دبعضے حساب سیاق وشمار
(اس دستور کو دو ضلعوں (فصلوں) پر تقسیم کیا گیا ہے جس
کی تفصیل یہ ہے)
(الف) ضلع اول: دربیان زمین ہائے کشتکار و تعین جمع سرکار
(ب) ضلع دوم: در بعضے حساب سیاق وشمار

۲۔ دستور دوم:۔ دربیان پیداواری اجناس مزروعہ (اس کی دو فصلیں حسب ذیل ہیں)

(الف) فصل اول:۔ در پیداواری اجناس مزروعہ فصل خریف

(ب) فصل دوم :- در پیداواری اجناس مزروعہ فصل ربیع

۳۔ دستور سوم :- در بعضے انتظام مہمات مالی و ملکی (اس کی دو قسمیں ہیں جن کا نام مصنف نے قرینہ رکھا)

(الف) قرینۂ اول :- در قواعد سررشتہ کل

(ب) قرینۂ دوم :- در قواعد سلسلۂ مفصل

۴۔ دستور چہارم :- در بعضے دستاویزات معاملہ (اس کی حسب ذیل دو قسمیں ہیں جن کا نام مصنف نے صفحہ رکھا)

(الف) صفحۂ اول : متعلق دفتر دیوان از قسم پٹہ و قبولیت و دیگر دستاویزات

(ب) صفحۂ دوم : متعلق منشی خانہ مثل احکام نویسی از قسم سند و پروانہ جات

ہندوستان کی مالگزاری کی تنظیم پر کافی مبسوط کتاب ہے۔ شہنشاہ اورنگزیب کے عہد کے ایک مال کے عہدیدار نے اسی شرح و بسط سے مالگزاری کی تنظیم پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام "خلاصۃ السیاق" ہے جس کے دو قلمی نسخہ جات مسلم یونیورسٹی لٹن لائبریری کے شعبۂ مخطوطات میں ہیں۔ غالباً مصنف نے اُس کتاب سے بھی استفادہ کیا ہے اگرچہ اس نے اس کتاب کا حوالہ اپنی کتاب میں نہیں دیا ہے۔ کتاب کے آخر میں اس نے "نگارنامۂ منشی" اور غالباً "قواعد السلطنت" یا "منشآت برہمن مصنف پنڈت چندر بھان برہمن بنام "رقعات برہمن" اور اپنے والد رائے برک چند کے رقعات کی طرف اپنے ناظرین کو خاص طور پر توجہ دلائی ہے۔

کتاب دستاویزات وغیرہ کے نمونوں اور تحریری اصطلاحات سے کافی مزین ہے۔ کتاب بخط نستعلیق اور بخط شکست آمیز لکھی ہوئی ہے اس کے علاوہ یہ نسخہ مصنف کے ہی ہاتھ کا ہے جس کے لئے مصنف نے ترقیمہ میں لکھا ہے۔

ترقیمہ :-

تمت تمام شد رسالۂ دیوان پسند بتاریخ چہار دہم
شوال المکرم سنہ یکہزار و دوصد و سی و چہار ہجری
بخط ناقص خاکسار چھتر مل جامع ایں دستور العمل
مسودۂ ثانی در اکبر آباد تمت تمام شد

اسی کے قریب حاشیہ پر بخط شکست آمیز لکھا ہے " از مسودۂ دستخطی مصنف نقل برداشتہ مقابلہ و تصحیح کردہ شد" کتاب کا اول سے آخر تک ایک خط نہیں ہے بلکہ بدلا ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے ایک قسم سے نہیں لکھا۔ کتاب اچھی حالت میں ہے۔ کہیں کہیں کرم خوردہ ہے جس کی چٹ بندی کر دی گئی ہے۔

۵۱۔ جہاں نما۔ (ناقص الآخر)

مصنف علی اکبر۔ اوراق (۴۴) تقطیع ۸" × ۱۴"
یہ مختلف ملکوں اور مختلف عہدوں کے تاریخی واقعات کا ایک حد تک غیر مرتب مجموعہ ہے

آغاز:۔

شکر و سپاس بر مبدعے را حاجب کر امکان واجب الاعیان
بہ قدرت کاملہ وحکمت شاملہ نونشیں از کمین غیب بہ عرصۂ
شہود و ذرہ وجود بر آورد

اختتام:۔

بہ بہانۂ انحراف مزاج و تبدیل آب و ہوا رخصت
مراد آباد محل یقول یافتہ توسن عزیمت را نعل در رو نہ زدہ
از چہار پنج منزلے سمت مراد آباد رایت توجہ
بہ صوبۂ دکن افراشت در سال ہزار و صد و سی و دو
ہجری کوچ بہ کوچ روانہ شدہ بدار السرور برہان
پور پیوستہ قلعہ آسیر را . . . .

مصنف نے مختصر حمد و نعت کے بعد ابتدائے دیباچہ میں اپنا نام:۔
بندۂ احقر و اصغر علی اکبر
لکھتے ہوئے وجہ تالیف کے متعلق لکھا کہ مصنف نے اپنے استاد "توسل حسین خان المتخلص بہ ہمدم"
بیان کردہ ان تمام واقعات و سوانحات کو:۔
بہ فور شوق و امیدواری برائے مطالعۂ برخوردار سعادتمند
کامگار میر کاظم علی عرف اجالا بخش
قلمبند کر دیا اور اس کا نام "جہاں نما" رکھا
کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں حسب ذیل (۹) مختلف النوع عنوانات ہیں کچھ سرخی سے اور کچھ
فرانی رنگ سے لکھے ہوئے ہیں۔
۱۔ اخبار ایران: اس عنوان کے تحت "احمد خان بادشاہ" یعنی احمد شاہ قاچار کی حکومت کا مختصر بیان

ہے جس میں ایران اور روس کی جنگ کا حال بھی درج ہے جو اس عہد میں ہوئی)

۲۔ اخبار ایران وسوانح آں زماں و آمدنِ ایلچی "بونا پارٹ" (نپولین بوناپارٹ فرانسیسی حکمراں)

۳۔ سوانح لکھنؤ وجلوس سعادت علی خاں بر دسادۂ دولت

۴۔ ملازمت نمودن جنرل دیگر (غالباً واکر) از جنابعالی (سعادت علی خاں)

۵۔ روئداد نواب رستم جاہ بہادر (واقعات دکن ۱۲۱۸ھ)

۶۔ اخبار تاریخ (ذکر بقراط طبیعت یونانی و ذکر سکندر)

۷۔ اخبار یاجوجیہ (اس میں مصنف نے یاجوج و ماجوج کے قصہ کو نقل کیا)

۸۔ (انتخاب تاریخ) اس میں مصنف نے ایران کے پہلے بادشاہ لہراسپ اور اس کے بیٹے گشتاسپ کا قصہ نقل کیا ہے

۹۔ اخبار محرم الحرام (واقعات سادات مچھلی پٹن (یا مسولی پاٹم)۔ (انگریزوں کے تسلط کے بعد علم نکالنے پر فوجیوں اور غیر فوجیوں میں جو جھگڑا ہوگیا تھا اس کی تفصیلات ہیں اسی سلسلہ میں مصنف نے فیضی اور ابوالفضل کا بھی مختصراً ذکر کر دیا ہے)

۱۰۔ اخبار محرم الحرام:۔ (یہ بھی واقعہ مندرجہ ۹ کے سلسلہ کی کڑی ہے اور فسادات کی تفصیلات ہیں)

۱۱۔ روئداد:۔ اس میں مصنف نے اپنی خدمت اخبار نویسی کو بیان کرتے ہوئے میر محمد صادق کی کوشش اخبار نویسی کو بواسطہ احتشام الملک بھی بیان کر دیا ہے

حصہ دوم کو بجا اظہار حصہ دوم تنی معطلا و مذہب پیشانی سے شروع کیا جس میں حسب ذیل (۱۱) عنوانات ہیں:۔

۱۔ یہ مضمون بلاعنوان ہے۔ اس میں عیسائیوں کے مذہب تثلیث کو بیان کرتے ہوئے مصنف نے حضرت آدم اور حضرت حوا صلوٰۃ اللہ علیہا کی پیدائش کو مختصراً بیان کیا ہے

۲۔ اخبار صحت آثار معتبر و مشہور و مذکور و منظور یہ بھی پچھلے بیان کی کڑی ہے جس کو مصنف نے اس طرح سے شروع کیا:۔

"از اصحاب مستطاب بجناب یوشن تباب قائل
"سلونی عما دون العرش" یعنی امیر المومنین حضرت
یعسوب الدین علی ابن طالب معروض داشت"

اس روایت کے بعد شیخ ابن عربی و شیخ سعد الدین حمویہ کے اقوال نسبت پیدائش آدم علیہ السلام کو نقل کیا ہے)

۳۔ استمداد زمان حدوث:۔ (مصنف نے اس میں ہندو عقائد کے اعتبار سے زمانہ کی تقسیم عد تقسیم کو

ن کرتے ہوئے ان کی سماجی زندگی کو بھی مختصراً بیان کیا ہے۔ اس کے بعد "برہما" کا ذکر کرتے ہوئے
برنوں یعنی برہمن چھتری وغیرہ کی تفصیلات دی ہیں۔

۔ مجلے از قضا ہائے روزگار و سوانح آثار گذشتہ :۔ (اس میں مصنف نے مشہور مہابھارت اور
اور کورو پانڈو" کی جنگ کو اجمالاً بیان کیا ہے اور اسی کے بعد "ترجمۂ رامائن" کا عنوان دیکر رام
لچھمن کی پیدائش و بن باس کی تفصیلات دی ہیں)

۔ شروع ملک دکن :۔ (اس میں دکن کا جغرافیہ اور عادل شاہیہ و قطب شاہیہ وغیرہ حکومتوں
کی تاریخ لکھتے ہوئے آخر میں مغلیہ حکومت کے دور کو لکھا ہے اور اسی کے بعد شہنشاہ عالمگیر اورنگزیب
شاہزادہ داراشکوہ کی جنگ۔ اور شہنشاہ اورنگ زیب کی کامیابی کو لکھا ہے)

۔ سوانح گولکنڈہ (سلطان ابوالحسن تاناشاہ کا ذکر کرتے ہوئے شہنشاہ اورنگ زیب کی وفات کا
ذکر کرکے ان کی پانچوں اولادوں کے نام لکھے ہیں اور شاہزادہ محمد معظم (جو شاہ عالم بہادر شاہ کے
لقب سے ملقب ہوئے) اور شہزادہ محمد اعظم کی جنگ کی تفصیلات ہیں۔ اس کے بعد صوبہ جات دکن یعنی
اورنگ آباد۔ بیدر۔ برار۔ خاندیس۔ بیجاپور۔ حیدرآباد مع کرناٹک کے مالیہ کی تفصیلات ہیں)

۔ بقیہ احوال رام :۔ اس میں پھر اس نے رام۔ لچھمن اور سیتا کی زندگی کے حالات یہ لکھ کر "اکنوں
عنان عزیمت بصوب گزارش بقیہ احوال رام معطوف می گردد" واقعات مندرجہ بالا کی کڑی کو جوڑتے ہوئے
کی سرزمین میں ان کی صحرا نوردی۔ لنکا پر چڑھائی۔ فتح اور اجودھیا میں کامیابی سے واپسی اور تخت نشینی کی
تفصیلات ہیں۔ ان تفصیلات کے بعد مصنف نے یہ لکھ کر :۔

"چوں از قضا ہائے رام فراغ تمام نجامۂ مشکل قام حاصل گشت"

پھر مہابھارت کے باقی ماندہ قصہ کو شروع کر دیا اور اسی سلسلہ میں مصنف نے ہندوستان کی قدیم تر
بت کدوں مثلاً دوارکا (گجرات) اور جگن ناتھ (اڑیسہ) وغیرہ کی بھی تفصیلات دی ہیں اس کے بعد
یہ کر کہ :۔

"الحمدللہ کہ از ارقام احوال ضروری رام وراون
و کوروان و پانڈوان و کشن و جادوان کہ چنداں
ضرورتے نداشت مجملا فراغ یافتہ"

مصنف نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تینوں لڑکوں یافث۔ سام و حام کا نام لکھ کر ان کی
اور ان کی اولاد کی تفصیلات لکھی ہیں جو حسب رسم تاریخوں میں درج ہیں۔ پھر چنگیز خاں اور ہلاکو کے سلسلہ کو
بیان کرکے امیر تیمور گورگاں اور اس کی اولاد کا تذکرہ لکھا ہے یہاں تک کہ شہنشاہ بابر اور سلطان ابراہیم
لودی کی جنگ پانی پت۔ اور شہنشاہ بابر کی فتح اور ہندوستان پر قبضہ اور راجپوتوں و حسن خاں میواتی

کے مقابلہ کو اجمالاً لکھا۔ پھر ہمایوں کی شیر شاہ کے مقابلہ میں ہزیمت اور شیر شاہ اور اس کی اولاد کے عہد حکومت کو بیان کرکے ہمایوں کی دوبارہ تخت نشینی بھائیوں سے آویزش اور موت کو بیان کرکے شہنشاہ اکبر اعظم، شہنشاہ جہانگیر، شہنشاہ شاہ جہاں کے عہدوں کو بیان کرتے ہوئے عہد عالمگیری کی وہی تفصیلات دی ہیں جو دوسری تاریخوں میں درج ہیں اور پھر دونوں بھائیوں " شاہزادہ داراشکوہ و شہزادۂ عالمگیر " کے خونی معرکہ کو دوبارہ بیان کیا اسی سلسلہ میں (۲۱) صوبوں کے نام لکھ کر ہر ایک کا مالیہ لکھا ہے جس کی میزان (۵۶ ارب اور ۵۰ کروڑ) دی ہے

۸۔ ذکر خطۂ کشمیر۔

(اس میں مصنف نے کشمیر کی وجہ تسمیہ لکھ کر اس کی قدیم تر تاریخ اور پھر راجاؤں اور بادشاہوں کی مختصر تاریخ لکھی ہے اور اس کے بعد اس کا جغرافیہ اور وہاں کی پیداوار اور عمارات کی تفصیلات دی ہیں)

۹۔ تکرار ذکر عالمگیر بادشاہ۔ ذکر سلطنت عالمگیر بادشاہ (اس میں پھر شاہزادہ عالمگیر اورنگ زیب اور شاہزادۂ داراشکوہ کی باہمی جنگ کو بیان کیا گیا ہے)

۱۰۔ ذکر تسخیر مملکت دکن و سوانح آں (اس میں پھر حملۂ اور فتح بیجاپور کا بیان ہے)

۱۱۔ ذکر تسخیر قلعۂ گولکنڈہ۔ اس میں مکرر قلعہ گولکنڈہ پر حملہ اور اس کی فتح اور نظم و نسق کا ذکر ہے جو ناتمام ہے اور اسی پر کتاب کا خاتمہ ہے)

یہ عجیب قسم کی غیر مرتب و غیر مربوط تاریخ ہے۔ کئی واقعات مکرر بیان کئے گئے ہیں۔ تسلسل سے مصنف نے معلوم نہیں کیوں گریز کیا۔ مصنف غالباً ایرانی نژاد ہے جو مملکت آصفیہ میں بقول خود اخبار نویسی کی خدمت پر مامور تھا۔ چنانچہ اس کتاب میں حصہ اول کے عنوان روئداد ۱۲۰۰ کے تحت گویا اپنی ذاتی روئداد لکھی ہے جس سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ مملکت آصفیہ میں خدمتِ اخبار نویسی پر مامور تھا جو غالباً میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کا عہد تھا چنانچہ وہ اس سلسلہ میں اپنی اخبار نویسی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:۔

کہ ایں کمترین عقیدتِ آئین خدمت چنیں را علی الخصوص
در ایام محاربات فیما بین انگریز بہادر و حیدر علی خاں...
.... بہ نوعے سرانجام نمود کہ سر مو غبار ... - از ساحتِ
خاطر ہا ارتفاع نہ یافت

اس روئداد میں مصنف نے اپنے متعلق اس سے زیادہ نہیں لکھا اس لئے مولف کے حالات تفصیلی طور پر معلوم نہ ہو سکے مولف کی یہ تالیف اسی اخبار نویسی کا گویا نتیجہ ہے جس پر وہ مامور تھا

افسوس ہے کہ کتاب ناقص الآخر ہے اس لئے کاتب کا بھی نام و پتہ نہ معلوم ہو سکا کتاب شکست آمیز

(باندازِ شکستِ ایرانی قدیم) لکھی ہوئی ہے خط صاف ہے۔ دونوں حصوں کی پیشانیاں مطلا و مذہب ہیں اور اوراق کی جداول بھی سنہری ہیں۔
ابتدائی چند اوراق آب خوردہ اور کچھ کرم خوردہ ہیں باقی کتاب اچھی حالت میں ہے

۹۵۴
۱۶۵

۵۴۔ انشار راجہ لچھمی نرائن :۔ (ناقص الاول)

مرتب مولوی محمد فیض بخش مرحوم کاکوری۔ سالِ تصنیف ۱۲۰۵ھ۔ اوراق (۹۸)
اس رسالہ کا پہلا ورق جس میں دیباچہ کا کچھ حصہ ہے نہیں ہے

آغاز :۔

کہ وہاں تو اندکشاد شاہنشاہیت کہ کمندِ انکار ادراک
بر بام قصر بلند اسرار ذاتش نمی رسد

اختتام :۔

امید (کہ) از الطافِ ساقی آنست کہ از کدلک عطوفت
زنگ کدورت (را) بندہ مدام از صحائفِ مہربانی یاد
فرمایا شد۔ ایام جمعیت بکام باد :۔

مرتب نے مسودات خطوط کی تدوین سے پہلے ایک طویل مقدمہ لکھا ہے جس میں حمد و نعت کے بعد اپنا نام و مسکن "امیدوار مغفرت خلاق اکبر محمد فیض بخش بن غلام سرور غفر اللہ تعالیٰ ذنوبہما ساکن کاکوری ضلع لکھنؤ" لکھ کر مسودات کے متعلق یہ لکھتے ہوئے :۔

اکسیر (اکثر) مسودات نظم و نثر از زادہ ہائے طبع بلند
گل گلبن سخندانی بلبلِ شاخسار معانی در سفینہ سینہ اش
از مضامینِ رنگین خوانی راجہ لچھمی نارائن منشی
(وغیرہ وغیرہ)

راجہ لچھمی نارائن منشی کے فضل و کمال کی اتنی تعریف کی ہے کہ ملا ظہوری۔ زلالی۔ اور منیر کی ادبیت اور انشاء پردازی پر بھی ترجیح دے دی ہے جس پر ان کے کچھ دوستوں نے اعتراض بھی کیا جس کا انہوں نے نہایت معقول اور خاموش کن جواب دیا ہے اس کے بعد راجہ صاحب کے نسب اور وطنیت کے متعلق لکھا ہے کہ :۔

منشی موصوف قوم کھتری موطنِ اصلی او قصبہ کنجاہ از
مضافات دارالسلطنت لاہور است رائے جسونت
جدامجدش در عہدِ عالمگیر (اورنگ زیب) بادشاہ
انار اللہ برہانہ

نے دہلی میں آکر سکونت اختیار کی اور امرار عظام کی وکالت کی خدمات انجام دینے لگے۔ ان کے مرنے کے بعد
راجہ صاحب کے والد رائے منشی رام نے بھی اسی عزت سے زندگی گزاری۔ راجہ صاحب نے ابتدائی تعلیم
یعنی کتب متداول فارسی کا درس مولانا شیخ محمد برادر زادہ غنیمت کنجاہی سے لیا۔ بارہ سال کی عمر میں شاعری
کی طرف متوجہ ہوئے اور عروض و قافیہ و معانی و بیان وغیرہ کا درس لے کر سراج الدین علی خاں آرزو
کی شاگردی کی۔ صرف ونحو کا درس رائے ٹیک چند بہار سے لیا۔ اس کے بعد دہلی کے مشہور اطباء کی
خدمت میں رہ کر طب اور نسخہ نویسی میں مہارت پیدا کرکے کامل (۱۲) سال علاج و معالجہ کی خدمات
انجام دیں۔

احمد شاہ درانی کے مسلسل حملوں سے جو دہلی میں افراتفری ہوئی تو راجہ صاحب نے بھی دہلی کو خیرباد کہا اور
دکن جاکر کچھ دنوں اورنگ آباد میں دن گزارے اس کے بعد بریلی میں حافظ رحمت خاں کے دیوان
"بسائے بہاڑ سنگھ" کے پاس تقریباً (۹) سال گزارے۔ اسی عرصہ میں وہ چکلہ اٹاوہ (یعنی ضلع اٹاوہ) کی
منشی گیری کی خدمت پر فائز ہوکر اٹاوہ چلے آئے اس کے بعد تقریباً عرصہ دس سال میں راجہ صاحب نے
مزید ترقی کرکے "عنبر خاں" خواجہ سرا شاہی کی وساطت سے نواب آصف الدولہ کی سرکار میں بمشاہرہ
ایکسو روپے ملازم ہو گئے۔ دو سال کے بعد ترکِ ملازمت کرکے فیض آباد میں آکر حسب سابق مقیم ہوگئے۔
مرتب مسودات نے لکھا ہے کہ ان کو فیض آباد میں مقیم ہوئے اب تین سال ہوگئے ہیں ضعیفی کے ساتھ
ساتھ کچھ دماغ میں خلل بھی ہوگیا ہے۔ چونکہ مرتب مسودات کی راجہ صاحب سے بہت زیادہ رسم تھی اسی
لئے اسی زمانہ میں مرتب نے راجہ صاحب کے یہ اوراق پریشاں جن دقتوں سے جمع کئے اور ان کو مدون
کیا ان کے لئے جناب مولوی صاحب موصوف رحمتہ اللہ علیہ بایں تصریح ارشاد فرماتے
ہیں۔

برخے بزور از قلمدان ایشاں برآوردہ و بعضے را در حالت
جنون بحیلہ خدمتگارے کہ تحویلدار کارخانجات بود بمن رسانیدہ

اس طرح سے مرتب نے راجہ صاحب کے کل مسودات کو اکٹھا کرکے ان کو مکتوبات کی شکل میں ۱۲۰۵ھ میں
مدون و مرتب کردیا یہ کل اکتوچار مکتوبات ہیں جن کے عنوانات یہ ہیں!۔

۱۔ اول فتح لا طائل دہ کہ از دست اولیاء دولت وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ بہادر اتفاق افتادہ بود

بہ وساطت شاہ مدن صاحب بنظر نواب می گزرانیدند

۱-۳-۴-۵-۶ - رقعہ مسمی معیار الادراک بہ شیخ باقر علی می نویسد (یہ مختلف موضوع پر چھ رقعات ہیں)

۷ - در تلازم آتش کہ در سنہ ۱۱۸۹ھ در فیض آباد افتادہ ـ خانہائے محمد عطا خاں وغیرہ کنارہ دریا مع کشتیہا و صد ہا مردم سوختہ و آب دریا ہم گرم شدہ و شعلہ ہائے او ہمچو بلند گشتہ کہ ساکنانِ فیض آبادرا در اندک قیام قیامت شد

۸ - در تلازم ماہی کہ روزے مرزا اصغر علی بیگ داروغہ میر بحر نائب عنبر علی خاں بہ شیخ احمد علی گزرانیدہ بود می نویسد

۹ - در تلازم سگ ہائے تازی کہ شخصے بخدمت جواہر علی خاں (نواب ناظر) می نویسد

۱۰ - در تلازم اسپ ابلق (۱۱) در تلازم حنا (۱۲) در تلازم پالکی و تہنیت کہ بہ عنبر علی خاں (خواجہ سرا نواب آصف الدولہ) از حضور اقدس وزیر الممالک مرحمت گشتہ بود از طرف جواہر علی خاں می نویسد

۱۳ - در تلازم بندوق کہ جواہر علی خاں بہ سید علی برادر زادہ شیخ احمد علی مرحمت شدہ (کردہ) بود می نویسد

۱۴ - در تلازم کشتکار و زراعت کہ دریں سرکلہ بنظر آید دستِ عمل زمینداراں است از روئے طبع نفس می نویسد

۱۵ - عرضداشت در تلازم آئینہ ہا کہ جواہر علی خاں بہ نواب فرستادہ بودند می نویسد

۱۶-۱۷ - در تلازم مصطلحات منطق وغیرہ می نویسد

۱۸ - در تلازم درد پا کہ خودش مبتلا شدہ بود و بہ حکم میر نواب می نویسد

۱۹ - در تلازم فرد رضائی (درزائی) کہ عنبر علی خاں باخوند احمد علی خاں در لکھنؤ فرستادہ بودند می نویسد

۲۰ - در تلازم کشتکار می نویسد

۲۱ - در تلازم گل ہائے بیلہ

۲۲ - در تلازم سرمہ بہ حکم میر نواب می نویسد

۲۳ - عرضی کہ غلام رسول قوال بتوسط بندہ بہ جواہر علی خاں گزرانیدہ بود و بہ وسیلۂ آں درخواست زر خرچ کردہ ـــ در تلازم ساز و نغمہ می نویسد

۲۴ - در تلازم شیشہ ہائے گلاب و اچار مربہ کہ عنبر علی خاں از لکھنؤ بہ جواہر علی خاں فرستادہ بودندی نویسد

۲۵ - در تلازم منطق

۲۶ - در تلازم سنبوسہ

۲۷ - در تلازم ظروفِ گلی مراد آبادی کہ مرزا حسین علی فوجدار بانس بریلی بہ جواہر علی خاں فرستادہ بودی نویسد

۲۸ ۔ در تلازم کبوتران و کمان کہ میر مردان علی بہ عنبر علی خاں فرستادہ بودند۔
۲۹ ۔ رقعۂ دیگر
۳۰ ۔ بہ حضرت احمد زماں پیرزادہ ساکن رودلی فرزند شاہ عبد الحق از طرف اخوند احمد علی : چادر حمائل گل برائے مزار شاہ موصوف قدس سرہٗ فرستادہ بودند۔ می نویسد
۳۱ ۔ بہ استاد خود می نویسد۔
۳۲ ۔ در جواب خط حسن رضا خاں در مقدمہ میر عبد العلی پیش نماز بہ جواہر علی خاں نوشتہ بود می نویسد۔
۳۳ ۔ بہ غلام علی خاں عامل . . . . از طرف اخوند احمد علی می نویسد
۳۴ ۔ بہ التماس شاں از طرف عنبر علی خاں می نویسد
۳۵ ۔ از طرف اخوند احمد علی بہ میر امام الدین خاں ہنگامیکہ میر موصوف از فوجداری گلہ ..... معزول شدہ بلکھنؤ رفت می نویسد۔
۳۶ ۔ خط اخوند احمد علی بہ خدمت جواہر علی خاں در ہنگامیکہ ہمراہ رکاب جہانبانی طرف کوہ پٹول تشریف داشتند و فرزندان اخوند صاحب در فیض آباد بیمار بودند می نویسد
۳۷ ۔ بہ شیخ باقر مودغزلی می نویسد
۳۸ ۔ بہ مرزا اسد اللہ بیگ می نویسد
۳۹ ۔ بہ شیخ باقر علی
۴۰ ۔ خط اخوند احمد علی در جواب عریضہ جوانی بخش پسر شکرن (شیوکرن) فوطہ داری نوسید
۴۱ ۔ از طرف جناب عالیہ نواب بہو بیگم صاحبہ در جواب صاحبان کلکتہ کہ از فرنگ بعد معزولی ہشتی صاحب مقرر شدہ آمدہ بود۔ می نویسد
۴۲ ۔ مسودہ دیگر برائے صاحب مذکور۔
۴۳ ۔ بہ صاحب مذکور ہنگامیکہ از کلکتہ قصد سیر عظیم آباد و اودھ کردہ۔ می نویسد
۴۴ ۔ بہ صاحب مذکور ہنگامیکہ در لکھنؤ آمدہ قصد فرخ آباد کردہ بود در جواب خط او۔ می نویسد
۴۵ ۔ ایں خط بنام نواب گورنر جنرل مسٹر جان ماکوس صاحب بہادر تحریر یافت نواب صاحب مذکور می نویسد
۴۶ ۔ عرضداشت نواب بہو بیگم صاحبہ مدظلہا بجناب حضرت ظل سبحانی شاہ عالم بادشاہ
۴۷ ۔ عرضداشت دیگر عوض خلعت۔
۴۸ ۔ شقہ نواب بہو بیگم صاحبہ بنام نواب آصف الدولہ بہادر ہنگامیکہ غسل صحت فرمودہ۔ می نویسد
۴۹ ۔ عرضداشت نواب بہو بیگم صاحبہ بجناب حضرت ظل سبحانی شاہ عالم بادشاہ
۵۰ ۔ شقہ شاہزادہ عالم بنام شرف الدین حسین ہنگامیکہ غلام قادر خاں ولد ضابطہ خاں در دہلی

باحضرت شاہ بادشاہ معصد ربے اد بیما شدہ بود و شاہزادہ مذکور از بنارس بہ عزم شاہجہاں آباد کوچیدہ می نویسد

۵۱ - عرضداشت جواہر علی خاں بہ جناب نواب آصف الدولہ بہادر در باب فرستادن فیلان

۵۲ - عرضداشت جواہر علی خاں بہ نواب آصف الدولہ بہادر در باب آنکہ یک ہار مرصع الماس معرفت خان موصوف خریدہ بہ لکھنؤ بردہ بودند۔ برائے زر قیمت آں می نویسد

۵۳ - عرضداشت جواہر علی خاں برائے مبارکباد عید و ابلاغ نذر بہ نواب آصف الدولہ بہادر۔

۵۴ - عرضداشت مبارکباد عید الضحیٰ از طرف جواہر علی خاں بہ جناب نواب آصف الدولہ بہادر می نویسد

(۵۵-۵۶) در مبارکباد عید

۵۷ - عریضہ جواہر علی خاں بجناب نواب آصف الدولہ بہادر در مبارکباد نوروز و فرستادن نذر۔

۵۸ - جواب خط صاحب کلاں از طرف نواب بہو بیگم صاحبہ و فیتکہ صاحب۔ موصوف طرف فرخ آباد بودند

۵۹ - عریضہ از طرف خود بہ راجہ نور چند می نویسد۔

۶۰ - بہ نواب محبت خاں

۶۱ - بہ راجہ تلسی رام

۶۲ - بخدمت عنبر علی خاں از طرف خود عرضی می نویسد

(۶۳-۶۴) بہ نواب محبت خاں پسر حافظ رحمت خاں

۶۵ - بخدمت راجہ سندر رام دیوان حسن رضا خاں

۶۶ - نواب قاسم علی خاں پسر نواب سالار جنگ۔

۶۷ - عرضداشت عنبر علی خاں مرحوم بجناب نواب آصف الدولہ بہادر کہ "دانۂ خربزہ" ابلاغ حضور کردہ بود۔ می نویسد

۶۸ - در شکر گزاری "انا الناس" (عنناس) کہ عشرت علی خاں باو مرحمت کردہ اند

۶۹ - عرضداشت عنبر علی خاں مرحوم کہ در حالت مرض کہ بیماری استسقا داشتند بہ نواب آصف الدولہ بہادر در جواب شقہ خاص می نویسد

۷۰ - عریضہ بہ راجہ ٹکیت می نویسد

۷۱ - بہ نواب قاسم علی خاں عرضی می نویسد بعد وفات عنبر علی خاں

۷۲ - بہ شیخ باقر علی

۷۳ - عرضداشت بہ جواب خط میر شمس الدین عرف سیدی صاحب برادر کوچک شاہ مدن کہ نسخۂ "افزاہی" کہ در علم طب مملوک میر موصوف نزد منشی بہ عاریت بود گم شد و ہم تعزیت شاہ مدن کہ ہماں ایام وفات یافتہ بودند

در انگشتری میر موصوف سجع والشمس والضحیٰ کنده بود ندمی نویسد

۷۴۔ به آغا حسن رضا پسر مرزا کاظم مشهور به مرزا کاظم لکھنوی می نویسد۔

۷۵۔ خطبۂ بیاض نواب آصف الدولہ بہادر کہ حسب فرمائش عنبر علی خاں نوشتہ

۷۶۔ رقعۂ دیگر

۷۷۔ تعریف فرستادن سیب می نویسد

۷۸۔ عرضداشت بجناب بہو بیگم صاحبہ

۷۹۔ تمہید دیگری نویسد

(۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳) رقعاتِ دیگر

۸۴۔ به شیخ باقر علی

۸۵۔ به شیخ فیض بخش (مرتب مکتوبات)

۸۶۔ در تعزیت رانی

(۸۷۔ ۸۸) رقعات دیگر

(۸۹۔ ۹۰) به شیخ فیض بخش (مرتب مکتوبات)

۹۱۔ به شیخ فیض بخش از جانب داداب‌ا خاں

(۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸) (یہ سات خطوط مولف شیخ فیض بخش مولفہ مکتوبات کے نام ہیں جو ۱۱۹۸ھ میں اور اس کے بعد لکھے گئے)

۹۹۔ به مولف ۱۱۹۹ھ۔

(۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲) به مولف می نویسد

۱۰۳۔ از طرف شیخ جار اللہ با خوند احمد علی وقتیکہ او از فیض آباد گزاشتہ بہ لکھنؤ رفتہ بودند

۱۰۴۔ از طرف عنبر علی خاں به اخوند احمد علی

اس کتاب پر تبصرہ طویل ہو گیا ہے محض اس وجہ سے تاکہ پڑھنے والوں کو پوری کتاب کے مضمون سے آگاہی ہو جائے جملہ خطوط انشاء پردازی کے بہترین اور بلند ترین نمونے ہیں۔ عبارت آرائی میں ظہوری اور فیضی کا مقابلہ کیا ہے۔ تقریباً بیشتر خطوط ۱۲ ویں صدی ہجری کے اواخر اور ۱۳ ویں صدی ہجری کے اوائل کی تاریخ پر بالخصوص اودھ کے متعلق کافی روشنی ڈالتے ہیں جو متعلمین و معلمین تاریخ ہند کے لئے مفید ہیں۔ اس کے علاوہ علمی حیثیت سے بھی کتاب کافی بلند ہے پوری کتاب نہایت اچھے نستعلیق خط میں لکھی ہوئی ہے۔ بعض بعض جگہ کاتب نے املا کی غلطی ضرور کی ہے جو سہو کتابت کہی جا سکتی ہے۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔

۹۵م
۱۶۶

۵۵ مکتوبات تاریخی:۔

اوراق (۱۲)۔ تقطیع ۳/۴ ۶ × ۴

یہ (۲۵) مکتوبات کا مجموعہ ہے جس کا اول یا آخر کوئی نام نہیں لکھا ہوا ہے اس کا چونکہ کوئی نام رسالہ میں نہیں ہے اس لیے "مجموعہ" لکھ دیا گیا

آغاز:۔

راؤ صاحب مشفق مہربان سلامت بعد ابراز مراتب
اشتیاق گرامی مواصلت سراپا بہجت مشہود
ضمیر منیر لطف تصویر می گرداند

اختتام:۔

دوگیراں کہ روپوش اند باقبالِ حضور گرفتار شدہ
خواہند آمد قسمے سزا دہی آنہا خواہم نمود کہ باز احدے
سر بشورشے نخواہد برداشت ازیں صوب خاطر مبارک
جمع فرمایند ۔

تاریخی خطوط کا یہ مجموعہ (۱۹) صدی عیسوی کے بعض واقعات پر روشنی ڈالتا ہے جو نواح آگرہ۔ بھرت پور اور میوات میں کمپنی کے عہد میں ہوئے ہیں۔ اس میں بعض خطوط تو "مہاراجہ" کی طرف سے عاملوں اور دیوان کے نام ہیں اور بعض دیوان کی طرف سے معروضے مہاراجہ کے نام ہیں اور دیوان کی طرف سے ملازمین علاقہ کے نام احکام ہیں باوجود کوشش کے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کس مہاراجہ کے علاقہ سے متعلق خطوط ہیں۔ بعض خطوط میں ہندی تاریخیں اور مہینے ہیں لیکن سن نہیں لکھا ہے چنانچہ ایک ماتحت حاکم نے "دیوان صاحب قدر دان فیض رسان دام ظلہٗ" کو جن کا نام "راج سنگھ" تھا ان کے حکمنامہ کا جواب لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

عنایت نامۂ تفاخر آمود مرقومۂ ماہ سر تیج روز جمعہ وقت
سہ پہر مواخاذ نامہ اسمی جرنیل صاحب بہادر مع ہفتا درعالی
دو آہو وقتِ چہار گھڑی شب گزشتہ بہ صحابت
دتنا سنگھ مزارع غرہ رود و شرف صدور فرمود

جن جرنل صاحب کا حوالہ ہے وہ غالباً جنرل "سٹ کلف" (Setcliff) ہے کیونکہ خط ۲۲ میں جو مہاراجہ

کی طرف سے دیوانِ ریاست کے نام ہے جن کو مہاراجہ نے ہر خط میں "اعتضاد گرامی قدر" لکھا ہے اس میں لکھا ہے کہ۔

عرضی مرسلہ از نظر گذشت از رسیدنِ خود در اکبرآباد
بروز جمعہ وآنکہ بوساطت "جج صاحب بہادر" حصول ملازمت
جرنیل سٹ کلف صاحب بہادر کردند

اس خط میں دیوان صاحب کو یہ بھی ہدایت کی گئی ہے کہ جج صاحب کے عملہ کے لوگ ایک موضع ساہترتج ؟ کے جھگڑے کے متعلق جو رشوت چاہتے ہیں اس کے لئے بخشی کو اپنے ڈیرہ پر بلاکر حالات معلوم کریں اور عملہ کے لوگوں کو خوش اور مطمئن کریں (یعنی رشوت دیکر) تاکہ پھر اس قسم کی کوئی دقت نہ ہو۔

خط ۱۲ میں مہاراجہ نے دیوان کو لکھا کہ :۔ (ترجمہ)

تمہاری عرضی سے معلوم ہوا کہ جنرل سٹ کلف صاحب
بہادر بروز پنجشنبہ اکبر آباد تشریف فرما ہوں گے اور
ان کے ساتھ ہزار پانسو آدمی ہوں گے اور یہ بھی مشہور
ہے کہ چار پانچ روز قیام کریں گے اس کے بعد دارالخلافہ
کی طرف روانہ ہوں گے (غالباً دہلی)

اس کے بعد جنرل صاحب بہادر کی خاطر و مدارات کو لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ :۔

تم کو چاہئے کہ جج صاحب بہادر کے توسط سے ملاقات
کی عزت حاصل کرو اور جب وہ خوش وخرم ہوں تو جو
چیزیں بھیجی گئی ہیں وہ صاحب موصوف کو بطورِ نذرانہ
پیش کرو

بہرحال یہ تاریخی خطوط کافی دلچسپ اور متعلقین تاریخ عہد برطانیہ ہند کے لئے مفید ہیں بعض خطوط میں میوون ۔ (میو اتیوں) کی گرفتاری اور سزا دہی کے بھی احکام ہیں ۔ اول اور آخر دو چھوٹی چھوٹی مہریں خط طغرئی میں ہیں جو پڑھی نہیں جاتیں ۔ خط معمولی شکستہ آمیز ہے ۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے

۵۶ تحفۃ المورخین :۔

۹۵۴
۱۶۷

تصنیف سید صاحب عالم صاحب مرحوم سجادۂ سرکار خورد مارہرہ ضلع ایٹہ ۔ تصنیف غالباً ۱۲۲۳ھ مکتوبہ ۱۲۵۴ھ تعداد اوراق (۵۲) ۔ تقطیع ۵ × ۷½

مصنف نے یہ چھوٹا سا رسالہ فنِ تاریخ گوئی کے متعلق لکھا ہے نہ کہ فن تاریخ پر

اِز :-

حمد سزاوار عالی جناب است کہ تاریخ ایجاد ارض
و سمارا او ماہر ست ولغت درخور رسالت
مآبے است کہ سن ہجرت بابرکت او بر افواہ
والسنہ دائر و سائر :-

ختتام :-

چوں یافتہ تالیف ز الطاف الٰہی　　ایں تحفۂ شائستہ ارباب تواریخ
تاریخ طلب کرد دل از بہر سوادش　　از غیب ندا آمد " ارباب تواریخ "

ف نے مختصر حمد و نعت کے بعد دیباچہ میں اپنا نام لکھتے ہوئے تاریخ گوئی کی افادیت سے تفصیل سے بحث کی ہے
اسی سلسلہ میں علامہ میر عبدالجلیل بلگرامی کی تاریخ گوئی اور ان کی تصنیف کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :-

احدے از تاریخ گویان ولایت ہندوستان
باایشان مقابلہ نیست

چہ میں کتاب کا نام "تحفۃ المورخین" لکھتے ہوئے مصنف نے اس کو حسب تفصیل ذیل ایک مقدمہ دو باب
ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے :-

۱۔ مقدمہ :- اس میں تاریخ کے لغوی اور اصطلاحی معنوں سے بحث کرتے ہوئے مثالیں بھی دی ہیں
۲۔ باب اول :- در ضروریاتِ تواریخ فارسی (اسمیں حسب ذیل چار فصلیں ہیں :-)

(الف) :- فصل اول در قواعد
(ب) فصل دوم در فوائد معدودہ
(ج) فصل سوم در بیان تعمیہ
(د) فصل چہارم در ذکر انواع و اقسام تواریخ

۳۔ باب دوم :- در ضروریات تواریخ عربی (اس میں بھی حسب ذیل چار فصلیں ہیں)

(الف) فصل اول در قواعد
(ب) فصل دوم در فوائد
(ج) فصل سوم در بیان تعمیہ (اس میں مصنف نے لکھا ہے کہ " تعمیہ در تاریخ عربی بہ نظرِ قاصر راقم الحروف نہ رسیدہ است ")

۴۔ خاتمہ :۔ در ذکر دائرہ تاریخ۔ (اس میں مصنف نے بطور مثال ایک دائرہ لکھ کر تاریخ کا اخراج کر کے اس کی ترکیب بھی لکھدی ہے)

تاریخ گوئی کے لئے یہ رسالہ بہت ہی مفید ہے جس میں مصنف نے تاریخ گوئی کے فن کے ہر جزء کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

مصنف کتاب سید صاحب، عالم صاحب بلگرامی تھے اور مارہرہ ضلع ایٹہ میں اپنی خاندانی درگاہ کے جو سرکار خورد" کے نام سے مشہور ہے سجادہ تھے۔ حضرت غالب دہلوی مرحوم سے بڑی گہری رسم تھی چنانچہ حضرت غالب نے جو برابر مراسلت کرتے رہتے تھے حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنا فوٹو بھی اپنے دستخط سے بھیجا تھا جو اس میوزیم میں محفوظ ہے۔

تاریخ گوئی کے لئے یہ رسالہ بہت ہی مفید ہے جس میں مصنف نے تاریخ گوئی کے فن کے ہر جزء کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ نسخہ معمولی نستعلیق خط میں لکھا ہوا ہے عربی کی عبارتیں نہ صرف غلط ہوگئیں بلکہ کاتب کا عربی خط بہت ہی بچکانہ ہے جس کا پڑھنا بھی مشکل ہے۔

ترقیمہ

الحمد للہ علی احسانہ نسخہ ہذا کہ موسوم بہ تحفۃ المورخین
است تصنیف حضرت مولوی مخدومی مکرمی اوستاذی
حضرت صاحب عالم صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین
سرکار خورد قصبہ مارہرہ بخط بے ربط احقر الناس
غازی الدین حسین ابن محمد نذر علی خاں بن غلام حیدر خاں
مرحوم بتاریخ بست و ششم شہر جمادی الآخر ۱۲۵۰ھ
مقدسہ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ
اجمعین وسلم بہ یوم متبرکہ آدینہ چہار گھڑی روز برآمدہ
بمقام قصبہ مارہرہ صورت اختتام پذیرفت

۹۵۴ / ۱۶۸

۵۷۔ مجموعۃ الانساب :۔

اوراق (۴۲)۔ تقطیع ۸" × ۱۳"

انساب کی یہ مختصر مگر بہت ہی مفید تاریخ ہے

آغاز :-

شکر سپاس بے قیاس بدرگاہ کردگار ایزد متعال
ذوالاکرام

اختتام :-

ابوالفتح ناصر الدین محمد شاہ بادشاہ غازی تولد
بست ودوم ربیع الاول سنہ یکہزار ویکصد وپہارد
ہجری ۱۱۴۱ھ)

مصنف نے مختصر حمد ونعت کے بعد ایک اجمالی مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں مصنف نے اپنا نام لکھتے ہوئے (جس کو کسی نے مٹا دیا ہے) ان تمام قدیم کتابوں کے حوالہ جات دیئے ہیں جن سے مصنف نے ترتیب انساب کے سلسلہ میں استفادہ کیا ہے اس کے بعد یہ لکھتے ہوئے :-

ہر یک اسم در دائرہ مرقوم ساختہ نسب چسپانیدہ
از احوالات مختصر ثبت کردہ بہ ترتیب و تصنیف
پرداختہ

اس کا نام مصنف نے "مجموعۃ الانساب" رکھا
مولف نے حضرت آدم کی اولاد کا شجرہ علیحدہ دیا ہے اور دائروں میں نام دیئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ کو حضرت امام محمد مہدیؑ کے نام پر ختم کیا ہے۔ اسی طرح سے مولف نے نہ صرف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے انساب کو لکھا ہے بلکہ مختلف ملکوں کے حکمرانوں کے بھی نسب نامہ جات لکھے ہیں چنانچہ ہندوستان کے مغل بادشاہوں کے شجرہ کو محمد شاہ بادشاہ پر ختم کیا جس کو (۲۷) پشت پہلے ایک خاتون "عصمت قباب النقوا" سے شروع کیا ہے۔ اس طرح سے ترک (عثمان) سلاطین کا سلسلہ "احمد خان" پر ختم کیا ہے۔ دائروں میں نام لکھتے ہوئے حتی الامکان تاریخ پیدائش اور وفات بھی لکھی اور بعض بعض کے مختصر سوانح بھی لکھے ہیں۔ بظاہر یہ تصنیف بارھویں صدی ہجری کے اواخر یا ۱۳ ویں صدی کے اوائل کی معلوم ہوتی ہے۔ تاریخی حوالہ کے لئے یہ کتاب بالخصوص متعلمین تاریخ کے لئے مفید ہے۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے خط معمولی شکستہ آمیز ہے۔

۵۸۔ تاریخ تاج محل وغیرہ:۔

مصنف نامعلوم۔ اوراق (۴۴)۔ تقطیع ۱/۲ ۵ × ۹

یہ تاج محل کی ایک مختصر تاریخ ہے جس میں نہ صرف پتھروں اور دوسرے سامان کی تفصیلات مع قیمت درج ہیں بلکہ دوسری عمارتوں کی بھی جو قلعہ اکبر آباد۔ سکندرہ اور سیکری میں ہیں تفصیلات درج ہیں۔

آغاز:۔

احوال خلاصہ بانو بیگم مخاطب بہ ممتاز محل عرف تاج
بی بی اہلیۂ شاہ جہاں، بادشاہ غازی بنت نواب
آصف خاں وزیر و پسر زادی نواب اعتماد الدولہ
و احوال سکندرہ و قلعۂ آگرہ و موتی مسجد و فتحپور
سیکری

اختتام:۔

بابت مزدوری کاریگراں و استاداں و تعداد
مشاہرہ ہر یک ادنیٰ و اعلیٰ قسم بہ قسم سنگها کر
مزدوری دادہ شد منجملہ میزان آں کلہم نوشتہ می شود

مصنف نے بلا تمہید و تمہید کتاب کو اسی عبارت سے شروع کردیا ہے جو اوپر درج ہے۔ یہ گویا کتاب کا مقدمہ ہے تاج بی بی کی تاریخ پیدائش (۱۰۰۱ھ)، تاریخ شادی (۱۰۲۱ھ) اور وفات (۱۰۴۰ھ) لکھ کر مصنف نے شاہ جہاں کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے تاج بی بی کے بطن سے جو اولاد نرینہ دانات ہوئی ان کے نام لکھے اور اس کے بعد اس مشہور قصہ کو لکھا جو دھر آرا بیگم (چھوٹی بیٹی) کی پیدائش سے کچھ دنوں پہلے پیش آیا تھا اس کے بعد ان دونوں وصیتوں کی تفصیل دیتے ہوئے جو تاج بی بی نے مرنے سے پہلے بادشاہ کو کی تھیں۔ تاج بی بی کی وفات کا قطعہ تاریخ لکھا ہے جس کا تاریخی مصرعہ یہ ہے

جائے ممتاز محل جنت باد
۱۰۴۰ھ

مصنف نے اس کے بعد تصنیف شہاب الدین محمد صاحبقراں بادشاہ غازی کا سرخی سے عنوان

ے کہ روضۂ تاج گنج کے متعلق ایک نظم نقل کر دی ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے :۔

زہے مرقدِ پاک بلقیسِ عہد　　کہ بانوئے آفاق را گشتہ مہد

ر اس کا آخر شعر یہ ہے

چو دستِ بقا این بنا رنگ ریخت　　خرابی ز وحشت بہ صحرا گریخت

ی طرح سے کل (۲۷) اشعار لکھے ہیں۔ بہرحال روضۂ تاج محل کے متعلق کتاب میں حسبِ ذیل عنوانات

یں :—

۱۔ تفصیل سنگہائے کہ در روضۂ منورہ در پچیکاری و بر تعمیر صرف گردیدہ (اس عنوان کے تحت ان تمام جواہرات اور پتھروں کے اوزان اور ان کی قیمتوں کی تفصیل دی ہے جو روضہ میں لگائے گئے اور ان جگہوں کے نام لکھے ہیں جہاں سے یہ منگائے گئے تھے)

۲۔ وزن سنگہائے از پیمائش نوشتہ شد (اس عنوان میں سنگ موسیٰ وغیرہ قیمتی پتھروں کی تفصیل مع پیمائش یعنی چوڑائی۔ لمبائی اور اونچائی اور اوزان درج ہیں)

۳۔ فہرست کاریگران روضۂ منورہ کہ بموجب حکم حضور حاضر گردیدہ بکار خدمات سرفراز شدند (اس میں ان صناعوں اور ماہرینِ تعمیر کے نام ہیں جو مختلف مقامات سے بلائے گئے۔ یہ کل (۱۰) تھے ان میں سے چار روم۔ شیراز اور بغداد کے دو آگرہ کے اور چار لاہور کے تھے۔ تنخواہ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار روپیہ اور کم از کم دو سو روپیہ درج ہے)

۴۔ ابیات سکندرہ کہ بالائے بامِ مقبرۂ اکبر شاہ (یہ کل (۳۵) اشعار کی نظم ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے :۔)

بنامِ شہنشاہِ ملکِ قدم　　کہ ذاتش مبرا بود از عدم

ر آخر کا شعر یہ ہے :۔

روانش ہمیشہ ز حق شاد باد　　از دعا عالمِ قدس آباد باد

۔ ابیات اندرون دروازۂ سکندرہ نوشتہ است (اس میں کل (۱۱) اشعار ہیں اس نظم کا پہلا شعر یہ ہے :۔)

بہ فرمانِ شاہنشۂ ذوالجلال　　کہ باشد شہنشاہیش بے زوال

اور آخر کا شعر یہ ہے :۔

روانش چو انوار خورشید ماہ　　فروزندہ باد نور از الٰہ

۔ نوشتہ بود بر توپ کلاں (اس عنوان میں عالمگیر اورنگ زیب کا سالِ جلوس لکھتے ہوئے مصنف نے توپ ساز کا نام متھرا داس بن رام جی مل لکھا ہے)

۷۔ تاریخ سمت دویم پائین تعویذ جنوب رویہ (روضۂ تاج بی بی)

۸۔ بر تربت بالائے تہ خانہ گرد اندرون مشجر (اس عنوان کے تحت شاہ جہاں کا نام اور تاریخ ۱۰۰۲ھ درج ہے جو سراسر غلط ہے۔ یہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ شہنشاہ شاہجہاں کا سال وفات ۱۰۷۶ھ ہے)

۹۔ تربت شاہ جہاں بادشاہ غازی اندرون تہ خانہ اول جنوب رویہ (اس عنوان کے بعد بھی شاہ جہاں کا نام اور سال وفات ۱۰۷۶ھ درج ہے)

۱۰۔ کتابہ بر پیشانی موتی مسجد کہ در قلعہ مستقر الخلافت اکبر آباد است (اس عنوان کے تحت ایک تفصیلی عبارت ہے جس میں شاہ جہاں کی تعریف و سال تکمیل تعمیر ۱۰۶۳ھ اور مصارف تعمیر (۳) لاکھ روپیہ لکھا ہے)

۱۱۔ تاریخ دیوان خاص کہ در قلعۂ اکبر آباد نوشتہ است (اس میں کل (۲۲) اشعار ہیں پہلا شعر یہ ہے:۔)

ازیں دلکشا قصر عالی بنا　　سر اکبر آباد شد عرش سا

دوسرا شعر جس میں تاریخ ہے یہ ہے:۔

چنیں گفت طبع حقائق شناس　　سعادت سرائے ہمایوں اساس

۱۲۔ رفتن جلال الدین محمد اکبر شاہ (اس میں شہنشاہ جہانگیر کے تولد سے اکبر اعظم کا اجمیر جا کر اولاد نرینہ کی درخواست کا قصہ اور جہانگیر کے نام اور پیدائش وغیرہ کا مختصراً ذکر ہے)

۱۳۔ صرف عبارات و محالات روضۂ منورکہ معرفت لالہ رودر؟ داس مشرف اڈ دفتر خانہ ؟ (غالباً ذخیرہ) بادشاہی صرف گردیدہ (اس میں تمام عمارات کی تفصیلات علاوہ اخراجات کی بھی تفصیلات ہیں)

اس رسالہ کا مصنف بہت کم پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا ہے جس کی نہ صرف فارسی غلط ہے بلکہ کتاب کی تدوین بھی اچھی نہیں بعض چیزیں ایسی بے ترتیب اور بے تکی لکھدی ہیں جو تاریخی معیار پر بھی نہیں اُترتی ہیں۔ باوجود ان سب باتوں کے کتاب مجموعی طور پر مفید ضرور ہے۔

اس کا ایک نسخہ آصفیہ لائبریری حیدر آباد میں بھی ہے اور ایک نسخہ مسلم یونیورسٹی (ذخیرۂ سر سید سلیمان شاہ) میں ہے مصنف کے نام کا پتہ نہ چل سکا اور نہ سال تصنیف معلوم ہو سکا۔ اسی طرح سے نام کاتب اور سال کتابت بھی درج نہیں ہے خط نستعلیق جلی ہے۔ عنوانات سرخی سے لکھے ہوئے ہیں

۵۹۔ ایضاً ایضاً۔

۹۵۴
۱۲۰

مصنف نامعلوم۔ تعداد اوراق ۸۴۔ تقطیع ۵×۸"

یہ چھوٹا سا رسالہ کچھ پرانی اُردو میں (جو فارسی عبارتوں کا ترجمہ معلوم ہوتی ہے) اور کچھ فارسی میں لکھا گیا ہے جس میں روضۂ تاج گنج کی تفصیلات درج ہیں

آغاز:-

احوال خلاصۂ بانو بیگم مخاطب بہ ممتاز عرف تاج بی بی

اختتام:-

بابت مزدوری کاریگراں ملازمان روضۂ منورہ صرف
شد ندبے، کرور ۔۔ لاکھ ۔ ۔۔ ہزار ۔۔ روپیہ۔
۷/ ۶ پائی

ابتدائی عبارت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ رسالہ مندرجہ ع۵۲ کا ہے لیکن درمیان میں دوسرے رسالہ کی عبارتیں ہیں۔ مثلاً حیدر علی اور ٹیپو سلطان۔ محمد شاہ اور شاہ عالم ثانی کہ (اب اودھ غازی الدین حیدر کا بھی ذکر ہے جس کے لئے لکھا ہے:-

"غازی الدین حیدر سمت مشرق بود سابق وزیر بود بوساطت
صاحبانِ انگریز کمپنی بہادر دام اقبالہ بادشاہ گردید"

غرض کہ عجب بے تکا رسالہ ہے جس کا نہ سیاق ٹھیک ہے اور نہ سباق۔ موضوع مخلوط اور عبارت بے ربط ہے بہر حال یہ مسلم ہے کہ یہ رسالہ انگریزی کمپنی کے عہد میں لکھا گیا ہے اور کسی بہت کم سواد آدمی نے غالباً اس کو بے سمجھے ہی لکھا ہے۔ کچھ اُردو میں ترجمہ اور کچھ فارسی میں اصل الفاظ اور عبارتیں ہیں۔
خط کہیں جلی ہے اور کہیں خفی۔ خط پختہ ہے لیکن معمولی نستعلیق ہے۔ رسالہ کے آخر حصہ میں بسم اللہ لکھ کر مصنف نے لکھا ہے:-

خلاصۂ پیمائش روضۂ منورہ کہ در عمل کمپنی انگریز بہادر
بہ حسب فرمائش صاحب عالی شان روضۂ نمود شد

آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے

۹۵۸
۱۷۱

۶۰- بیاض تواریخ وغیرہ:-

اوراق ۱۲۹ تقطیع ½ ۶" × ۱۲"

مرتب کا یہ مسودہ مجموعۂ تواریخ ہے جس میں بیشتر ان لوگوں کی پیدائش یا وفات کی تاریخیں ہیں جو مارہرہ ضلع

اپنے کے رہنے والے یا وہیں کے سلسلہ کے لوگ تھے۔ عمارات وغیرہ کی بھی تاریخیں ہیں
مرتب نے تاریخیں ردیف واری لکھی ہیں۔ تاریخی قطعات عربی کے بھی ہیں اور فارسی کے بھی۔ بعض قطعات کے
شروع میں بطور تعارف کچھ فارسی نثر میں بھی مولف نے لکھدیا ہے۔ آخر میں "دائرہ جات" بھی دئے ہیں۔ یہ بھی
استخراج تاریخ کا ایک طریقہ ہے۔ اس کے بعد مرتب نے ایک رسالہ "میزان الکلام فی العروض" جو عربی میں
ہے نقل کر دیا ہے اس کے بعد بحر سجور کی مثالوں میں فارسی ابیات بھی لکھدی ہیں۔
پوری بیاض کا خط فارسی و عربی نہایت گندہ اور کچا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نوآموز نے لکھدیا ہے۔
تحریر اور کاغذ دونوں قریب زمانہ ہی کے ہیں۔

۱۶۔ مسودات نواب وزیر الدولہ رئیس ٹونک۔

۹۵/۱۲۷

قبل ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء۔ اوراق (۱۸)۔ تقطیع ۷" × ۱۰"۔
نواب وزیر الدولہ والی ریاست ٹونک کے چند مسودات عربی و فارسی کا یہ مجموعہ ہے

آغاز:-

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علی نبیہ واصحاب نبیہ وآلہ اجمعین آمین
امابعد میگوید بندۂ اضعف العباد الراجی الی
عفو رب خالق خلائق ومعاش ومعاد

اختتام:-

ہر یکے را بجائے او بنشاں ٭ پس بدولت بجائے خو بنشیں

اس مسودے کے تین حصے ہیں (گویا تین چھوٹے چھوٹے مختصر رسالے ہیں)
۱۔ پہلا حصہ ڈیڑھ صفحہ کا ناقص الاخر ہے جس کے دیباچہ میں مصنف نے حضرت سید احمد شہید رح کے
ہاتھ پر بیعت کو لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"من عاجز خواست کہ نبذے از کرامات وبرخے از
خوارق عادات آں برگزیدۂ الانفس والآفاق بقید
تحریر و قلم تسطیر آرد"

یہ اللہ کہ مصنف نے ایک تو قصبہ پھلت (ضلع مظفر نگر) کا واقعہ لکھا ہے اور دوسرا واقعہ سفر بیت اللہ کا لکھا

اس کے بعد تیسرا واقعہ "بحری سفر" کا لکھنے سے رہ گیا اس کی صرف حسب ذیل دو سطریں لکھیں ؛ ۔

وقتیکہ برائے احرام سعادت حج از راہ بحر محیط تشریف فرمائے
استسعاد زیارت حرمین الشریفین شدند در اثنا رراہ معاملہ
عجیب وقوع وارد وے" (غالباً واقعہ ایں غریب گذشت کہ روزے ....

اس کے بعد صفحہ خالی ہے اور یہی اس پہلے حصہ کا خاتمہ ہے

۲۔ دوسرا حصہ عربی کا ہے ۔ اس کے پہلے جز میں آیات قرآن پاک اور دوسرے میں احادیث شریف ہیں ۔ یہ آٹھ صفحات کا مجموعہ ہے ۔

۳۔ تیسرا حصہ مجموعۂ نثر و نظم ہے ۔ نثر میں انتظام مملکت کے (۱۳) اصول درج ہیں جن کے متعلق اس حصہ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ :۔

ارشاد فیض رشاد فیض بنیاد حضرت مخدومی مطاعی
پیر و مرشد برحق و استاد (یعنی حضرت سید احمد شہید)
در باب نظم و نسق رتق و فتق مہمات و نظام مہام انتظام
معاملات چنیں رسید

گویا یہ اصول نظم و نسق مملکت بیان کردہ حضرت سید احمد شہیدؒ ہیں

اسی کے خاتمہ کے بعد نظم کا حصہ ہے ۔ اس حصہ میں درستی اخلاق و تہذیب اعمال کی تلقین ہے نظم کے اشعار ایک بحر میں نہیں ہیں بلکہ ٹکڑوں ٹکڑوں کی بحریں ہیں گویا مختلف مثنیوں کے موزوں اشعار ہیں مسودات میں نواب وزیر الدولہ کا کہیں نام نہیں ہے ۔ دیباچہ میں صرف یہ لکھا ہے کہ :۔

"من کمترین بندگان خلائق و کہترین عباد الہیٰ حضرت
ناممتناہی کہ من عاجز را انتساب بیعت شریف بدست حق پرست
کرامت سرشد ..... - - - - - - - حضرت
امجد سید نا مولانا واولانا سید احمد حاصل گردید"

البتہ مسودہ کے سرورق پر :۔

"مسودات سراج العزت و الملت نواب وزیر الدولہ
مرحوم و مغفور والی ریاست ٹونک"

لکھا ہے ۔ نواب مرحوم نواب امیر خاں کے جو ٹونک کے پہلے رئیس تھے صاحبزادے تھے جو باپ کی وفات کے بعد ۱۲۵۰ھ میں مسند ریاست پر بیٹھے اور ۱۹ محرم الحرام ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۴ء بہ عمر (۵۹) سال (۳۱) سال کی حکمرانی کے بعد وفات پائی

نواب میر خاں سنبھل ضلع مرادآباد کے روہیلے افغان سپاہی تھے۔ بید بتلے۔ ہوشیار اور بہادر تھے۔ انگریزوں کے ابتدائی دور کمپنی ۱۸۱۰ء میں انھوں نے کافی جمعیت اکٹھا کر لی تھی تاکہ انگریزوں سے ملک حاصل کرائیں ان کی اس قابلیت اور قوت تنظیم کو دیکھکر سید احمد شہیدؒ نے ان کی بہت افزائی فرمائی اور ان کے لشکر میں چھ سال سے زائد مقیم رہے (ملاحظہ ہو سیرت سید احمد شہید رحمہ مصنفہ ابوالحسن علی ندوی صفحہ ۸۶۰) لیکن جب نواب صاحب نے انگریزوں سے باوجود سید صاحب کی مخالفت کے صلح کر کے ٹونک کی ریاست حاصل کر لی تو سید صاحب ان سے الگ ہو گئے۔

نواب صاحب نے دہلی کے سفر میں اپنے صاحبزادہ محمد وزیر خاں کو (جو بعد میں نواب وزیر الدولہ ہوئے) ساتھ کر دیا تھا

(ملاحظہ ہو سیرت متذکرہ صدر صفحہ ۸۶) غالباً اسی سفر میں یا اس کے بعد نواب وزیر الدولہ حضرت سید احمدؒ کے مرید ہوئے نواب وزیر الدولہ مرحوم حضرت سید احمد رحمہ کے افرادِ خاندان کی بے حد عزت کرتے تھے چنانچہ اسی کا نتیجہ تھا کہ سید صاحب کے خاندان کے بہت سے افراد ٹونک میں بس گئے تھے۔ سید صاحب کے قافلہ کی نسبت سے وہ پورا محلہ "قافلہ" اب تک کہلاتا ہے۔

نواب صاحب مرحوم نے سید صاحب کے خاندان کو جاگیروں وغیرہ سے بھی نوازا اور ان کی خدمت کرنے میں کسر اٹھا نہیں رکھی

پورا مسودہ نہایت گندے خط میں لکھا ہوا ہے۔ کاغذ پرانا دیسی ہے۔ تحریر بھی کافی پرانی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خط نواب صاحب کا ہی ہو واللہ اعلم

مصنف سیرت سید احمد شہیدؒ نے نواب وزیر الدولہ کی ایک تصنیف "وصایا وزیری" کا بھی ذکر کیا ہے۔ نواب وزیر الدولہ کے بعد ان کے بیٹے نواب محمد علی خاں ۱۲۸۱ھ میں مسند نشین ہوئے جن کو انگریزوں نے چند سال کے بعد ان کی جرأت مردانہ اور سپاہیانہ اور ان کے جوش و خروش کی پاداش میں معزول کر کے بنارس میں نظر بند کر دیا تھا اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے حافظ ابراہیم علی خاں مرحوم مسند نشین ہوئے جن کی عمر کافی ہوئی اسی لئے ان کی حکومت طویل رہی اور جن کے بیٹے نواب اسمٰعیل خاں اب گویا نواب ہیں۔ تمام ریاستوں کے ساتھ اس ریاست کا خاتمہ موجودہ نواب کے عہد میں ہوا

۶۲۔ کتاب تواریخ و دوائر۔

۹۵۴ / ۱۲۳

سید آل محمد مارہروی سال تصنیف ۱۲۶۰ھ۔ اوراق (۱۲۷)۔ تقطیع $\frac{1}{2}$ ۵ × $\frac{1}{2}$ ۹

یہ بھی مجموعۂ تاریخ ہے جس کو کسی نے پرانی بیاضوں اور کتابوں سے نقل کر کے مرتب کیا ہے۔ ابتداءً

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کی تواریخ وفات کو لکھا ہے اس کے بعد دوسرے لوگوں کی تاریخیں ہیں ان میں بیشتر وہی لوگ ہیں جو ۱۳ ویں صدی ہجری کے ہیں اور تقریباً مولف یا مرتب کے معاصر ہیں۔ تاریخیں نظم اور دوائر دونوں میں ہیں کتاب کا کاغذ دبائی جدید ہے۔ خط نستعلیق اچھا ہے۔ کتاب کو کئی حصوں میں منقسم کردیا گیا ہے ہر عنوان سُرخی سے ہے سر ورق پر کتاب کا نام وہی درج ہے جو اوپر لکھا ہوا ہے اور کتاب کے نام کے نیچے کاتب نے ۱۲۶۷ء لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ تاریخی نام ہے۔

٩٥٤/١٧٤

٦٣۔ مکاتبات علامی :۔ (ناقص)

مرتب شیخ عبدالصمد بن افضل محمد۔ سال ترتیب ۱۰۱۵ھ اوراق (۱۶) تقطیع ۱/۲ ۱۰" × ۹"

مکاتبات علامی کے یہ چند منتشر اوراق کو بے سمجھے بوجھے مجلد کرا دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے علامی کے مکاتبات کو تفصیلاً درج کیا جاچکا ہے۔ لہذا تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ترقیمہ میں کاتب نے اس کے اوراق کی تعداد (۲۱۹) لکھی ہے اس میں کے یہ (۱۶) اوراق ہیں۔ خط قدیم مگر معمولی نستعلیق ہے۔ کوئی تاریخ کتابت نہیں ہے۔

٩٥٤/١٧٥

٦٤۔ ایضاً۔ ایضاً۔ ایضاً۔ (دفتر اول)

اوراق (٦٨) تقطیع ۱/۲ ۵" × ۸"

مکاتبات علامی کے دفتر اول کا یہ ایک مزید نسخہ ہے جو بخط نستعلیق صاف لکھا ہوا ہے۔ صرف دیباچہ کا ایک ورق نہیں ہے شروع میں "انشاء قماش نثار" کے دیباچہ کا ورق مجلد کر دیا گیا ہے۔ آخر میں جداول تاریخ ولادت و وفات۔ عمر و مدفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ خلفاء راشدین و دوازدہ امام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین لگادئے گئے ہیں۔ جو مطبوعہ اوراق ہیں۔

ترقیمہ :۔

تمام شد الحمدللہ مکاتبات حضرت خاقانی کہ از تصنیف
شیخ ابوالفضل موسومہ بدفتر اول بہ خط صاحب علی ولد
سید محبوب علی برائے خواندن برخوردار عابد علی باتمام رسید۔
..... ششم شہر رمضان شریف ۱۲۶۷ھ

۶۵۔ انشائے معروف ۔ (ناقص الآخر)

مصنف محمد معروف ۔ اوراق (۱۰۵) تقطیع ۸ × ۸

یہ اُن خطوط کا مجموعہ ہے جو مصنف نے وقتاً فوقتاً اپنے دوستوں کو بھیجے چنانچہ اسی مناسبت سے مصنف نے اس مجموعہ کا نام :۔

الانتخاب روضۃ الاحباب۔ صحف
مرسلہ الی الاصحاب۔

لکھتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مصنف یا مرتب کے یہ نجی خطوط ہیں۔

آغاز :۔

بنام منشئ کون رفت افتتاح سخن ہجوم حشر معانیست در صلاح سخن

اختتام :۔

و تا نوں گویان در تقاضہ اصلاح داشتند۔ بخدمت فوجدار و کہ خطۂ زمین معلوم ہے فرصت ممتد؟۔ ورنج بے حد حال گشتہ ۔ باوجود جنگی نام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

خطوط کے اقسام یہ ہیں :۔

۱۔ خطوط دوستوں اور رشتہ داروں کے نام
۲۔ خطوط شاگردوں کے نام جن میں رشد وہدایت ہے
۳۔ خطوط امرا اور اعیان مملکت کے نام جن میں دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے سفارشیں کی گئی ہیں۔

خطوط زیر نظر میں نہ تاریخیں ہیں اور نہ ایسے اشارے ملتے ہیں جن سے اُن امراء اور اعیان دولت کا پتہ چل سکے جن کے نام خطوط ہیں۔ اگر یہ باتیں واضح ہو جاتیں تو خطوط تاریخی حیثیت سے کافی اہم ہو جاتے۔ لیکن باوجود اس خامی کے اس سے انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ خطوط سے مصنف کے زمانہ کے تمدن وتہذیب پر روشنی ضرور پڑتی ہے۔

باوجود محدود" تلاش اور جستجو کے خطوط نویس یا مرتب کا نہ پورا نام معلوم ہو سکا اور نہ حال و زمانہ جس سے خطوط کے متعلق صحیح رہبری ہوتی۔

خط شکست آمیز ہے ۔ بوجہ ناقص الآخر ہونے کے کوئی ترقیمہ نہیں ہے ۔ اسی لئے کاتب کا نام اور سال کتابت کا بھی علم نہ ہو سکا۔

۶۶۔ دستور السیاق ۔

مصنف اودے لال (غالباً اُدے لال)۔ سال تصنیف ۱۲۲۶ھ ۔ اوراق (۹۳) تقطیع $\frac{1}{2}$ ۶" × $\frac{1}{4}$ ۸"۔

قدیم زمانہ میں مال گزاری اور زمین کی پیائش کا جو طریقہ رائج تھا اس کو مصنف نے اس مختصر مجموعہ میں بیان کیا ہے ۔

آغاز :۔

سرنوشت پیشانی دفتر دانش حمد دانائی (و) دوربینی است
کہ از زمین و آسمان ذرہ از حساب بیروں نیست

اختتام :۔

خود در اصلاحش پرداختہ عیب پوشی را کار فرمائید و
بایں وصلت ۔ ۔ ۔ ۔ یادگاری ہا مشکور احسان
فرمائید ۔ فرد نسخہ بر حرف اختصاص (با) کردہ
تمام شد ۔

مصنف نے مختصر حمد کے بعد حساب دانی کے قاعدوں کو بتاتے ہوئے پہلے اپنا نام لکھا اس کے بعد اپنے ذوق و شوق حساب دانی کا مختصراً ذکر کرتے ہوئے " مدھ پرکاش " کے مطالعہ کا ذکر اس طرح سے کیا

رفتہ رفتہ نسخہ کہ در عالم ہندی آں را " مدھ پرکاش "
می نامند بنظر در آمد

اس کتاب کو مصنف نے بہت مفید پاکر فارسی دانوں کے لئے جن کو ہندی کی مہارت نہیں تھی بقول خود

" از ہندی بہ فارسی ترجمہ نمود "

اور اس نے اس کا " دستور السیاق " نام رکھا

مصنف نے حسب تفصیل ذیل گیارہ مقدمات اور ان کے تحت متعدد ابواب و فصول پر اپنی کتاب کو تقسیم کیا۔

۱۔ مقدمہ اوّل درکلیات (اس میں سات ابواب اور سات فصلیں ہیں جس میں حساب کے ابتدائی مثلاً اکائی اور پہاڑہ وغیرہ کی تفصیلات ہیں۔

۲۔ مقدمہ دوم در قوانین ملکی و مالی (اس میں نو ابواب (۲۰) فصلیں اور (۳۱) قسمیں وغیرہ ہیں۔ ان میں تمسکات و دستاویزات خصومت۔ قبالہ نویسی۔ دستور العمل امانت و فوجداری۔ دیوانی اور پیشکاری وغیرہ کی بہت اچھی تفصیلات ہیں

۳۔ مقدمہ سوم در حساب زرگری (اس میں چار ابواب ہیں)

۴۔ مقدمہ چہارم در بیان جواہرات (اس میں (۴) ابواب ہیں)

۵۔ مقدمہ پنجم در حساب پارچہ (اس میں (۶) ابواب ہیں)

۶۔ مقدمہ ششم۔ در حساب چوب (اس میں چار ابواب ہیں)

۷۔ مقدمہ ہفتم در حساب کنکر و چونہ (اس میں چار ابواب ہیں)

۸۔ مقدمہ ہشتم در تنخواہ جاگیر و منصبداران بادشاہی (اس میں چار ابواب ہیں)

۹۔ مقدمہ نہم در دقائق و مشکلات (اس میں مصنف نے انار کے دانوں اور تربوز وسیوں کے شمار کا بہترین طریقہ بتایا ہے جو بہت آسان ہے)

۱۰۔ مقدمہ دہم در ربط نوشتن آدم (اس میں ان تمام اصطلاحات کو مصنف نے لکھا ہے جو آدمیوں اور جانوروں کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک نفر آدمی۔ ایک راس بیل۔ ایک زنجیر فیل وغیرہ وغیرہ)

۱۱۔ مقدمہ یازدہم بہ۔ درخاتمہ کلام

آخری مقدمہ میں مصنف نے اپنا نام لکھتے ہوئے اپنی سکونت قصبہ دریا بادسرکار لکھنؤ مضاف صوبۂ اختر نگر لکھ کر لکھا ہے کہ اس نے :۔

"درہنگام معطلی وخانہ نشینی برائے تیاری نسخۂ ہوش افزائے کہ بدستور السیاق موسوم گردید"

اپنے عزیزوں اور متصدیوں کے لئے تھوڑے ہی زمانہ میں بتاریخ یازدہم جمادی الثانی ۱۲۲۶ھ درعہد نواب

وزیر الممالک نواب سعادت علی خاں بہادر"
اس کو مکمل کیا۔ رسالہ اگرچہ مختصر ہے لیکن ۱۳ویں صدی ہجری کے مالیاتی اصول اور اس زمانے کے مالیاتی مصطلحات کا اچھا اور مفید مرقع ہے۔

۲۔ اس کے بعد (۱۶) اوراق کا ایک مختصر اردو کا رسالہ جس میں کھیتوں وغیرہ کی پیمائش کا طریقہ لکھا ہے اور ساتھ ہی کھیتوں کے مختلف اور متعدد دستی نقشے بھی دئے ہیں تاکہ پیمائش کے طریق کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ یہ رسالہ بھی غالباً اسی مصنف کا ہے۔ خط دونوں نسخوں کا معمولی نیم نستعلیق اور کچھ شکست آمیز ہے۔ آخر میں ترقیمہ میں صرف "مقابلہ کردہ شد" لکھا ہے۔

۹۵۴ / ۱۲۸

۶۷۔ شکار نامہ۔

تصنیف سید عرب بلخی نجفی۔ سال تصنیف تقریباً ۹۹۴ھ اوراق (۶۸) تقطیع ۶ × ۹
مصنف نے یہ شکار نامہ شکاری پرندوں کے متعلق کافی تفصیل سے شہنشاہ اکبر اعظم کے لئے لکھا ہے۔

آغاز۔

نذر گستری شکار کلامے کہ شنقار ناطقہ انسانی را
در فضائے ہوائے حمد گستری و ثنا خوانی ہزاروں
ہزار صید معنی بچنگ آمد

اختتام:۔

از ہمہ آنست کہ خود را باستاد کامل نرسانده
وا از بجز تنگرفته و رخصت حاصل نکرده اکثر بے پرا ست
ازیں ہمہ ہر چندی کند کارش مخالف مے آید معلوم باشد۔

مصنف نے بعد حمد و نعت و منقبت صحابہ جس میں مصنف نے شکار اور طیور کا تلازمہ نہایت خوش اسلوبی سے باقی رکھا ہے۔ پہلے اپنا اور اپنے وطن مالوف و مسکن معروف کا نام لکھا اور اس کے بعد شہنشاہ اکبر اعظم کے دربار میں وابستگی کو لکھتے ہوئے شکار نامہ کی وجہ تالیف کے متعلق شہنشاہ کے کمال علم و فن دانی کو بیان کرکے لکھا ہے کہ:۔

ہم چناں در علم شکار وحش و طیر طریقہ استاد است
کہ ہیچ دقیقہ از دقائق ایں فن از دیدۂ دانش

آں حضرت پوشیدہ نیست

اپنی فن دانی کی تفصیل لکھتے ہوئے شہنشاہ کی قدر دانی اور نوازشات کا ذکر کیا ہے اس کے بعد وجہ تالیف کے سلسلہ میں یہ لکھتے ہوئے کہ :۔

آخرالامر جمعے از احبا ارشاد فرمودند کہ اگر در احوال جانوران و ما یتعلق بہم و رقے چند نوشتہ شود کہ ہم از راقم یادگارے دہم بجہت عالمیان ہوسناکان صحیفۃ العلم شکاری باشد بغایت مستحسن و پسندیدہ خواہد بود

اس وجہ سے مصنف نے بقول خود :۔

بنا بر بیان واقعی و کافی احوال بسیارے از جانوران ایں رسالہ را مسمیٰ "شکار نامہ" ساخت کہ ہیچ شکار طیور بیروں از ماں نہ باشد

اس کے بعد مصنف نے اپنے رسالہ کو حسب ذیل (۱۲) ابواب پر تقسیم کیا ہے

۱۔ **باب اوّل** :۔ در حقیقت و حرف شنقار وغیرہ

۲۔ **باب دوم** :۔ در احوال باز و باشہ و بے خود۔ و بے سرا

۳۔ **باب سوم** :۔ در صفت شاہین و شناختن رنگ او و کشادن او

۴۔ **باب چہارم** :۔ در حقیقت احوال بحری و ترمتازی وغیرہ

۵۔ **باب پنجم** :۔ در طریق تیار کردن چرخ

۶۔ **باب ششم** :۔ در صفت شاہباز

۷۔ **باب ہفتم** :۔ در شوق شنیدن شکار دیو باز بوم است کہ من او را دیو باز نام نہادہ ام۔ ترکاں او را "سریغ خوش" ہم می گویند

۸۔ **باب ہشتم** :۔ در بیان ماہی خش

۹۔ **باب نہم** :۔ در آثار ظاہر ساختن عقاب

۱۰۔ باب دہم :۔ در شرح امراض آں کہ باین ہا عارض می شود

۱۱۔ باب یازدہم :۔ در اظہار عجائب وغرائب کہ ازیں ہا بوقوع آمدہ باشد

۱۲۔ باب دوازدہم :۔ در خاتمہ وانچہ بداں باشد

مصنف نے دیباچہ میں شہنشاہ اکبر اعظم کی فنون دانی کی تعریف کرتے ہوئے پرندوں کے شکار سے جو شہنشاہ کو بچپن سے دلچسپی تھی اس کے متعلق لکھا ہے کہ :۔

بداین نسبت از مبادی صغرسن شریفش تا ایام
خجستہ فرجام شباب غلوے تمام داشت درین ولا
کہ سنین عمر گرامی او در اوسط اربعین (دہم) و خمسین (۹۵۰) است

(وغیرہ)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مصنف نے اس کتاب کو ۹۸۹ھ اور ۹۹۹ھ کے درمیان میں تصنیف کیا اسی لئے سال تصنیف میں نے تقریباً ۹۹۴ھ لکھدیا

رسالہ کافی شرح وبسوط ہے جس کو مصنف نے چند تاریخی ودلچسپ واقعات سے مزین کرکے اور زیادہ دلچسپ کر دیا ہے۔

جتنے کٹلاگ اس وقت تک میری نظر سے گزرے ہیں ان میں یہ رسالہ نہیں ہے۔ "شکار نامہ" اور "باز نامہ" وغیرہ مختلف کٹلاگ اور فہرستوں میں درج ہیں اور طبع بھی ہو چکے ہیں مگر یہ "شکار نامہ" دوسرا ہی ہے رسالہ کا خط معمولی شکست آمیز ہے۔ کاتب بد املا ہے کیونکہ املا کہیں کہیں غلط ہے جلد بندی میں بعض اوراق مقدم وموخر کر دئے گئے ہیں جن پر میں نے نمبر ڈال دئے ہیں۔

ترقیمہ :۔

تحریر تاریخ پانزدھم ماہ محرم الحرام روز دوشنبہ
بوقت چہار گھڑی روز می ماندہ بمقام حضرت
شاہ مرداں برمکان پیر کلو خادم درگاہ دستخط
عرفان علی وحال ساکن قصبۂ میرٹھ تحریر یافت
در ۱۲۵۲ھ

ترقیمہ کے آخر میں آتشک کا ایک نسخہ بھی کاتب نے لکھدیا ہے۔

ضمیمہ فہرست

۲۹۷/۷
۱۷۹

۶۷۔ کیمیائے سعادت۔ (ہر چہار رکن۔ ناقص الآخر)

مصنف حضرت امام غزالیؒ۔ تصنیف قبل ۵۰۵ھ (مطابق ۱۱۱۱ء۔ تعداد اوراق (۵۰۶)
کیمیائے سعادت کا یہ ایک حد تک مکمل نسخہ ہے۔ اس میں چاروں ارکان علیحدہ علیحدہ ہیں۔ رکن
چہارم کے آخر کے اوراق نہیں ہیں۔ یہ دوسرا نسخہ ہے۔ پہلا "دو رکنی" ناقص نسخہ ہے جو اس سے
قبل ۲۹۷/۷ / ۱۵۴ پر درج کیا جاچکا ہے۔

آغاز:۔

شکر سپاس فراوانے بعد ستارۂ آسمان
و قطرۂ باران و برگ درختان و ریگ
بیابان و ذرہ ہائے زمین و آسمان مرآں خدائے
را آں یگانگی صفت اوست

اختتام:۔

بلکہ زمین و ہیز دریائے محیط است

اس نسخہ کا خط نستعلیق خفی ہے۔ صرف جداول مطلا و مذہب ہیں۔ پیشانی سادہ ہے۔
خط کافی قدیم معلوم ہوتا ہے آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے اس لئے سال کتابت نہ معلوم ہوسکا۔
سابقہ نسخہ قدیم تر مکتوبہ معلوم ہوتا ہے۔ دونوں نسخوں کے مقابلہ کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ بیشتر
جگہوں پر دونوں کی عبارتوں و نیز عنوانات کے الفاظ اور جملوں میں کافی فرق ہے بظاہر یہ قیاس
کیا جاسکتا ہے کہ سابقہ نسخہ کی عبارتیں صحت سے زیادہ قریب ہیں کیونکہ کتابت کافی قدیم ہے
واللہ اعلم۔

۲۹۷/۷
۱۸۰

۶۸۔ شرح مخزن اسرار۔ (ناقص الآخر)

مصنفہ مولانا عبد العزیز بن مولانا فخر الدین جونپوریؒ۔ اوراق (۶۷)
شرح مخزن اسرار کا یہ تیسرا نسخہ ہے۔ دو نسخہ جات جن کے شارحین دو مختلف حضرات ہیں۔
۲۹۷/۷ / ۶۴ و ۲۹۷/۷ / ۶۵ پر تفصیلاً درج کئے جاچکے ہیں۔

آغاز:۔

دیباچہ نگارش منشور آفرینش راثنائیست برسرورق
از اوراق کائنات نگاشتہ .....

اختتام:۔

او عزیمت حج کرد (۵) بخراسان آمد وازاں روبتافت
دریں باب درحدیقہ می گوید ....

مصنف نے بعد حمد ونعت ومنقبت دیباچہ میں اپنا نام لکھتے ہوئے وجہ تالیف کے سلسلہ میں ایک طویل معذرت لکھی اور اس کے بعد یہ لکھتے ہوئے :۔

دریں مطلب استخارہ نمودم چوں ازاں روح
مصفا مشاورتے دریافتم بہ تحریر عبارت متوجہ
شدم۔

شرح کو شروع کردیا۔ شرح کافی مبسوط اور دلچسپ ہے۔ ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے کوئی ترقیمہ نہیں ہے خط معمولی شکست آمیز ہے

۲۹۷/۷
۱۸۱

۶۹۔ لطائف الحدائق فی دقائق النفائس۔

مصنف شیخ عبداللطیف بن عبداللہ العباسی سمرقندی۔ سال تصنیف ۱۰۴۲ھ۔ اوراق (۲۰۲)۔ تقطیع ½۴ × ۸

یہ حکیم سنائی کی مشہور مثنوی حدیقۃ الحقیقہ کی شرح ہے۔ مصنف نے مثنوی مولانا روم کی بھی شرح (ہر شش دفتر) لکھی ہے جو تفصیلاً ۶۶ پر درج کردی گئی ہے۔

آغاز:۔

ایں گلدستہ الیست از ریاحین حدیقہ سخنوری
و ہوشمندی ومجموعہ الیست از لطائف نسخ فرہنگ
افزائی ودانش پژوھی

اختتام :-

گفت حق سبحانہ التعالیٰ در کلام مجید در سپارۂ
"قال فما خطبکم" در سورہ "رحمٰن" آفتاب و
ماہ می روند بحسبانے معلوم یعنی حق سبحانہ تعالیٰ
مقرر فرمودند ۔

مصنف نے بعد حمد و نعت دیباچہ میں اس شرح کی معنوی خوبی کو لکھتے ہوئے اس کا نام :-

" لطائف الحدائق من دقائق النفائس "

لکھتے ہوئے تاریخ تصنیف و تکمیل کو اس طرح سے ظاہر کیا ہے :-

چوں ابتدا در ہزار و چہل شدہ و تصحیح و مقابلہ من
جمیع الوجوہ فراغ در ہزار و چہل و دو حاصل آمدہ

گویا مصنف نے ۱۰۴۰ھ میں شروع کر کے ۱۰۴۲ھ میں اس کو ہر حیثیت سے مکمل کر دیا اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ شرح مثنوی کی شرح سے پہلے لکھی گئی ہے ۔ اس کے علاوہ مصنف نے حسب ذیل قطعہ میں حدیقہ کی شرح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تاریخ تصنیف کا بھی اخراج کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں :-

شرح بر مثنوی چو ساماں کرد	مشکلات حدیقہ آساں کرد
سال تاریخ چوں فراز آمد	"شرح ابیات جاں نواز" آمد

حدیقۃ الحقیقۃ کی یہ کافی مبسوط شرح ہے جس میں شارح نے خاص طور پر مثنوی مولانا روم کی شرح کے انداز پر اُن آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی توضیح اور تشریح کی جن کی طرف حکیم سنائی رح نے اپنی مثنوی میں جگہ جگہ اشارہ فرمایا ہے ۔

شرح کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ شارح میں نہ صرف تبحر علمی تھا بلکہ وہ بلند پایہ صوفی بھی تھے ۔ کیونکہ غیر متصوف کے قلم سے ایسی بلند پا شرح کا امکان کم ہے ۔ شارح نے یہ بالکل صحیح فرمایا ہے کہ :- ع

" مشکلات حدیقہ آساں کرد "

. شارح کے متعلق مجمل طور پر ۔ جہاں تک معلومات یا حوالہ جات نے رہبری کی ۔ ۲۹۷/۹۶ ص میں تفصیلات دے دی گئی ہیں ۔

زیر نظر شرح کو دس ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے اور ہر باب کو فصول پر بخوف طوالت ان

ن کی تفصیلات سے گریز کیا گیا۔
یباچہ کے پہلے صفحہ کے بعد کا دوسرا ورق نہیں ہے۔ جس میں باب اول سے لے کر باب چہارم کے عنوانات
مع تعداد فصول درج ہیں۔ تیسرے ورق پر:۔
"باب الخامس فی صفة النفس"
سے آخر تک معہ فصول متعلقہ عنوانات دئے ہیں
اتب کم سواد معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے اکثر جگہ املا کی غلطیاں کی ہیں اس کے علاوہ خط بھی یکساں
ہیں ہے۔ کہیں نستعلیق ہے تو کہیں شکست آمیز۔

۴۔ مدارج النبوت ودرجات الفتوة (ناقص الآخر) جلد اوّل

۹۲۰ / ۱۸۲

مصنف شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نصف قبل ۱۰۵۰ھ

مصنف نے بعد حمد و نعت اپنا اور اپنی تصنیف کا نام لکھتے ہوئے وجہ تالیف کے سلسلہ میں اپنے
ذوق و محبت رسول اللہ صلعم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

التماس فرزند عزیز نور دیدہ دانش و بینش نور الحق
.... موکد و مؤید آں می شد

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت شیخ محدث دہلویؒ کی وہ بلند پایہ تصنیف ہے جس میں
اسناد احادیث کا خاص طور پر حضرت ممدوحؒ نے لحاظ رکھا ہے۔

آغاز:۔

ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل
شیئ علیم۔

اختتام:۔

وصل بدانکہ نبود عمامۂ شریف آں حضرت صلی
اللہ علیہ وسلم بسیار بزرگ دگراں کہ اذل بر سر
مبارک باے بود......

مصنف نے بعد حمد و نعت و منقبت اپنا اور اپنی تصنیف کا حال لکھتے ہوئے وجہ تالیف کے سلسلہ
میں لکھا ہے کہ سالہا سال سے "شوق جانی و ذوق ایمانی" یہ تھا کہ سیرت پاک متضمن بہ شرح احادیث

کو ترتیب دیا جائے کہ اسی عرصہ میں حضرت ممدوح کے فرزند حضرت شیخ نورالحق نے اس کی تصنیف کے لئے التماس کیا لہذا شیخ ممدوح نے یہ کتاب لکھ کر اس کو حسب ذیل پانچ قسموں اور ایک تکملہ پر تقسیم کیا ہے۔

۱۔ **قسم اول:۔** در فضائل و کمالات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اس میں گیارہ باب ہیں)

۲۔ **قسم دوم:۔** در ذکر نسب شریف وحمل و ولادت و رضاع آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اس میں چار باب ہیں)

۳۔ **قسم سوم:۔** در ذکر وقائع سنوات کہ از ابتدائے ہجرت تا مبادی مرض وفات وقوع یافتہ (اس میں دس باب ہیں)

۴۔ **قسم چہارم:۔** در ذکر حدوث مرض و امتداد آں و ذکر غسل و تکفین و نماز و دفن وغیر ذالک۔ (اس میں تین باب ہیں)

۵۔ **قسم پنجم:۔** در ذکر اولاد طاہرہ و ازواج مطہرہ (اس میں گیارہ باب ہیں)

۶۔ **تکملہ:۔** در بیان بعضے مدارج النبوۃ از صفات کاملۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مدارج النبوۃ کی یہ پہلی جلد ہے۔ جس کے آخر کے چند اوراق نہیں ہیں۔ اس میں صرف قسم اوّل کا بیان ہے جس میں گیارہ باب ہیں۔ اور اسی قسم اول کے "گیارھویں باب" کو مصنف نے حسب تفصیل ذیل دس "فصلوں" پر تقسیم کیا ہے:۔

۱۔ در مدح لحم (اللحم سید الطعام اھل الجنۃ)

۲۔ در بیان طریق اکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (اکل می کرد بسہ انگشت۔ ابہام سبابہ و وسطی (رواہ الترمذی)

۳۔ در شرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بتحقیق دوست می داشت آب شیریں و سرد را

۴۔ در لباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (عادت شریف در لباس توسع، ترک تکلف می بود۔

۵۔ در بیان عمامہ شریف (بود عمامہ شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسیار بزرگ و گراں کہ ازاں بر سر مبارک بارے بود۔

۶۔ در بیان خاتم (از جملہ لباس شریف خاتم بود کہ می پوشید

۷۔ در بیان نعل مبارک (نعل چیزے را گویند کہ بپوشند بآں قدم را

۸۔ در بیان فراش مبارک ۔ (کہ اکثر از پوست خرما بود)
۹۔ در بیان نکاح و فوائد آں ۔
۱۰۔ در بیان نوم مبارک ۔

زیر نظر نسخہ میں مندرجہ بالا چار "وصل" اور پانچویں وصل کی ایک سطر ہے ۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اس کے بعد کے چھ "وصل" نہیں ہیں ۔ اسی وجہ سے یہ جلد اول ناقص ہے ۔

اس کی دونوں جلدیں آج سے ایکسو دس سال قبل (یعنی ۱۲۶۹ھ و ۱۲۷۰ھ میں) سب سے پہلے دہلی کے "فخر المطابع" میں طبع ہو چکی ہیں ۔ یہ مطبع دہلی محلہ بلیماراں میں میرے عزیز ترین دوست محترم میر انوار احمد صاحب مرحوم کے والد بزرگوار میر فخر الدین مرحوم نے اپنے نام پر قائم کیا تھا ۔ اور اس کا منیجر یا مہتمم اپنے نوجوان بھتیجے اور داماد حکیم حافظ سید نیاز احمد صاحب مرحوم کو کیا تھا ۔ حافظ صاحب مرحوم سے مجھے اس وقت نیاز حاصل ہوا تھا جب آج سے کم و بیش ۴۹ سال قبل میں حکیم مسیح الملک محمد اجمل خاں صاحب مرحوم کا سکریٹری تھا مجھ پر مرحوم بزرگانہ شفقت فرمایا کرتے تھے اس وقت اس سے بہت پہلے یہ مطبع ختم ہو چکا تھا ۔ اس کے بعد یہ کتاب نہ صرف دوسرے مطابع میں چھپی بلکہ اس کا اردو ترجمہ بھی دو جلدوں میں شائع اور طبع ہوا ۔

آخر میں ۔ ناقص ہونے کی وجہ سے چونکہ کوئی ترقیمہ نہیں ہے اس لئے نہ کاتب کے نام کا پتہ چلا اور نہ سال کتابت معلوم ہو سکا ۔

تمت

فہرست اسمائے مصنفین و مرتبین باعتبار حروف تہجی بقید صفحات

الف

شمار کتب فارسی مندرجہ تذکرہ "جواہر زواہر" جلد اول جواہر میوزیم اٹاوہ - بہ ترتیب حروف تہجی بہ قید نمبر کتاب و صفحات

نمبر	نام کتاب	نمبر فن و کتاب	صفحہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
	الف			
۱-	اخبار الاخیار فی اسرار الابرار	۹۲۰/۹۸ ۲۷	۱۴۳	
۱-	اسرار العالیہ فی مناقب الوالیہ	۲۹۷ ۴۶	۶۶	
۳-	اسعد الاخبار تذکرہ سید الابرار	۹۲۰/۸۸ ۱۷	۱۲۷	
۴-	اسولہ و اجوبہ رشیدی	۲۹۷/۷ ۵۸	۸۷	
۵-	اقبال نامہ جہانگیری	۹۵۴/۱۲۹ ۱۸	۱۸۱	
۶-	اقبال نامہ جہانگیری (ناقص الآخر)	۹۵۴/۱۳۰ ۱۹	۱۸۲	
۷-	اقبال نامہ جہانگیری (ناقص الآخر)	۹۵۴/۱۳۱ ۲۰	۱۸۳	
۸-	اقبال نامہ جہانگیری (ناقص الطرفین)	۹۵۴/۱۳۲ ۲۱	۱۸۳	
۹-	اقوال و نکات بزرگان سلف	۲۹۷/۷ ۱۳	۱۷	
۱۰-	انشاء جامی (حصہ اول)	۲۹۷/۷ ۶۰	۹۳	
۱۱-	انشاء جامی (حصہ دوم)	۲۹۷/۷ ۶۱	۹۴	
۱۲-	انشاء رسول الٰہی (ناقص الآخر)	۹۵۴/۱۵۰ ۳۹	۲۰۵	
۱۳-	انشاء راجہ تحسین رائے	۹۵۴/۱۶۰ ۵۴	۲۲۵	
۱۴-	انشاء معروف	۹۵۴/۱۷۶ ۶۰	۲۴۴	
۱۵	انشاء مہر (ناقص الاول)	۹۵۴/۱۳۳ ۲۴	۱۸۳	

نمبر شمار	نام کتاب	نمبر کتاب	صفحہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۱۶	انشاء برسرکن (ناقص الآخر)	۹۵۴/۱۳۴ ۲۳	۱۸۴	
۱۷	انوار الرحمن لتنویر الجنان	۹۲۰/۱۰۰ ۲۹	۱۴۷	
۱۸	انوار الحکمت	۲۹۷/۷ ۲	۲	
۱۹	" "	۲۹۷/۷ ۳	۳	
	ب			
۲۰	بدائع و وقائع	۹۲۰/۱۱۱ ۴۰	۱۶۴	
۲۱	برہان العاشقین	۲۹۷/۷ ۱۷	۲۳	
۲۲	بیاض تواریخ	۹۵۴/۱۷۱ ۶۰	۲۳۹	
	ت			
۲۳	تاریخ اسلام (ناقص الطرفین)	۹۰۰/۷ ۴	۱۰۵	
۲۴	تاریخ تاج محل	۹۵۴/۱۶۹ ۵۸	۲۳۶	
۲۵	تاریخ تاج محل	۹۵۴/۱۷۰ ۵۹	۲۳۸	
۲۶	تحفۃ الصلوٰۃ (منظوم)	۲۹۷/۷ ۳۴	۴۸	
۲۷	تحفۃ المؤمنین	۹۵۴/۱۶۷ ۵۶	۲۳۲	
۲۸	تذکرہ ائمہ	۹۲۰/۸۳ ۱۲	۱۱۹	
۲۹	تذکرہ بے نظیر	۹۲۰/۱۰۷ ۲۶	۱۵۷	
۳۰	تذکرہ حضرت مخدوم شیخ حمزہ کشمیری (ناقص الطرفین)	۹۲۰/۹۷ ۲۶	۱۳۹	
۳۱	تذکرہ شعراء (دولت شاہ) (ناقص الطرفین)	۹۲۰/۱۰۱ ۳۰	۱۴۹	
۳۲	تذکرۃ الشعراء (ناقص الآخر)	۹۲۰/۱۰۲ ۳۱	۱۵۰	
۳۳	تذکرۃ الاحوال (علی حزیں)	۹۲۰/۱۱۰ ۳۹	۱۶۲	
۳۴	تذکرہ عابدہ صاحبہ	۲۹۷/۷ ۴۷	۶۷	

نمبر سلسلہ	نام کتاب	نمبر فن / نمبر کتاب	صفحہ	سنہ تصنیف
۱	۲	۳	۴	۵
۳۵-	تذکرہ میر تقی میر	۹۲۰/۱۰۰ / ۳۷	۱۵۹	
۳۶-	تزک جہانگیری مع مقدمہ ہادی (ناقص الطرفین)	۹۵۴ / ۱۲۸ / ۱۷	۱۷۹	
۳۷-	تصنیف الملک (ناقص الآخر)	۹۵۴ / ۱۴۸ / ۳۷	۱۹۹	
۳۸-	تنبیہ الغافلین	۲۹۷۷۷ / ۳۵	۵۰	
	ج			
۳۹-	جنگ نامہ (اعظم شاہ و معظم شاہ)	۹۵۴ / ۱۵۲ / ۴۱	۲۰۷	
۴۰-	" "	۹۵۴ / ۱۵۳ / ۴۲	۲۰۹	
۴۱-	جہاں نما (ناقص الآخر)	۹۵۴ / ۱۶۴ / ۵۳	۲۲۰	
	چ			
۴۲-	چند مختصرات	۹۵۴/۱۶۲ / ۵۱	۲۱۸	

نمبر سلسلہ	نام کتاب	نمبر فن / نمبر کتاب	صفحہ	سنہ تصنیف
۱	۲	۳	۴	۵
۴۳-	چہار گلشن و مکتوبات	۹۵۴ / ۱۶۱ / ۵۰	۲۱۵	
	ح			
۴۴-	حسن و عشق (نعمت خاں عالی)	۹۵۴ / ۱۵۷ / ۴۶	۲۱۲	
۴۵	حضرات القدس (دفتر دوم)	۲۹۷۷۷ / ۵۱	۷۳	
۴۶	حقیقت حقہ	۲۹۷۷۷ / ۳۰	۴۳	
	خ			
۴۷	خزانہ عامرہ	۹۲۰/۱۰۴ / ۳۳	۱۵۴	
۴۸	خلاصۃ الاخبار فی بیان احوال الاخیار	۹۰۰/۶۸ / ۲	۱۰۲	
۴۹	خلاصۃ الاخبار فی بیان احوال الاخیار (ناقص الطرفین)	۹۰۰/۶۹ / ۳	۱۰۵	

نمبر سلسلہ	نام کتاب	نمبر فن / نمبر کتاب	صفحات	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
	د			
۵۰	درجات خمس	۲۹۷۷ / ۱۸	۲۴	
۵۱	دستور السیاق	۹۵۴/۱۷۷ / ۶۶	۲۴۵	
۵۲	دلکشا شمشیر خانی	۹۵۴/۱۳۷ / ۲۶	۱۸۷	
۵۳	" "	۹۵۴/۱۳۸ / ۲۷	۱۸۹	
۵۴	" "	۹۵۴/۱۳۹ / ۲۸	۱۹۰	
۵۵	دیباچہ اکبرنامہ (ناقص الآخر)	۹۵۴/۱۱۴ / ۳	۱۶۹	
۵۶	دیباچہ خلاصۃ الاشعار	۲۹۷۷ / ۱۰	۱۳	
۵۷	دیوان اسپند	۹۵۴/۱۴۳ / ۵۲	۲۱۸	
	ر			
۵۸	رسالہ احسانیہ	۲۹۷۷ / ۳۲	۴۶	
۵۹	رسالہ انسیہ (ملفوظات خواجہ بہاء الدین نقشبند رح)	۲۹۷۷ / ۲۲	۳۱	
۶۰	رسالہ تصوف (منظوم)	۲۹۷۷ / ۵۷	۸۶	
۶۱	" " (تا بمعلوم الآثم) مصنفہ مولانا یعقوب چرخی رح	۲۹۷۷ / ۲۱	۲۹	
۶۲	" " (")	۲۹۷۷ / ۲۳	۳۳	
۶۳	رسالہ التغیر علم سلوک	۲۹۷۷ / ۳۷	۵۱	
۶۴	رسالہ تکمیل العرفان	۲۹۷۷ / ۱۵	۲۱	
۶۵	رسالہ سماع	۲۹۷۷ / ۲۰	۲۷	
۶۶	رسالہ عالم صغیر و کبیر	۲۹۷۷ / ۲۴	۳۴	
۶۷	رسالہ علم سلوک و اذکار	۲۹۷۷ / ۶۳	۹۶	
۶۸	رسالہ نور وحدت	۲۹۷۷ / ۳۳	۴۸	
۶۹	رسالہ وحدت (شرح بیت)	۲۹۷۷ / ۳۱	۴۶	

نمبر شمار	نام کتاب	[illegible]	صفحات	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۷۰	رشحات (وصیت نامہ مجدد والفؒ)	۲۹۷/۷ ۱۴	۱۰۸	
۷۱	رشحات عین الحیاۃ	۹۲۰/۹۰ ۱۹	۱۳۲	
۷۲	رقعات امان اللہ حسینی	۹۵۴/۱۳۵ ۲۴	۱۸۵	
۷۳	" "	۹۵۴/۱۳۷ ۲۵	۱۸۷	
۷۴	رقعات عالمگیری	۹۵۴/۱۵۱ ۴۰	۲۰۶	
۷۵	روضات	۲۹۷/۷ ۳۸	۵۲	
۷۶	روضۃ الاحباب (دفتر اول)	۹۲۰/۷۳ ۲	۱۰۹	
۷۷	روضۃ الاحباب (دفتر دوم)	۹۲۰/۷۴ ۳	۱۱۲	
۷۸	روضۃ الاحباب (دفتر سوم)	۹۲۰/۷۵ ۴	۱۱۴ ۱۱۳	
۷۹	روضۃ الاحباب (دفتر دوم)	۹۲۰/۷۶ ۵	۱۱۳	
۸۰	روضۃ الاحباب (دفتر سوم)	۹۲۰/۷۷ ۶	۱۱۳	
۸۱	روضۃ الاحباب (دفتر اول)	۹۲۰/۷۸ ۷	۱۱۴	

نمبر شمار	نام کتاب	[illegible]	صفحات	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۸۲	روضۃ الصفا (جلد پنجم) ناقص الآخر	۹۰۰/۶۷ ۱	۱۰۲	
۸۳	روضۃ القیومیہ (ناقص الآخر)	۲۹۷/۷ ۵۵	۸۰	
۸۴	ریاض الانشاء	۹۵۴/۱۱۳ ۱	۱۶۵	
	س			
۸۵	سرور المحزون (فی ترجمۃ نور العیون)	۹۲۰/۸۴ ۱۳	۱۲۱	
۸۶	سراج [illegible] (ناقص الطرفین)	۲۹۷/۷ ۵۶	۸۳	
۸۷	سعادت الکونین (فی فضائل الحسنین)	۹۲۰/۸۷ ۱۶	۱۲۵	
۸۸	سفینۃ الاولیاء	۹۲۰/۹۹ ۲۸	۱۴۵	
۸۹	سلسلۃ الاسلام	۲۹۷/۷ ۴۱	۵۷	
۹۰	سیر الاولیاء فی محبۃ الحق جل و علا	۹۲۰/۸۹ ۱۸	۱۲۹	
	ش			
۹۱	شرح تحفۃ العراقین	۲۹۷/۷ ۲۷	۳۶	

نمبر سلسلہ	نام کتاب	نمبر تحقیقات	صفحہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۹۲	شرح گلشن راز	۲۹۷/۷ / ۴۰	۵۶	
۹۳	شرح فصوص الحکم	۲۹۷/۷ / ۴۳	۶۲	
۹۴	شرح نزہت الاسرار	۲۹۷/۷ / ۴۶	۹۸	
۹۵	" "	۲۹۷/۷ / ۶۵	۹۹	
۹۶	" "	۲۹۷/۷ / ۱۷۹	۲۵۰	یہ نسخہ ضمیمہ نمبر میں درج ہے
۹۷	شرح مکاتبات علامی (ہر دو دفتر)	۹۵۴/۱۲۶ / ۱۵	۱۷۴	
۹۸	شکارنامہ	۹۵۴/۱۲۸ / ۶۷	۲۴۷	
۹۹	شہادت نامہ	۹۰۰/۷۱ / ۵	۱۰۶	
	ض			
۱۰۰	ضمیمہ تنبیہ الغافلین	۲۹۷/۷ / ۳۶	۵۰	
	ع			
۱۰۱	عالمگیرنامہ			

نمبر سلسلہ	نام کتاب	نمبر تحقیقات	صفحہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
	دیا ورنگ نامہ	۹۰۴/۱۴۹ / ۳۸	۲۰۲	
۱۰۲	عمل صالح	۹۵۴/۱۴۲ / ۳۱	۱۹۴	
۱۰۳	" "	۹۵۴/۱۴۳ / ۳۲	۱۹۶	
۱۰۴	" " (جلد اول)	۹۵۴/۱۴۴ / ۳۳	۱۹۷	
۱۰۵	عمل صالح جلد دوم	۹۵۴/۱۴۵ / ۳۴	۱۹۷	
۱۰۶	عمل صالح جلد سوم	۹۵۴/۱۴۶ / ۳۵	۱۹۷	
۱۰۷	عنایات الٰہیہ	۲۹۷/۷ / ۹	۱۱	
	ف			
۱۰۸	فالنامہ	۲۹۷/۷ / ۱۹	۲۶	
۱۰۹	فرہنگ مکاتبات علامی (دفتر اول)	۹۵۴/۱۲۵ / ۱۴	۱۷۴	
۱۱۰	فصل الخطاب	۲۹۷/۷ / ۵۲	۷۵	
۱۱۱	" "	۲۹۷/۷ / ۵۳	۷۷	
۱۱۲	فوائد السالکین	۲۹۷/۷ / ۴۸	۶۹	

نمبر شمار	نام کتاب	نمبر مخطوطہ	صفحہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
	ک			
۱۱۳	کتاب تواریخ و دوائر	۹۵۴/۱۴۳ ۶۲	۲۴۲	
۱۱۴	کتاب تصوف (نامعلوم الاسم ناقص لاول)	۲۹۷/۷ ۵۴	۷۷	
۱۱۵	کشف المحجوب (ناقص لآخر)	۲۹۷/۷ ۵۰	۷۱	
۱۱۶	کلیات الشعراء (ناقص لاول)	۹۲۰/۱۰۳ ۳۲	۱۵۳	
۱۱۷	کیمیاء سعادت (ناقص لاول)	۲۹۷/۷ ۵۴	۶۵	
۱۱۸	" "	۲۹۷/۷ ۱۷۹	۲۵۰	یہ ۱۱۸ ضمیمہ فہرست میں درج ہے۔
	گ			
۱۱۹	گوشت بابا لال دیال	۲۹۷/۷ ۱۲	۱۵	
	ل			
۱۲۰	لطائف المثنوی فی حقائق المثنوی	۲۹۷/۷ ۶۷	۱۰۰	

نمبر شمار	نام کتاب	نمبر مخطوطہ	صفحہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۱۲۱	لطائف الحدائق فی نفائس الدقائق	۲۹۷/۷ ۱۸۱	۲۵۱	
۱۲۲	لمحات فی شرح اللمعات	۲۹۷/۷ ۵۹	۹۲	
	م			
۱۲۳	مآثر الکرام (جلد اول)	۹۲۰/۱۰۵ ۳۴	۱۵۵	
۱۲۴	" "	۹۲۰/۱۰۶ ۳۵	۱۵۷	
۱۲۵	متشابہات ملا طغرا رحمن و عشق	۹۵۴/۱۴۷ ۳۶	۱۹۸	
۱۲۶	مجموعہ رسائل مراقبہ وغیرہ	۲۹۷/۷ ۳۹	۵۵	
۱۲۷	مجموعۃ الانتخاب	۹۵۴/۱۴۸ ۵۷	۲۳۴	
۱۲۸	مراتب عوالم خمسہ	۲۹۷/۷ ۴۲	۲۲	
۱۲۹	مرآۃ الاحوال جہاں نما	۹۲۰/۱۰۹ ۳۸	۱۶۰	
۱۳۰	مرآۃ السالکین	۲۹۷/۷ ۴	۳	
۱۳۱	مرآۃ العارفین (ناقص لآخر)	۲۹۷/۷ ۲۸	۳۹	

نمبر شمار	نام کتاب	نمبر مخطوطہ	اوراق	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۱۳۲	مرآۃ المحققین	۲۹۷۷/۷ ۲۹	۴۱	
۱۳۳	مرآۃ المعانی (مثنوی)	۲۹۷۷/۷ ۶	۵	
۱۳۴	مرآۃ مثنوی (ناقص الاول)	۲۹۷۷/۷ ۴۴	۶۳	
۱۳۵	محرق القلوب	۹۲۰/۸۶ ۱۵	۱۲۳	
۱۳۶	مسودات نواب وزیر الدولہ مع نوٹ بک	۹۵۴/۱۷۲ ۶۱	۲۴۰	
۱۳۷	مطالع الانوار	۹۲۰/۸۰ ۹	۱۱۶	
۱۳۸	" "	۹۲۰/۸۱ ۱۰	۱۱۸	
۱۳۹	" "	۹۲۰/۸۲ ۱۱	۱۱۹	
۱۴۰	مدارج النبوۃ و درجات الفتوۃ	۹۲۰ ۱۸۲	۲۵۳	یہ نسخہ ضمیمہ میں درج ہے۔
۱۴۱	معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ	۹۲۰/۷۹ ۸	۱۱۴	
۱۴۲	معرفت التوحید (عشقیہ)	۲۹۷۷/۷ ۱۱	۱۳	
۱۴۳	مفتاح الاسرار لا یحرر	۲۹۷۷/۷ ۷	۹	
۱۴۴	مکاتبات علامی (ہر دو دفتر)	۹۵۲/۱۱۵ ۴	۱۶۹	
۱۴۵	" "	۹۵۴/۱۱۶ ۵	۱۷۱	
۱۴۶	" "	۹۵۴/۱۱۷ ۶	۱۷۱	
۱۴۷	" "	۹۵۴/۱۱۸ ۷	۱۷۲	
۱۴۸	" "	۹۵۴/۱۱۹ ۸	۱۷۲	
۱۴۹	" " (دفتر اول)	۹۵۴/۱۲۰ ۹	۱۷۲	
۱۵۰	" " (دفتر دوم)	۹۵۴/۱۲۱ ۱۰	۱۷۲	
۱۵۱	" " (ہر دو دفتر)	۹۵۴/۱۲۲ ۱۱	۱۷۳	
۱۵۲	" " (دفتر اول)	۹۵۴/۱۲۳ ۱۲	۱۷۳	
۱۵۳	" " (دفتر دوم)	۹۵۴/۱۲۴ ۱۳	۱۷۳	
۱۵۴	" " (چند منتشر اوراق)	۹۵۴/۱۷۴ ۶۳	۲۴۳	
۱۵۵	" " (دفتر اول)	۹۵۴/۱۲۵ ۱۴	۱۷۳	

نمبر سلسلہ	نام کتاب	نمبر جلد / نمبر کتاب	صفحات	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۱۵۶	مکتوبات تاریخی	۹۵۴/۱۶۶ ‏/ ۵۵	۲۳۱	
۱۵۷	مکتوبات منیری رح	۲۹۷۱/۷ ‏/ ۷۲	۶۱	
۱۵۸	ملفوظات و مکتوبات سید عبدالجلیل بلگرامی رح	۲۹۷۱/۷ ‏/ ۸	۹	
۱۵۹	ملفوظات شاہ عالم رح	۲۹۷۱/۷ ‏/ ۱	۱	
۱۶۰	ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی رح	۲۹۷۱/۷ ‏/ ۴۲	۹۰	
۱۶۱	مناجات حضرت عبیداللہ احراری رح	۲۹۷۱/۷ ‏/ ۲۵	۳۵	
۱۶۲	" "	۲۹۷۱/۷ ‏/ ۲۶	۳۶	
۱۶۳	مناقب غوثیہ	۲۹۷۱/۷ ‏/ ۵	۴	
۱۶۴	منشآت برہمن	۹۵۴/۱۴۰ ‏/ ۲۹	۱۹۰	
۱۶۵	" "	۹۵۴/۱۴۱ ‏/ ۳۰	۱۹۳	
۱۶۶	منشآت مادھورام (ناقص الآخر)	۹۵۴/۱۵۸ ‏/ ۴۷	۲۱۳	
۱۶۷	" "	۹۵۴/۱۵۹ ‏/ ۴۸	۲۱۴	
۱۶۸	" "	۹۵۴/۱۶۰ ‏/ ۴۹	۲۱۵	
۱۶۹	می باید شنید	۹۲۰/۸۵ ‏/ ۱۴	۱۲۲	
	ن			
۱۷۰	نزہت الارواح	۲۹۷۱/۷ ‏/ ۴۹	۷۰	
۱۷۱	نفحات الانس	۹۲۰/۹۱ ‏/ ۲۰	۱۳۵	
۱۷۲	" "	۹۲۰/۹۲ ‏/ ۲۱	۱۳۶	
۱۷۳	" "	۹۲۰/۹۳ ‏/ ۲۲	۱۳۷	
۱۷۴	" "	۹۲۰/۹۴ ‏/ ۲۳	۱۳۸	
۱۷۵	" "	۹۲۰/۹۵ ‏/ ۲۴	۱۳۸	
۱۷۶	" "	۹۲۰/۹۶ ‏/ ۲۵	۱۳۹	

نمبر شمار	نام کتاب	نمبر فن / نمبر کتاب	صفحہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
	ھ			
۱۷۷	ہفت اقلیم	۹۵۴/۱۲۷ ۱۶	۱۷۶	
۱۷۸	ہمایوں نامہ (ناقص الآخر)	۹۵۴/۱۱۳ ۲	۱۶۷	
	و			
۱۷۹	وقائع حضرت موسیٰ علیہ السلام	۹۲۰/۷۲ ۲	۱۰۸	
۱۸۰	وقائع نعمت خان عالی	۹۲۰/۱۵۴ ۳	۲۱۰	
۱۸۱	" "	۹۵۴/۱۵۵ ۴	۲۱۱	
۱۸۲	" "	۹۵۴/۱۵۶ ۵	۲۱۲	

تمت

To decipher the old shikast-amez writings of early scribes and find the theme of the book is not an easy task. Sometimes the names of authors and the dates of their composition could not be discovered unless the whole book was gone through. This can be done only by those who are thoroughly conversant with reading and deciphering old writings, particularly, the shikast-amez of early scribes.

In conclusion I express my sincere gratitude to Shri A. M. Khwaja, Bar-at-Law, Aligarh and Honorary Secretary Islamia College, Etawah, whose sympathetic attitude, and courteous, sincere, and warm encouragement gave me the opportunity of preparing this volume. I have prepared this volume within six months, a short period for cataloguing 182 MSS of varied subjects.

Khwaja Saheb always helped me in my administrative work entrusted to me as the Joint Secretary of the Islamia College, Etawah, and also encouraged me to reorganise the Museum. Had he not helped me whenever I was in difficulties and encouraged me whole-heartedly, I would have not been able to finish the difficult administrative duties of the College along with the re-organisation of the Museum and the preparation of this catalogue.

I also express my thanks to Maulvi Mushtaq Ahmad Sahib for copying my draft and rendering other help concerning the Museum, because he spends all his spare time in looking after the Museum according to my directions.

Etawah (U. P)
14th November, 1958.

Mohammad Abrar Husain
Faruqui.

3. **Biography:**

1. Nafahat-ul-Uns (composed in 883 A.H. copied in 911 A.H.) A rare copy of the famous Nafahat transcribed in very good nastaliq illuminated with gold throughout. On the title page there is a royal seal of gold of the name of Sultan Mohammad Safwi 945 A.H. On the back of the last page of the book, there is an autograph of Princess Jahan Ara the daughter of Emperor Shahjehan, who signed it in 1050 A.H. This is another very valuable possession of the Museum. The Museum possesses six copies of the Nafahat out of which three are in a very good condition and three others are defective. (No. $\frac{929/90}{8}$)

2. Tazkera-i-Be-Nazeer تذکرہ بے نظیر (composed in 1172 A.H.) A rare work of the 11th and 12th century A.H.; It consists of biographies of Persian poets, most of whom were the author's contemporary. (No. $\frac{920/86}{30}$)

4. **History of India:**

1. Tasnif-ul Mulook: تصنیف الملوک composed by Mulook Chand Murli Dhar in 1098 A.H. This is a collection of historical documents (epistles to various high degniteries, petitions, etc.) written in shikast amez, probably by the compiler himself. A very useful collection for students of history. (No. $\frac{954/118}{35}$)

2. Dastur-us-Siyaq دستورالسیاق by Oode-Lall composed in 1226 A.H. A translation in Persian of the renowned Hindi book named "Madhe-Parkash" dealing with systems of accounts and revenue etc. (No. $\frac{954/177}{66}$)

3. Insha-i Dastoor Ilahi انشاء دستور الہی A collection of epistles by Syed Ziaullah Bilgrami, collected and compiled by Allama Mir Abdul Jalil Bilgrami in 1117 A.H. Copied by author's son Syed Ziauddin. A very useful collection of letters particularly for history students.

Besides these books there is lying in the Museum a heap of fragmentary notes and scattered pages of numerous books which require a great deal of labour and time for their minute examination so that they may be catalogued for use.

2. ***Inayat-i Ilahiya*** عنایات الہیہ (composed in 1162 A.H.); A rare treatise dealing chiefly with Sufistic doctrine and with the life of the author's grand-father, Shah Inayatullah Naqshbandi Balapuri (Deccan), who died in 1117 A.H. Transcribed in good nastaliq (No. $\frac{297.7}{9}$

3. ***Darajat-i Khams*** درجات خمس (composed in 1067 A.H); A very important treatise by Pir Mohammad Lucknawi, dealing with Sufistic practice (No. $\frac{297.7}{18}$).

4. ***Aswela-i Ajweba-i Rashidi*** اسولہ و اجوبہ رشیدی (composed in 710 A H. and copied in 944 A.H.) This seems a unique manuscript in every respect. It was compiled by Shaikh Rashiduddin Fadhlullah popularly known as Rashid Tabib Hamadani, the Prime Minister of Sultan Mohammad Aljaitoo or Khuda Banda of Hirat, son. of Arghoon, brother and successor of Sultan Ghazan by the Sultan s order. This book is like a 'Book of Knowledge' in the shape of questions and answers comprising 12 subjects of Arts and Science. The questioners were renowned scholars of different countries, who used to send him the questions on complicated topics and he answered them, Probably no other library or Museum possesses any copy of this very important book. Transcribed in good suls by probably some Khurasani scribe; rare and unique. (No. $\frac{297.7}{58}$).

2. **History of Islam :**

I. Khulasat-ul Akhbar خلاصۃ الاخبار فی بیان احوال الاخیار (composed in 905 A. H. and copied in 920 A.H.) one of the most important book on history of Islam with authentic references to events beginning from the creation of Adam to Amir Nizamuddin Ali Sher of Hirat. The book was copied in the lifetime of the author, who most probably revised the copy as is indicated by the stray corrections. It is one of the most valuable manuscripts in the Museum's possession (No. $\frac{9C0/67}{2}$).

The Jawahar Museum contains a considerable number of valuable MSS, documents and firmans. The following rare and invaluable documents and manuscripts deserve to be specially noted :—

1. ***Waqf Namah*** وقف نامہ, of the Khanqah of Mir Sayyid Hamadani, dated 797 A.H.
2. Another Waqf Namah of the same Khanqah, dated 797 A.H.
3. Certificate سند الاجازت (in Arabic) granted by Shaikh Mohammad Ibn Ali Ibn Shihabuddin Hamadani to his brother Shaikh Nuruddin in 844 A.H.
4. Quran in ثلث (Suls) copied in 601 A.H. with a Persian translation along with the text and a concise Persian commentary on the margin.
5. ***Shamail Tirmizi,*** (شمائل ترمذی), one of the six Hadees books copied in 858, A.H. The whole book is beautifully illuminated with gold.
6. ***Bukhari Sharif*** (بخاری شریف) very beautifully written in naskh and illuminated with gold throughout. The Emperor Aurangzeb Alamgir used to read it. This is proved by his Tehwildar's (custodian of the Imperial Library) note dated 26th (Regnal year (about 1094 A.H.).
7. ***Mishkat Sharif*** : (مشکوٰۃ شریف) in two volumes, copied in 994 A.H. in beautiful naskh. Both the volumes are illuminated with gold. On the margins of the volume ***'Kitabul-Manasik'*** compiled by the renowned traditionist Mulla Ali Qari is copied in beautiful naskh; these volumes were also read by Emperor Aurangzeb Alamgir, who wrote with his own hand useful notes and commentary on some hadises.

1. Sufism :

1. ***Marefat-ul-Qulub*** (or Ishqiya) معرفت القلوب of Qazi Hamiduddin Nagori, composed about 678 A.H. and copied in 712 A.H. This is the oldest copy extant. It is transcribed in good nastaliq, and illuminated with gold. In the manuscript section of the Muslim University Library, there are a few copies of this book but not so old and beautiful as the copy under review; hence its great value. (No. 297.7)

Consequently I undertook the extra duties imposed upon me and af purchasing some almirahs and show cases and after getting the repa necessary to the spacious dormφtory of the Nevill Hostel, shifted 1 Museum in 1955 to its present place and the Museum, as advised Maulana Sahib was named Jawahar Museum after the name of (popular and revered Prime Minister, Pandit Jawaharlal Nehru. Khw Sahib did not only improve the museum in this way but made strenu efforts to get a further grant from the Central Government and approacl the late lamented Hazrat Maulana Abul Kalam Azad to sanction a suffici grant for further improving the Museum. He succeeded in his efforts a received a further ad hoc grant of Rs 10,000/- on 28th July, 1955 which v utilized to elaborate and imporve the Museum. The wooden almirahs ha been replaced by steel almirahs, a few new show cases were purchased a systematically and properly labelled manuscripts kept in them. But s more such almirahs are needed, which shall be purchased when mo funds are available. Funds are also required to make it more use by adding important collections to it, which can be procured by do tions, provided donors are properly approached and assured that books donated by them shall be properly stocked and looked after

In 1958 Khwaja Sahib again applied to the Government of In for more grant to enable us to further equip the Museum and also get the First Volume of its catalogue printed. The Hon'ble Profes Humayun Kabir was kind enough to sanction a grant of Rs. 5,0C for this purpose, which was received on 24th December, 1958; he this catalogue.

I express my sincere gratitude to one of my relations, Shri Rasl Ahmad Siddiqi, M.A., LL.B., (Alig), retired Sessions Judge of Hyderat (Deccan), who on my request, during my short sojourn at Hyderal in the beginning of 1955 donated his father's rich library, in memori of his late lamented father Maulvi Masud Ali, B.A. (Alig.), retired Sessi Judge of Hyderabad (Deccan). The total number of books donat Arabic, Persian, Urdu and English, was about one thousand, out which there were about one hundred MSS in Arabic and Persi This is the latest and a most useful addition to the Museum. If su efforts are cotinuously made, more donations will be forthcoming.

cripts and old firmans and some specimens of caligraphy to it. A hand list of the books and manuscripts was prepared and kept in the library for checking purposes, but no attempt was made to prepare a descriptive catalogue. He succeeded in obtaining an ad hoc grant of Rs. 10,000/- from the Government of India on 30th March, 1950. This amount was spent in purchasing some more manuscripts and getting them repaired and bound. These MSS were kept in wooden almirahs and show cases in two rooms in the upper storey of the main Library of the College, and Maulvi Mushtaq Ahmad Sahib, the Arabic teacher of the College, looked after them, as the custodian of the Museum. He prepared a list of books according to subjects, but unfortunately no accession list or other records were kept in the Museum, which could give some clue about the history of the book or the name of its donor. Some books, however, have the names of the donors in their own handwriting

In 1954 Shri A. M. Khwaja, the Hony. Secretary and Manager of the College appointed me as Joint Secretary and I took over charge of the same in February, 1954. Along with other administrative duties, I undertook to reorganize the Museum and began to prepare a descriptive catalogue in Urdu after classifying the books according to the Dewey system. But the first difficulty which I had to overcome was the location of the Museum in a suitable building. However, I prepared a comprehensive report for the reorganization of the Museum and gave some suggestions about that with a brief report on a few important manuscripts to Khwaja Sahib for his consideration. Khwaja Sahib not only approved the report but placed it with his recommendation before the Managing Committee who after discussion approved the same. As a result it was decided that:--

(a) the Museum be thoroughly overhauled and reorganised;

(b) the name be changed, in consultation with Maulana Azad;

(c) the Museum be shifted to a more spacious building;

(d) the grant given by the Union Minister of Education, Maulana Azad, be utilized in purchasing Godrej almirahs, and show cases and for the binding of books;

(e) I be asked to act as curator, in addition to my duties as Joint Secretary; and

(f) a catalogue be prepared and published.

5. Concise descriptive Catalogue of the Persian manuscripts, Asiatic Society of Bengal (published in 1924).

6. ***Khazinatul Asfia,*** (خزینة الاصفیا) 1st and 2nd Volumes (Biographies of Sufi saints, Newal Kishore Press, Lucknow).

7. ***Hadaequl-Hanafia*** حدایق الحنفیه (in Urdu); Biography of early Ulama from 2nd century A. H. to 13th century A.H.

8. ***Miratul Ishbah*** مرأة الاشباح (in Persian) Biographical notes on the Timuride rulers in India beginning from Timur (807 A.H.) to the last Mughal King, Bahadur Shah (1268 A.H -1852 A.D.) (This is an illustrated brochure composed under royal order (firman), by the court historian, Mohammad Fakhruddin Husain in 1266 A. H. and printed in 1268 A. H. (1852 A.D.) by the Matba-i-Sultani, مطبع سلطانی, Red Fort Delhi).

9. ***Akbar-ul-Akhiyar*** اخبار الاخیار by Shaikh Abdul Haq Mohaddis Dehlavi.

10. ***Nafahat-ul-Uns*** نفحات الانس by Maulana Jami.

Notwithstanding the limited reference works at my disposal, I venture to hope that I have succeeded in my attempt at giving the reader a vivid account of the contents of the manuscripts based on careful study of their texts.

Every material item has been fully described for reference andstudy. An attempt has also been made to supply a detailed and critical account of the rare and important works which, so far as I know, have not been fully described in other catalogues. I am sure this will be helpful to research workers in different fields of Oriental learning.

It will not be out of place here to give a short history of the Museum. The late K. B. Dr. Bashiruddin Ahmad of Etawah, collected some manuscripts from his friends and relatives and founded this Museum. He went on adding to this small collection till it developed into a rich manurscript Library. Later on he separated it from the main library of the Islamia High School, Etawah (now Intermediate College) and named it 'Gracey Museum' after the name of the then Collector of Etawah. His ceaseless efforts enriched the Museum by adding valuable Arabic and Persian manus-

PREFACE

بنام آنکه آں نامے نہ دارد   بہر نامے کہ خوانی سر برارد

In the name of Him who has no name and who responds to every name by which you may call Him.

THIS is the first volume of the descriptive catalogue of Persian MSS preserved in the Jawahar Museum, Etawah. It contains an account of 182 manuscripts on Sufism, Biography and History (Islamic and Indian). These manuscripts form part of a valuable collection, particularly on historical subjects. Very unfavourable circumstances have prevented me from making this catalogue as exhaustive with regard to references and comparative survey of other relevant books, as the importance of the museum deserved. The unavailability of the catalogues of renowned Libraries and Museums has particularly handicapped the preparation of this work. However, the following catalogue, and reference books, were available to me and have been carefully utilised :—

1. Descriptive catalogues (2 volumes) of the Asafia Library, Hyderabad (Deccan) of Arabic and Persian manuscripts (in Persian).

2. List of Arabic and Persian manuscripts, Asafia Library Hyderabad (Deccan), two volumes.

3. *Tazkera-i-Makhtutat* (Descriptive catalogue) of Persian and Urdu manuscripts (in Urdu), two volumes, *Idara-i-Adabiyat Urdu* Hyderabad (Deccan).

4. *Mahbubul-Albab Fi-Tarifil Kutub wal Kuttab*, a descriptive catalogue in Persian of Arabic and Persian manuscripts by the late Khan Bahadur Khuda Bakash Khan, founder of the Patna Library and late Chief Justice of High Court, Hyderabad.